انبیائے کرام کی سوانحات پر مبنی کتاب
سوانحِ انبیاؑ
حصّہ دوم
ضیا تسنیم بلگرامی
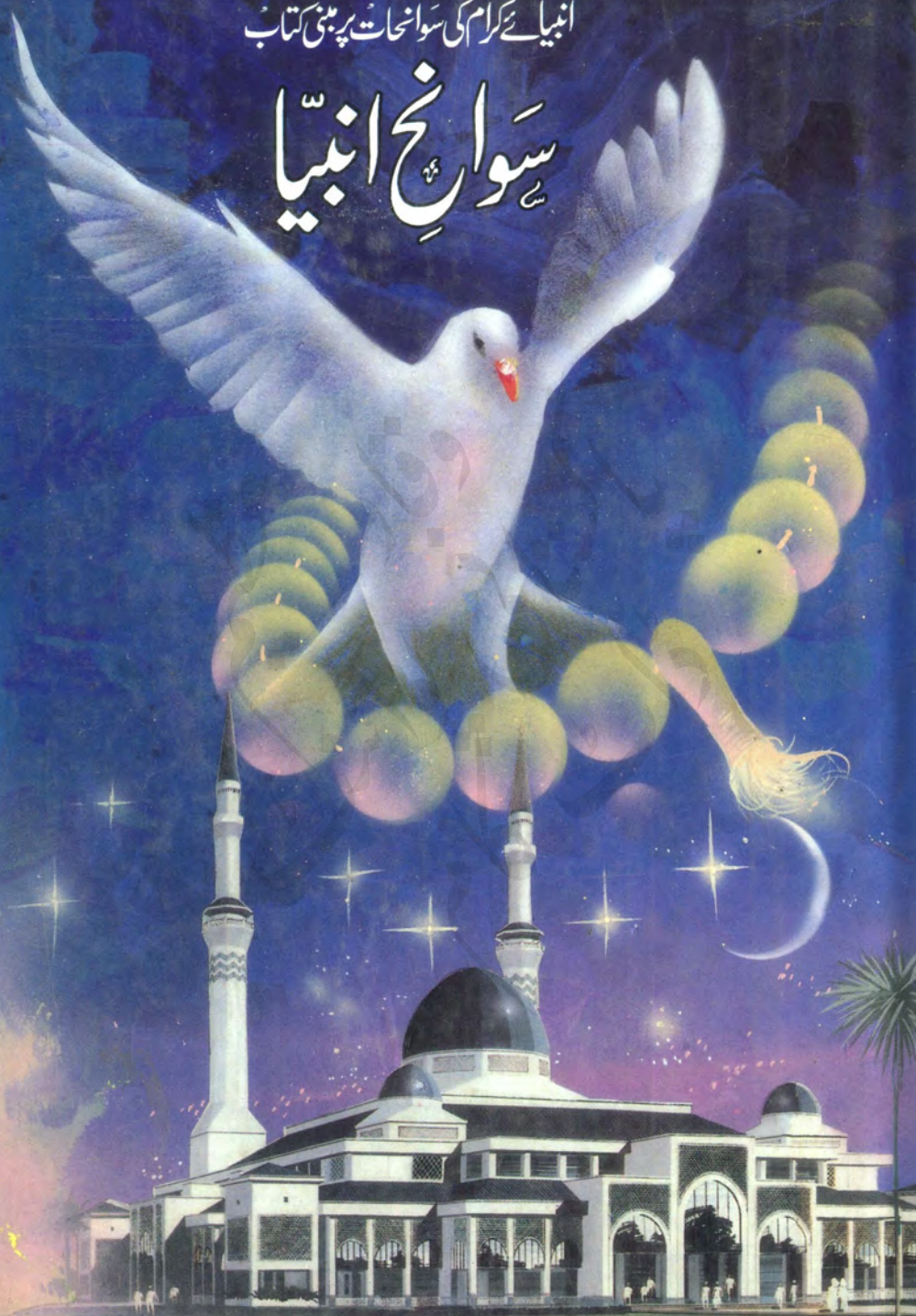
فہرست

ابتدائیہ

جب انسان دنیا اور کائنات کے بارے میں کوئی شعور نہیں رکھتا تھا۔علم سے نابلد تھا اور جس چیز سے بھی خوف محسوس کرتا تھا تو اس کی عبادت کرنے لگتا تھا۔اچھائی اور برائی کی تمیز سے بے بہرہ۔کہتے ہیں کہ مذہب خوف سے اور فلسفہ تحیر سے وجود میں آیا۔شروع شروع میں ہر شخص صرف اپنی ذات سے تعلق رکھتا تھا اگر اجتماعی زندگی بسر کرتا تھا تو اس کے اصول وضوابط نہیں ہوتے تھے۔اس وقت ایک خدا کا تصور محال تھا۔جو چیز نظر نہ آتی ہو اس پر ایمان لے آنا مضحکہ خیز بات تھی۔انسان نے قبیلے بنائے تو اس میں اپنا ایک سردار چننا شروع کر دیا۔مشیت ایزدی نے انسانوں کا بھلا چاہا اور انسانوں میں اپنے پیغمبر بھیجنا شروع کر دیئے۔یہ انسانوں کو زندگی بسر کرنے کے طریقے کیا ہیں، بتاتے تھے۔ پہلے خود عمل کرتے تھے اور بعد میں دوسرے لوگ ان کا اتباع کرتے تھے۔یہ سراپا خیر ہوتے تھے اور شر ان سے برسرپیکار ہو جاتا تھا، انہیں ستایا جاتا تھا، اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ان کا سماجی، مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کیا جاتا تھا لیکن یہ نیک بندے راہنمائی سے باز نہیں آتے تھے۔ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانوں میں ضابطۂ اخلاق دیا۔معاشرتی قوانین عطا کئے اور یہ سب ایک خدا کی عبادت پر زور دیتے رہے حالانکہ ان ادوار کے لوگ ایک ان دیکھے خدا پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے اور ان کا مذاق خود بھی اڑاتے تھے اور دوسروں سے بھی اڑواتے تھے۔

ان انبیائے کرام پر دنیا بھر میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے اور شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی زبان ہو جس میں ان کے تذکرے موجود نہ ہوں۔یہ تذکرے جس طرح ضابطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں، ان میں بے ربطی اور انداز بیان کی خشکی پائی جاتی ہے۔کبھی آگے کے واقعات پہلے بیان کر دیئے گئے ہیں اور کبھی پہلے بیان کئے جانے والا واقعہ بعد میں بیان کر دیا گیا ہے۔جس سے لطف بیان کا مزہ غائب ہو جاتا ہے۔زیر نظر مضامین میں تسلسل، زمانی اعتبار سے ملے گا اور واقعات کو نہایت دلکش پیرائے میں لکھا گیا ہے جس سے قاری گرفت میں آ جاتا ہے اور واقعات الجھے ہوئے اور پیچیدہ نہیں رہتے اور پڑھنے والا ان میں کھو جاتا ہے۔

ان مضامین میں بہت سے ایسے واقعات بھی ملیں گے جن سے بہت سے لوگ لاعلم اور نابلد ہوں گے کیونکہ یہ بہت سی کتابوں کے نچوڑ ہیں۔

ان مضامین کو زمانے کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے اور ماہرین نے ان کے زمانوں کو، انتہائی تحقیق کے بعد ان کی ترتیب قائم کی ہے اور ان کے سنوں کا تعین کر دیا ہے۔ان میں ان سنوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

انبیائے کرام کا سلسلہ آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا جاتا ہے اور آثار قدیمہ کے ماہرین نے ان کے زمانے کا تعین تین ہزار آٹھ سو باسٹھ کیا ہے۔ان کے بعد جن نبیوں سے متعلق مضامین ہیں تو ان کے لئے قارئین کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنے پیش رو کے بعد دنیا میں آئے اور اپنا کام کر کے رخصت ہو گئے۔

نبیوں سے متعلق مقامات جغرافیے کی مدد سے معلوم کئے گئے اور ان مقامات اور اس عہد کے ماحول کے پس منظر میں لکھے گئے یہ مضامین اسی لئے خاصے مقبول ہوئے کہ پڑھنے والا بہ آسانی کہیں رکے بغیر پڑھتا چلا جاتا ہے، گویا خود بھی کچھ دیر کے لئے اسی ماحول میں پہنچ جاتا ہے۔

امید ہے کہ یہ مضامین بہت پسند کئے جائیں گے جب کہ یہ سسپنس ڈائجسٹ میں چھپنے کے بعد، خاصی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

ان دو حصوں کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا ہے اور بقیہ بہت سے نبیوں پر بھی مضامین لکھے جا رہے ہیں اور اللہ نے چاہا تو اس سلسلے کی مزید کتابیں بھی آپ کے ہاتھوں تک پہنچتی رہیں گی۔

محنت اور عرق ریزی کی دادخواہ

ضیاء تسنیم بلگرامی

حضرت دائودؑ ایک پیغمبر اور سلطان کی حیثیت سے بنی اسرائیل میں نمودار ہوئے، حضرت دائود کے اتنے تفصیلی حالات اس ترتیب اور تسلسل سے کہیں اور نہیں ملیں گے۔ یہ مضمون نشیب و فراز سے گزرتا ہوا بہت خوب صورتی سے اپنے انجام کو پہنچا ہے۔

مضمون کے ماخذ

زوال بنی اسرائیل	قصص القرآن	قصص الانبیاء	توریت
منشی امیر احمد علوی	مولانا حفظ الرحمن سیوھاروی	مولانا عبد المنان	(عہد نامہ عتیق)

حضرت داؤد علیہ السلام

(1034ق م)

حضرت طالوتؒ کی موت کا خود حضرت داؤدؑ کو بے حد دکھ ہوا۔ ایک مرثیہ پڑھا جو آج بھی صحیفہ شموئیلؑ میں موجود ہے۔ مرثیہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

"اے اسرائیل تیرے ہی اونچے مقاموں پر تیرا فخر مارا گیا یہ جات میں نہ بتانا۔

اسقلون کے کوچوں میں اس کی خبر نہ کرنا۔

کہ مختونوں کی بیٹیاں فخر کریں

اے جلبوعہ کے پہاڑو! تم پر نہ اوس پڑے نہ بارش ہو اور نہ کھیت ہوں کیوں کہ وہاں زبردستوں کی سپر بری طرح سے پھینک دی گئی۔

طالوت اور جوناتھن اپنے جیتے جی عزیز اور دل پسند تھے اور اپنی موت کے وقت بھی الگ نہ ہوئے۔

وہ عقابوں سے تیز اور شیر ببروں سے زور آور تھے۔

اے اسرائیل کی بیٹیو! طالوت پر روؤ جس نے تم کو نفیس نفیس ارغوانی لباس پہنائے۔

اور سونے کے زیوروں سے تمہاری پوشاک کو آراستہ کیا۔

ہائے لڑائی میں زبردست کیسے کھیت رہے۔

اور جنگ کے ہتھیار نابود ہو گئے۔

اب یہوداہ کے لوگوں نے طالوتؒ کی موت کے بعد حضرت داؤدؑ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ طالوتؒ کے چچا زاد بھائی اور سپہ سالار ابنیر نے طالوتؒ کے بیٹے اشبوست کو طالوتؒ کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ اس وقت اشبوست کی عمر چالیس سال تھی۔ جوناتھن کا بیٹا مفیبوست پانچ سال کا تھا۔ افراتفری میں اس کی دایہ لے کے بھاگی تو یہ پانچ سالہ بیٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کچھ ایسا گرا کر دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ

گئیں۔ وہ زندہ بچ گیا مگر زندگی بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا۔

یروشلم کے جنوب میں بیس میل دور شہر حبرون واقع تھا۔ اسی شہر کو حضرت داؤدؑ نے وقتی طور پر اپنا دارالخلافہ بنا لیا تھا۔ آج حبرون کی جگہ قصبہ الخلیل آباد ہے۔

حضرت داؤدؑ نے اپنی بہن ضرویاہ کے تینوں بیٹوں کو اپنی فوج میں پیش پیش رکھا۔ بڑے یوآب سپہ سالار بنا دیے گئے‘ منجھلے بیٹے ابی شے اور چھوٹے بیٹے عساہیل اپنے بڑے بھائی کی نگرانی اور سرپرستی میں فوجی خدمات انجام دے رہے تھے۔

طالوتؒ کا سپہ سالار ابنیر نئے بادشاہ شبوست کی طرف سے فوج جمع کر رہا تھا اور یوآب اپنے ماموں اور نئے بادشاہ حضرت داؤدؑ کے لیے فوجی تیاریاں کر رہے تھے۔

جب دونوں کی طرف سے فوجی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو یہ ایک دوسرے کے مقابل جبلون کے تالاب کے کنارے پہنچ گئے۔

عقل مند‘ دور رس اور عاقبت اندیش ابنیر کو اس تالاب کے کنارے دونوں فوجیوں کو دیکھ کر معاً خیال آیا کہ اگر یہ لڑائیاں جاری رہیں تو اس سے اسرائیلیوں کو بہت نقصان ہوگا۔ یہ آپس ہی میں مر کر کمزور ہوتے چلے جائیں گے اور فلسطی انہیں زیر کر لیں گے اس نے اپنے اس پہلے معرکے میں یہ فیصلہ کیا کہ دونوں فریقوں میں دوستانہ ماحول پیدا کیا جائے اور خون خرابے سے پرہیز کیا جائے۔

چنانچہ اس نے یوآب سے کہا ”اے داؤد کے بھانجے یوآب! کسی بڑے معرکے سے پہلے ہم دونوں کو دوستانہ فضا پیدا کرنا چاہئے کیونکہ ہماری آپس کی لڑائیوں سے ہمارے دشمن فائدہ اٹھائیں گے۔

یوآب نے پوچھا ”جب ہم دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لیے اس جگہ آئے ہیں تو اس جنگی ماحول میں دوستانہ فضا کس طرح قائم ہوگی؟؟“

ابنیر نے جواب دیا ”اب ہم دونوں جھوٹی جنگی مشقیں کریں گے۔ تم اپنی فوج میں سے بارہ نوجوان کو الگ کر دو‘ بارہ نوجوان لڑکے میں اپنی فوج سے نکالتا ہوں۔ یہ چوبیس لڑکے آپس میں کھیلیں کودیں‘ ایک دوسرے پر فرضی پتھراؤ کریں‘ بغیر سوفار کے تیر چلائیں‘ الٹی تلواروں سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں اور کچھ لڑکے آپس میں چھوٹ موٹ کی کشتیاں لڑیں۔ اس طرح یہ جعلی مقابلے دوستی میں تبدیل ہو جائیں گے۔

یوآب نے کہا ”تیرے کہنے سے میں بھی تیری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ایک ہی ملک میں اور ایک ہی علاقے پر دو بادشاہ حکومت کر رہے ہوں تو ان دونوں میں دوستی اور یگانگت کس طرح پیدا ہوگی؟؟“

ابنیر نے یوآب کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا ”جس اندیشے کا تو ذکر کر رہا ہے اسے بھی دور کر دیا

جائے گا۔ فی الحال تو دوستی کی فضا پیدا کرنا ہے۔“

چنانچہ دونوں طرف سے بارہ بارہ نوجوان لڑکوں کو طلب کیا گیا اور انہیں سمجھایا گیا کہ وہ آپس میں دوستی کرنے کے لیے فرضی مقابلے ہوں گے‘ کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

ابنیر نے سوچا کہ یہ فرضی مقابلے بھی باقاعدہ جنگ وجدل کی شکل اختیار کر سکتے ہیں اس لیے یوآب سے مل کے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں آپس میں جنگی مشقیں بھی نہ کریں بلکہ الگ الگ اپنے ہنر کے مظاہرے کریں۔ کوئی گھڑسواری کے کرتب دکھائے‘ کوئی نیزہ پھینکنے کا ہنر دکھائے‘ کوئی میدان میں نکل کے تلوار زنی کے جوہر دکھائے۔

چنانچہ دونوں طرف سے بارہ بارہ نوجوان لڑکے تالاب کے سامنے پہنچ گئے اور ابتدا گھڑدوڑ کے مظاہرے سے ہوئی۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے رہے۔ اس مقابلے میں یوآب کے گھڑسوار جیت گئے۔

نیزے پھینکنے کا مقابلہ ہوا اس میں بھی یوآب کے نوجوان لڑکے ابنیر کے نوجوان لڑکوں پر سبقت لے گئے غرض یہ کہ جتنے بھی مقابلے ہوئے ان سب میں یوآب کے نوجوانوں کو فوقیت حاصل رہی۔

چنانچہ ایک طرف سے مسلسل کامیابی کا فخر تھا اور دوسری طرف مسلسل ناکامی کی ندامت اور شرم۔ شرمساروں نے کھسیائے پن میں سبقت لے جانے والوں پر حملہ کر دیا اور جھوٹ موٹ کے مقابلوں نے حقیقی جنگ کی کیفیت اختیار کر لی۔ ذرا سی دیر میں چند مقتول زمین پر تڑپنے لگے اور باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔

ابنیر نے جو صورت حال بگڑتی ہوئی دیکھی تو اُسے بڑا دکھ پہنچا کہ خیر سگالی کے جذبات دشمنی کی شکل اختیار کر گئے۔ وہ اب بھی جنگ نہیں چاہتا تھا لیکن وہ کس کو سمجھاتا‘ کوئی اس کی سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

حضرت داؤدؑ کے سب سے چھوٹے بھانجے عساہیل نے ابنیر کا تعاقب کیا۔ ابنیر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پیچھے مڑ کے عساہیل سے کہا ”اے عساہیل! مانا کہ تم انتہائی سبک رفتار ہو اور تمہارے گھوڑے کا تیز رفتاری میں کوئی جواب نہیں ہے لیکن تم میرا پیچھا نہ کرو اور واپس جاؤ کیونکہ میں اپنی قوم میں اتحاد چاہتا ہوں۔“

عساہیل نے تعاقب جاری رکھا اور کہا ”اب ہم حقیقی جنگ وجدل میں مبتلا ہو چکے ہیں اس لیے یہ تعاقب جاری رہے گا۔ اس مقابلے میں یا تو میں تمہیں ماروں گا یا پھر تم مجھے قتل کرو گے۔“

ابنیر نے جب یہ دیکھا کہ عساہیل کسی طرح باز نہیں آرہا ہے تو اس نے مجبوراً مڑتے ہوئے کہا ”نوجوان! تم مجھ سے زیادہ تجربے کار نہیں ہو۔ مجھے جنگیں لڑتے ہوئے ایک عمر بیت گئی اور تم کو اس

میدان میں آئے ہوئے چند سال ہوئے ہوں گے۔"

عساہیل نے جواب دیا "یہ سب کچھ درست مگر میں تیری طرح عمر رسیدہ بھی نہیں ہوں۔ تیری رگوں میں خون بڑھاپے کی وجہ سے جم رہا ہو گا جب کہ میرا خون گرم ہے اور مجھ میں غیر معمولی چستی پائی جاتی ہے۔"

ابنیر نے اس کو باتوں میں الجھا کر غافل کر دیا تھا۔ اس کی اسی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور پیچھے مڑ کے نیزہ اس کے پیٹ میں اتار دیا۔

عساہیل چیختا ہوا گھوڑے سے گر گیا۔ ابنیر نے پیچھے مڑ کے بھی نہیں دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔

یو آب اور ابی شے اپنے بھائی عساہیل کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے جہاں عساہیل جاں کنی کے عالم میں پڑا سسک رہا تھا۔ یو آب کو اپنے اس بھائی سے بے حد محبت تھی۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ کر آنسو بہاتا رہا۔ اس نے عساہیل کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا اور قسم کھائی "اے ابنیر! میں تجھ سے بدلہ لے کر رہوں گا۔"

عساہیل کی لاش حبرون پہنچا دی گئی۔

حضرت داؤدؑ نے بھی اپنے اس بھانجے کا بہت غم منایا۔

اب یہ لوگ گویا طالوتؒ کے بیٹے اشبوست اور اس کے سپہ سالار ابنیر سے فیصلہ کن معرکے چاہتے تھے۔

ابنیر مسلسل یہی سوچ جا رہا تھا کہ اس باہمی جنگ سے اسرائیلی برباد ہو جائیں گے اور فلسطی ان پر حاوی ہو جائیں گے۔

ابنیر نے شاہی محل میں پہنچنے کے بعد اشبوست سے کہا وہ حضرت داؤدؑ کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ لیکن اشبوست بادشاہت چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ وہ بادشاہت کو اپنا موروثی حق سمجھ رہا تھا۔

طالوتؒ کے بعد ابنیر شاہی محل میں آزادی سے آنے جانے لگا تھا۔ یہ باتیں اور یہ بے تکلفی اشبوست کو انتہائی گراں گزر رہی تھیں۔ چنانچہ ایک دن جب وہ شاہی محل سے نکلا تو اشبوست نے اسے ناخوش گوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "اب تمہاری اتنی ہمت ہو گئی کہ تم میرے باپ کے حرموں میں بے تکلف آنے جانے لگے ہو۔"

ابنیر نے جواب دیا "میں بادشاہ طالوت کا چچا زاد بھائی ہوں اور تو میرا بھتیجا ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں کون ہوں، کیا ہوں؟ اور مجھے شاہی محل میں اپنے رشتے داروں کے پاس جانے کا حق حاصل ہے۔"

اشبوست ابنیر سے ڈرتا تھا مگر شاہی محل میں اپنے چچا کی آمد و رفت کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔

حضرت داؤدؑ بھی ابنیر اور اشبوست سے جنگ نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ ان جنگوں میں دونوں طرف اپنی ہی قوم کے لوگ مارے جا رہے تھے اور فلسطی ان دونوں کی لڑائیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ تجربہ کار ابنیر شاید حضرت داؤدؑ پر قابو پا لے اور اگر ایسا ہو گیا تو اسرائیل کا یہوداہ اور قبیلہ بن یامینیوں کا مستقلاً دشمن ہو جائے گا۔ اگر حضرت داؤدؑ ابنیر پر فتح حاصل کر لیں گے تو اشبوست کمزور اور نا اہل بادشاہ اچھی طرح حکومت نہ کر سکنے کی وجہ سے ایک مضبوط حکومت نہیں قائم کر سکے گا اور پھر فلسطی ایک دن ان پر قابو پا لیں گے۔

جو فلسطی سوچ رہے تھے کہ ابنیر کو اس کا پورا پورا احساس تھا لیکن وہ حضرت داؤدؑ سے رابطہ قائم کرنے میں اس لیے ناکام رہا کہ اس سے ان کے بھانجے عساہیل کا قتل ہو چکا تھا۔ اس نے کسی سے یہ سن رکھا تھا کہ مقتول عساہیل کے بھائی یو آب نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی موت کا بدلہ ابنیر سے ضرور لے گا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ وہ جب بھی حضرت داؤدؑ کے پاس خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ پہنچے گا تو یو آب ضرور ابنیر سے جھگڑے گا اور اس جھگڑے کا انجام بھی بارہ بارہ نوجوان لڑکوں کے کھیل جیسا جنگ و جدل میں بدل جائے گا۔

اس تذبذب اور سوچ میں کئی سال گزر گئے اور چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوتی رہیں۔

حضرت داؤدؑ کی بیوی اور اشبوست کی بہن میکل ابھی تک حضرت داؤدؑ سے دور تھیں اور جب تک دونوں میں مفاہمت نہیں ہوتی وہ اپنی بیوی کا اشبوست یا ابنیر سے مطالبہ بھی نہیں کر سکتے تھے حالانکہ اس دوران حضرت داؤدؑ نے کئی شادیاں کر لی تھیں اور ان کی بیویوں سے کئی اولادیں بھی ہو چکی تھیں مگر انہیں اپنی بیوی برابر یاد آتی رہی تھی۔

ابنیر کی اپنے بھتیجے اشبوست سے جب سے تلخی ہوئی تھی وہ حضرت داؤدؑ سے ملنے کے لیے بے چین تھا اب اس کو یقین ہو چکا تھا کہ کوئی اقرار کرے یا نہ کرے اور کوئی ثبوت ملے یا نہ ملے حضرت شموئیلؑ نے حضرت داؤدؑ کا مسح ضرور کر لیا ہے کیونکہ وہ مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے چلے جا رہے تھے اور اسرائیلی ان کی طرف رجوع ہوتے جا رہے تھے۔

حضرت داؤدؑ کو حبرون میں حکومت کرتے ہوئے سات سال ہو چکے تھے۔ وہ تیس سال کی عمر میں بادشاہ بنائے گئے تھے اور اب ان کی عمر سینتیس سال تھی۔

طالوتؒ کے بیٹے اشبوست سے ان بن ہو جانے کے بعد ابنیر نے حضرت داؤدؑ کو پیغام بھیجا "میں باہمی جنگ و جدل سے باز آنا چاہتا ہوں کیونکہ ان لڑائیوں میں دونوں طرف اپنے ہی آدمی قتل ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہم کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور ہمارا دشمن ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش

کرے گا۔ یوں بھی کسی ملک میں بیک وقت دو بادشاہ نہیں ہوسکتے۔ مجھے ملاقات کا موقع دیں تاکہ آپ سے ہونے والی گفتگو کے مطابق میں اپنی قوم کو آپ کی بادشاہی قبول کرنے پر آمادہ کروں۔"

حضرت داؤدؑ نے ابنیر کو ملاقات کرنے کی اجازت دے دی اور کہلوایا کہ وہ کم سے کم آدمیوں کے ساتھ حبرون آجائے اور جو بات کرنی ہے کھلے دل سے کرلے۔

چنانچہ ابنیر بیس آدمیوں کو لے کر حبرون پہنچا اور حضرت داؤدؑ سے ملاقات کی۔

اس وقت ابنیر کے ساتھ بن یامین کی نسل کے لوگ بھی تھے اور ابنیر نے انہیں راستے ہی میں سمجھا دیا تھا کہ ابھی کچھ دنوں پہلے تک تمہارا خاندان کا طالوت حکومت کر رہا تھا۔ میں اس کا چچازاد بھائی ہوں۔ اب طالوت ہم میں نہیں ہے اور اپنی قوم کے بیشتر لوگ حضرت داؤدؑ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ جنہیں اس سے اختلاف ہے وہ بھی داؤد کے بادشاہ بن جانے کے بعد مخالفت نہیں کریں گے۔ کہنے کو تو ہم میں اشبوست بادشاہ موجود ہے مگر درحقیقت وہ بادشاہی کے لائق نہیں ہے۔ ہم اس کا کب تک ساتھ دیں گے وہ ہم پر بھروسا نہیں کرتا اور جہاں تک میں جانتا ہوں وہ مجھ سے خوف زدہ رہتا ہے اب اگر کوئی بادشاہی کے لائق ہے تو وہ داؤد کی ذات ہے۔ اس وقت میں اس سلسلے میں بات کروں گا اور اسرائیلیوں کو اس کی بادشاہت کے لیے رضامند کروں گا۔"

بن یامین کے لوگ ابنیر کی رائے سے متفق تھے۔

حضرت داؤدؑ نے ابنیر اور اس کے ساتھیوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس نے حضرت داؤدؑ سے کہا "میں بحیثیت سپہ سالار آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب میں آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور اسرائیلیوں میں گھوم پھر کے یہ تلقین کروں گا وہ آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں۔"

حضرت داؤدؑ نے ابنیر کے جذبات اور خیالات کی تعریفیں کیں اور کہا "مجھے اپنوں پر تلوار اٹھانا اور چلانا کبھی اچھا نہیں لگا اور اب جو تو کر رہا ہے اپنی قوم کے لیے یہی مناسب ہے۔" انہوں نے مزید کہا "تو اپنے بھتیجے اشبوست کو راضی کر کہ وہ بھی جنگ و جدل سے باز رہے اور اگر اشبوست مجھ سے عہدِ سلامتی باندھنا چاہے تو یہ اسی شرط پر باندھے گا کہ وہ اپنی بہن یعنی میری بیوی میکل کو میرے حوالے کر دے۔"

ابنیر نے کچھ سکوت اختیار کیا جیسے وہ حضرت داؤدؑ سے کچھ چھپا رہا ہو۔

انہوں نے پوچھا "میری اس شرط کے پورا کرنے میں کوئی دشواری رکاوٹ بن رہی ہو تو مجھے صاف صاف بتادے۔"

ابنیر نے بتایا "اس ملاقات سے پہلے یہ بات اشبوست سے ہوئی تھی اور آپ نے اس سے بھی یہی کہا تھا کہ باہمی امن و سلامتی کا انحصار اس پر ہے کہ میکل آپ کو پہنچا دی جائے۔ شاید آپ کو نہیں

معلوم کہ میکل کی تولیس نامی شخص سے شادی کردی گئی تھی اور آپ سے مقابلے کے دوران میں میکل لیس کے بیٹے فلطی ایل کے پاس تھی۔ میں نے بھتیجے اشبوست کے حکم سے میکل کو فلطی ایل سے چھین لیا۔ جب میں اس کو لے کر آرہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے پیچھے اس کا شوہر لیس بھی چلا آرہا تھا۔ وہ زاروقطار رو رہا تھا اور بحوریم تک میرے پیچھے آیا۔ میں نے اسے ڈانٹ پلائی اور حکماً کہا۔ اب اس رونے دھونے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا میکل جس کی امانت ہے اس کے حوالے کردی جائے گی چنانچہ میکل آپ کو عن قریب مل جائے گی۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "تو اے ابنیر! میری بادشاہت، باہمی مفاہمت اور امن و سلامتی کی ساری باتیں طے پاگئیں اب جا کر اشبوست کو بھی اس پر آمادہ کر اور اپنی قوم کو بھی میری بادشاہی قبول کر لینے پر تیار کر۔ میکل بھی مجھے واپس ملنی چاہیے۔"

ان سارے معاملات کے طے پانے کے بعد ابنیر نے واپسی کی اجازت چاہی جو اسے مل گئی۔

جب یہ معاملات طے پا رہے تھے اس وقت حضرت داؤدؑ کے بھانجے یوآب اور ابی شے حبرون میں نہیں تھے اور چونکہ یوآب سپہ سالار بھی تھا اس لیے اس کا فوج اور دوسرے لوگوں پر خاصا دبدبہ تھا۔

ابنیر ابھی راستے میں تھا کہ یوآب حبرون میں داخل ہوا۔

یہاں حبرون میں ابنیر کے مخالف بھی موجود تھے اور انہیں ابنیر کا حضرت داؤدؑ سے ملنا اور معاملات طے کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ ان لوگوں نے یوآب کو دیکھتے ہی ابنیر کی شکایتیں شروع کردیں اور کہا "جناب! بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ ابنیر بن یامین، یہوداہ اور لاوی کی نسلوں کو حضرت داؤدؑ کی رعایا بنانے آیا تھا اور بلا شرکت غیرے ان سب کو بادشاہ بنا دیا جائے گا جب کہ ہم میں سے کئی کا یہ خیال ہے کہ ابنیر یہاں جاسوس بن کر آیا تھا اور وہ ہمارے بہت سے راز لے کر چلا گیا۔"

یوآب نے اسی وقت حضرت داؤدؑ سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا "یہ آپ نے کیا کیا؟ ابنیر میرے بھائی عساہیل کا قاتل ہے۔ وہ آپ کے پاس آیا، آپ سے باتیں کیں اور آپ نے اسے قصاص کے بغیر ہی رخصت کر دیا۔"

حضرت داؤدؑ نے یوآب کو بتایا "ابنیر باہمی جنگ و جدل کے خاتمے کی بات کرنے آیا تھا اور عساہیل کو جنگ و جدل کے دوران قتل کیا گیا تھا اس لیے اس کا کسی پر قصاص واجب نہیں ہوتا۔ تیرا بھائی ابنیر کا تعاقب کر رہا تھا اور اگر عسائیل کا بس چلتا تو ابنیر اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا لیکن ابنیر زیادہ مستعد اور پھرتیلا تھا اس نے عساہیل کو قتل کر دیا تو اب قصاص کا مطالبہ کس طرح کیا جا سکتا تھا۔"

یوآب نے کا "آپ غالباً ابنیر کو سمجھ نہیں سکے۔ وہ آپ کو دھوکا دینے آیا تھا اور وہ یہاں کے

سارے بھید لے کر واپس چلا گیا۔"

یو آب اتنا کہہ کر باہر نکلا اور حضرت داؤدؑ کو کچھ بتائے بغیر اپنا ایک آدمی ابنیر کے پیچھے روانہ کر دیا تاکہ وہ ابنیر کو دھوکے سے واپس لے آئے۔"

اس وقت ابنیر سیرہ کے کنویں تک پہنچا تھا کہ پیچھے سے یو آب کا قاصد پہنچ گیا اور اسے واپس بلا لایا۔"

ابنیر کا خیال تھا کہ اس کو حضرت داؤدؑ نے واپس بلایا ہے لیکن شہر کے پھاٹک پر یو آب اور ابی شے کو کھڑے دیکھا تو دریافت کیا "مجھے کس نے واپس بلایا ہے؟"

یو آب نے جواب دیا "ہم دونوں نے۔ تو نے ماموں داؤد سے تو ساری باتیں کر لیں اب کچھ رازداری کی باتیں ہم دونوں سے بھی ہو جائیں۔"

ابنیر نے پوچھا "تو وہ راز کی باتیں کہاں ہوں گی، یہیں یا کسی تخلئے میں؟"

یو آب نے اندر کی طرف جاتے ہوئے کہا "باتیں راز کی ہیں اس لیے تخلیے میں کی جائیں گی۔"

ابنیر دونوں بھائیوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ اندر پہنچتے ہی یو آب نے تیوری بدل کے بات کی "تجھے میرے بھائی عساہیل کا قتل تو یاد ہو گا۔"

ابنیر فوراً سمجھ گیا کہ یہ دونوں بھائی اسے دھوکے سے یہاں کیوں لائے ہیں۔

یو آب نے ابنیر کو بتایا "جب سے تو نے میرے بھائی عساہیل کو قتل کیا ہے میں ایک رات بھی سکون سے نہیں سویا۔ اسی طرح میرا چھوٹا بھائی ابی شے بھی بے قرار رہا۔ اب آج ہمیں خدا نے یہ موقع دیا ہے کہ تجھ سے اپنے بھائی عساہیل کا بدلہ لیں۔"

یہ کہتے ہوئے یو آب نے نیزہ ابنیر کے پہلو میں اس طرح پیوست کر دیا کہ اس کی انی دوسری طرف نکل گئی۔

ایک ہلکا سا شور بلند ہوا اور حضرت داؤدؑ تک یہ خبر پہنچی کہ ابنیر کو یو آب اور ابی شے نے قتل کر دیا۔

حضرت داؤدؑ نے یہ خبر بڑے دکھ سے سنی اور کہا "اے خدا! میں اور میری سلطنت اس قتل کے سلسلے میں بے گناہ ہے اور ابنیر کے قتل کا گناہ یو آب اور اس کے باپ کے سارے گھرانے کے سر لگے گا۔ تو جریان اور کوڑھ کا مرض ان کے گھرانے سے مخصوص کر دے، یہ بیساکھیوں سے چلیں، تلوار سے مریں اور ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوں کیونکہ یو آب اور ابی شے نے ابنیر کو قتل کر دیا اور وہ کہتے ہیں کہ ابنیر نے ان کے بھائی عساہیل کو قتل کر دیا تھا اس لیے انہوں نے اپنے بھائی کا بدلہ لے لیا۔"

اب حضرت داؤدؑ نے یو آب اور ابی شے اور ان کے ورغلانے والے ساتھیوں کو بلایا اور انہیں حکم

دیا "تم سب اپنے کپڑے پھاڑ ڈالو اور ٹاٹ پہن لو اور ابنیر کے لاشے کے آگے آگے ماتم کرو۔"

حضرت داؤدؑ خود بھی جنازے کے پیچھے چلنے لگے اور حبرون میں ابنیر کو دفن کر دیا گیا۔ یہاں ابنیر کی قبر پر حضرت داؤدؑ نے مرثیہ پڑھا "کیا ابنیر کو اسی طرح مرنا تھا جیسے احمق مرتا ہے۔

تیرے ہاتھ بندھے ہوئے نہ تھے اور نہ تیرے ہاتھ میں بیڑیاں تھیں
جیسے کوئی بدکاروں کے ہاتھ سے مرتا ہے ویسے ہی تو مارا گیا۔

اس روز حضرت داؤدؑ نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ ان کے رویے سے سب ہی کو یہ معلوم ہو گیا کہ ابنیر کا قتل ان کی مرضی سے نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے ملازموں سے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ آج کے دن ایک سردار بلکہ ایک بہت بڑا آدمی اسرائیل میں مرا ہے۔ اگرچہ میں ممسوح بادشاہ ہوں تب بھی آج کے دن میں عاجز ہوں اور یہ لوگ بنی ضرویاہ (حضرت داؤدؑ کی بہن اولادیں) مجھ سے زبردست ہیں۔ خداوند، بدکار کو اس کی بدی کے موافق بدلہ دے۔"

○☆○

ابنیر کے مارے جانے کی خبریں اشبوست کو پہنچیں تو وہاں کے لوگوں میں مردنی چھا گئی اور اشبوست کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔

اشبوست کی فوج میں بددلی پھیل گئی کیونکہ اب ان کی نظر میں ابنیر جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا جو ان کی سالاری کرتا۔

فوجیوں میں سازشیں ہونے لگیں ان میں بعنہ اور اریکاب نامی دو بھائی سرداری کے عہدوں پر فائز تھے ان دونوں کا باپ حکومت کا مفرور تھا لیکن دونوں بھائی بادشاہ کی طرف سے فوج میں سرداری کر رہے تھے۔ ان دونوں نے جب یہ سنا کہ ابنیر کو قتل کر دیا گیا ہے تو انہیں اس وقت اندازہ ہو گیا کہ اب اشبوست کی بادشاہی کچھ دنوں کی مہمان ہے۔

دونوں موقع پرست بھائیوں نے آپس میں مشورے کیے کہ اگر طالوتؑ کے بیٹے اشبوست کی بادشاہت چھن گئی اور اسرائیل پر حضرت داؤدؑ کو بادشاہ بنا دیا گیا تو ان دونوں بھائیوں کو ان کے لشکر میں سرداری ملنے سے رہی۔ کئی دن تک یہ اسی فکر و تردد میں منصوبے بناتے رہے۔ یہ حضرت داؤدؑ کے دربار میں بھی عزت و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن یہ عزت و مرتبہ کس ترکیب سے حاصل ہو گا بس یہ دونوں اس پر غور کرتے رہتے تھے۔

بعنہ نے اپنے بھائی اریکاب سے کہا "بھائی! اپنی سمجھ میں کوئی تدبیر نہیں آتی کہ ہم اس پر عمل کریں تو داؤد بادشاہ کے دربار میں بھی ہم عزت و مرتبہ حاصل کر سکیں۔"

اریکاب نے مایوسی سے کہا "داؤد کے دربار میں تو.... ان کی بہن، ضرویاہ کے بیٹوں کا عمل دخل

ہے۔ سنا ہے کہ ضرویاہ کے بیٹے یوآب نے اپنے بھائی ابی شے کی مدد سے ابنیر کو قتل کیا تھا اور داؤد نے خود کو اس قتل سے بری الذمہ قرار دیا تھا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ داؤد منصف مزاج بادشاہ ہیں۔ اب حالات یہ بتا رہے ہیں کہ داؤد ہم سب کے بادشاہ ہو جائیں گے پھر ہم دونوں داؤد کو بادشاہ بنانے میں کیوں نہ مدد کریں۔"

بعنہ نے اپنے بھائی سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ کسی طرح اشبوست کو اگر ہلاک کر دیا جائے اور اس کا سر حضرت داؤدؑ کو پہنچا دیا جائے تو وہ خوش ہو کے انہیں اپنی فوج میں سرداری دے دیں گے۔

دونوں بھائی چپکے چپکے سازش کرتے رہے اور اشبوست کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ مشکل یہ تھی کہ اشبوست محافظوں کے درمیان رہتا تھا اور یہ محافظوں کی موجودگی میں اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ دن رات کے اوقات کا جائزہ لینے کے بعد دونوں بھائیوں کو اپنے کام کے لیے دوپہر کا وقت مناسب لگا کیونکہ اشبوست دوپہر میں کڑی دھوپ کے وقت محل میں آرام کرتا تھا۔

اشبوت کی خواب گاہ کے قریب ہی اناج کا گودام تھا۔ دونوں بھائیوں نے منصوبہ بنایا کہ وہ اناج لینے کے بہانے دوپہر کے وقت محل کے اندر جائیں گے اور اسی وقت خاموشی سے بادشاہ کو قتل کر دیں گے۔

چنانچہ دونوں بھائی اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے بھری دوپہر میں محل کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔ دونوں بادشاہ کے اعتماد والے سردار تھے۔ دونوں گاڑی لیے ہوئے محل کے پھاٹک پر پہنچے اور پہرے داروں سے کہا "ہمیں فوج کے لیے گیہوں چاہئے اس لیے ہمیں اندر جانے دیا جائے۔"

دونوں کو گاڑی سمیت اندر جانے دیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں میں سے ایک نے گیہوں کے ذخیرے میں سے اناج کی گاڑی بھرلی۔ دوسرے نے چپکے سے خواب گاہ میں گھس کر اشبوست کو قتل کر دیا اور اس کا سر پوٹلی میں باندھ کر اناج کے ذخیرے میں چھپا دیا اور دونوں محل سے باہر آگئے۔

ان دونوں نے اسی وقت وہ علاقہ چھوڑ دیا اور آدھا دن اور پوری رات حبرون کا راستہ طے کرتے رہے۔

حبرون میں دونوں نے حضرت داؤدؑ سے ملاقات کی اور انہیں... طالوتؑ کے جھوٹے سچے قصے سنائے اور اپنی لچھے دار باتوں سے یہی ثابت کرتے رہے کہ اشبوست نے ان کی دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی "ہم دونوں بھائی طالوتؑ اور ان کے بیٹے کی حرکتوں سے نالاں اور گریزاں رہے۔ اب ہم نے اشبوست سے آپ کا انتقام لے لیا ہے اسے قتل کر دیا اور ثبوت کے لیے اس کا سر آپ کے پاس لائے ہیں۔"

حضرت داؤدؑ نے یہ ساری روداد سنی تو غصے میں دونوں سے کہا "ظالمو! اسی قسم کی بری خبر ایک

عمالیقی بھی لایا تھا اور اس نے اپنی دانست میں طالوت کی موت کے خبر دی اور یہ سمجھا کہ وہ مجھے کوئی خوش خبری سنا رہا ہے۔ میں نے اس کو اسی کے اقبالِ جرم پر قتل کروا دیا تھا۔ آج تم دونوں بھی اس قسم کی خوش خبری لے کر آئے ہو اور مجھ سے اس کا انعام چاہتے ہو۔ تم دونوں شریروں نے ایک راست باز انسان کو اسی کے گھر میں اسی کے بستر پر قتل کر دیا۔ کیا تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ میں تم دونوں کو قاتل سمجھتا ہوں اور تمہیں تمہارے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔"

اس کے بعد حضرت داؤدؑ نے ان دونوں کو قتل کروا دیا اور ان کی لاشیں حبرون کے تالاب کے کنارے پھنکوا دیں۔ اشبوست کا سر اس کے چچا ابنیر کی قبر کے پہلو میں دفن کروا دیا۔

اب حضرت داؤدؑ کا مدِمقابل کوئی نہیں تھا اور طالوت بادشاہ کی نسل کے کسی شخص نے بادشاہی کا دعویٰ نہیں کیا چنانچہ اسرائیلی بزرگ اور سردار حضرت داؤدؑ کے پاس پہنچے اور کہا "ہم سب تیری نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور تیری ہڈی اور گوشت ہیں۔ جب گزرے وقتوں میں طالوت ہمارا بادشاہ تھا تو اسرائیلیوں کو لانے اور لے جانے کا کام تو انجام دیا کرتا تھا اور پھر خداوند نے تجھ سے کہا کہ تو میرے اسرائیلی لوگوں کی گلے بانی کرے گا اور تو اسرائیل کا سردار ہو گا۔ اب تو ہمارا گلہ بان اور بادشاہ ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے حبرون میں ان کے ساتھ خداوند کے حضور عہد باندھا اور انہوں نے حضرت داؤدؑ کو مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا۔

انہوں نے حبرون پر سات سال حکومت کی۔ پھر انہیں یروشلم کی فکر ہوئی لیکن یروشلم پر قبضہ کرنا معمولی کام نہیں تھا یہاں عمالقہ قدیم کی ایک شاخ یبوس قابض تھے۔ انہیں توریت میں یبیس کہا گیا ہے۔ ان کا شہر کنعان کے وسط میں یبوس نامی ایک شہر قدیم زمانے سے آباد چلا آرہا تھا۔ اس شہر کے چاروں طرف بلند کوہستانی علاقے تھے اور اس کی گہری گھاٹیاں دشمنوں سے محفوظ کیے رہتی تھیں۔ یہاں ندی قیدرون شمال مشرق میں رواں تھی اور مستقل پانی سے سیراب رہنے والے چشمے اسے سرسبزو شاداب رکھے ہوئے تھے۔ شہریوں کو کبھی پانی کی قلت محسوس نہیں ہوئی۔ ماضی میں اگر کبھی اس بستی کا محاصرہ کیا گیا تو محصورین پانی کے محتاج نہیں ہوئے جنوب اور مغرب میں پہاڑیاں زیادہ بلند تھیں اور ان کے نیچے کی وادی، وادیٔ جہنم کہلاتی تھی۔ شہر کے تین اطراف ڈھلوان چٹانیں تھیں اور عہدِ قدیم کے دیہاتی اور غیر تعلیم یافتہ آلات جنگ سے اس علاقے کا فتح کرنا ناممکن تصور کیا جاتا تھا۔

فصیل کے گرد کوہستان کے نشیب میں بنی اسرائیل موجود تھے جب کہ یہ جنت نظیر ٹکڑا یبوسیوں کے تسلّط اور تصرف میں تھا۔

یہاں مشہور تھا کہ اسرائیلیوں کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نے یبوسیوں سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کی زمین بغیر قیمت ادا کیے کبھی نہیں لیں گے۔

اب جو انہوں نے یہ دیکھا کہ بنی اسرائیلی قرب و جوار کے علاقوں کو فتح کرتے جا رہے ہیں عمالقہ، عمونی، آرامی اور فلسطی قوت توڑ دی گئی ہے اور دمشق کو ان کا باج گزار بنا دیا گیا ہے تو ان کا خبروں نے یبوسیوں کو چوکنا کر دیا۔ وہ حضرت ابراہیمؑ سے کیے ہوئے اقرار نامے کو نکال کر باہر لائے، اسے پیتل کی مورتوں پر کندہ کروایا اور اسے بازار کے چوک میں نصب کر دیا۔ اس احتیاطی قدم کے ساتھ انہوں نے شہر پناہ کی نگرانی پر مفلوج، نابینا اور اپاہج تعینات کر دیے کیونکہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ شہر کی فصیل حفاظت کے لیے کافی ہے انہیں کسی دوسرے محافظ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

اب جو بنی اسرائیل کو اس شہر کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے یبوسیوں سے اس شہر کا مطالبہ کیا اور کہا "اے یبوس کے لوگو! اپنا یہ شہر ہمیں دے دو کیونکہ دارالسلطنت کے لیے اس قدرتی قلعے سے بہتر کوئی دوسرا مقام نہیں ہے۔"

یبوسیوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کیے جانے والے اس معاہدے کا ذکر کیا اور کہا "ہمارا تمہارے جدِ اعلیٰ ابراہیم سے جو معاہدہ ہوا تھا ہم اس کی پابندی کرتے ہیں۔ اب تم اگر یہاں آنا چاہتے ہو تو پہلے اندھوں اور لنگڑوں کو تو لے جاؤ اس کے بعد یہاں آؤ۔"

یہ عجیب و غریب پہیلی تھی جسے آج تک کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔

یعنی یہ مشکل ترین پہیلی تھی۔ کوئی اسے نہ پہلے حل کر سکا ہے اور نہ آج تک حل کیا جا سکا ہے۔ انہیں بزرگوں کے قول و قرار کا بھی خیال تھا لیکن وہ اس شہر کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے قلب میں ایک غیر قوم کو مستحکم مقام حاصل تھا۔

بنی اسرائیل کچھ عرصے سوچتے رہے کہ شہر کے چوراہے پر نصب معاہدے کی موجودگی میں وہ کس طرح اس شہر پر قبضہ کریں۔

یوآب نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے بہرحال اس شہر پر قبضہ کرنا ہے۔

کہتے ہیں کہ فصیل کے قریب ایک بلند و بالا سرو کا درخت تھا۔ رات کی تاریکی میں یوآب اس درخت پر چڑھ گیا اور سب نے کوششوں سے اس درخت کو فصل کی طرف جھکا دیا۔ درخت فصیل پر جھکتا چلا گیا اور یوآب آہستہ سے فصیل پر اتر گیا۔ یبوسیوں کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ حضرت داؤدؑ کے ساتھی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

یوآب نے سب سے پہلے کام یہ کیا کہ پیتل کی ان مورتوں کو توڑ ڈالا اور انہیں نابود کر دیا جن پر حضرت ابراہیمؑ اور یبوسیوں کے درمیان طے پانے والا معاہدہ کندہ تھا۔

شہر کے مرکزی پھاٹک کو کھول دیا گیا اور فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ یہ شہر یبوس داؤد کا دارالخلافہ

قرار پایا اور لوگ اسے حضرت داؤدؑ کا شہر کہنے لگے لیکن یبوس نامی یہ شہر تاریخ میں یروشلم کہلایا یعنی امن و سلامتی کا گھر۔

تقریباً بیس ہزار بنی اسرائیلی اکابرین کو ساتھ لے کر حضرت داؤدؑ یعریم نامی قصبے میں پہنچے اور تابوتِ سکینہ کو گاڑی پر رکھوا کے یروشلم لانے لگے۔

تابوتِ سکینہ ببول کی لکڑی کا ایک صندوق تھا جس کے اندر اور باہر سونا منڈھا ہوا تھا۔ اس کی لمبائی ڈھائی ہاتھ چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ اور اونچائی بھی ڈیڑھ ہاتھ تھی۔ صندوق کے اوپر ایک زریں تاج بنا ہوا تھا اور سونے کے دو فرشتے سرپوش پر اس طرح گڑھ کر بنائے گئے تھے کہ ان کے منہ آمنے سامنے تھے اور ان کے پر صندوق کو ڈھانکے ہوئے تھے۔ اس صندوق میں عہد نامہ تھا جو حضرت موسیٰؑ اور ان کے مالک (خدا) کے درمیان ہوا تھا اس کے علاوہ اور تبرکات بھی تھے۔

اس تابوت کے لانے والے اتنے خوش تھے کہ انہوں نے صندوق کے آگے آگے گانا بجانا شروع کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک جگہ بیلوں نے ٹھوکر کھائی جس سے صندوق کے گر جانے کا احتمال ہوا کسی ناپاک شخص نے آگے بڑھ کے غیرارادی طور پر صندوق کو سنبھالنے کے لیے ہاتھ لگایا اور اس غریب کا وہیں کام تمام ہو گیا۔

حضرت داؤدؑ کو اس واقعے سے بڑی عبرت ہوئی اور وہ بے حد خوف زدہ ہوئے۔ انہوں نے تابوتِ سکینہ قریب کے ایک مکان میں رکھوا دیا اور بہت سے لوگ اس کے قریب رہتے ہوئے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے ان عبادت گزاروں میں خود حضرت داؤدؑ بھی شامل تھے۔

تین ماہ تک عبادت کرنے کے بعد یہ صندوق پرہیزگاروں اور عبادت گزاروں کے کندھوں پر بار کرایا گیا اور ابھی وہ چھ قدم چلے تھے کہ انہیں حضرت داؤدؑ نے روک دیا اور قربانی کی۔ اس وقت ان کے پاس لکڑی کے بنے ہوئے ساز یعنی ستار، بربط، دف، جھانجھ اور خنجری نامی ساز تھے۔ یہ سب صنوبر کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حمد یا گیت گائے اور جشن جیسے ماحول میں یروشلم کی طرف سفر جاری رہا۔ اس وقت حضرت داؤدؑ کے جسم پر کتان کا لباس تھا۔

یہ لوگ یروشلم میں داخل ہوئے اس وقت طالوتؑ کی بیٹی میکل نے اپنے شوہر کو والہانہ کیفیت میں مبتلا دیکھا تو اس نے اسے حضرت داؤدؑ کے لیے غیر سنجیدہ قرار دیا۔

حضرت داؤدؑ نے تابوتِ سکینہ کے لیے ایک خاص خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ تابوتِ سکینہ کو اس خیمے میں رکھ دیا گیا۔

یہاں بہت سے جانور قربان کیے گئے اور بنی اسرائیل کے جملہ مردوں اور عورتوں کو ایک ایک

روٹی، ایک ایک ٹکڑا گوشت اور کشمش کی ایک ایک ٹکیہ تقسیم کی گئی۔

جب یہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو حضرت داؤدؑ بھی اپنے گھرانے کو برکت دینے کے لیے اپنے گھر گئے۔ یہاں میکل ان کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ اس نے بظاہر تو داؤد کی تعریف کی مگر اس تعریف میں ہجو یہ پہلو بھی موجود تھا۔

انہوں نے حضرت داؤدؑ سے کہا "آج تو اسرائیل کا بادشاہ بہت زیادہ شان دار لگ رہا تھا حالانکہ اس وقت بادشاہ کے ساتھ اس کے ملازم اور لونڈیاں بھی تھیں۔ ان سب کی موجودگی میں بادشاہ کی وارفتگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور یہ لگتا ہی نہیں تھا کہ عام لوگوں میں خوشی سے اچھلنے کودنے والے داؤد بادشاہ ہیں۔ ان کے جسم کے کئی حصے برہنہ بھی ہوگئے تھے۔"

حضرت داؤدؑ کو میکل کی یہ تنقید بری لگی اور انہوں نے کہا "اے میکل! اس وقت میں خداوند کے حضور تھا۔ اس خدا کے حضور میں جس نے تیرے باپ طالوت اور اس کے سارے گھرانے کو چھوڑ کر مجھے پسند کیا۔ اس نے مجھے خداوند کی قوم کا پیشوا بنا دیا اور اب اگر میں اس خوشی میں رقص بھی کروں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اے میکل! مجھے تیری باتوں سے تکلیف پہنچی اور میں خود اپنی نظر میں ہلکا ہوگیا۔ یاد رکھ جن غلاموں اور لونڈیوں کا تو نے ذکر کیا ہی وہ سب میری عزت کریں گے لیکن تو مرتے دم تک بے اولاد رہے گی۔"

اور واقعی میکل سے حضرت داؤدؑ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت داؤدؑ نے جب چاروں طرف کامیابیاں حاصل کرلیں تو صور کے حکمران نے ازراہِ نیاز مندی دیودار کی لکڑیاں اور عمارت کا دوسرا سامان معماروں سمیت یروشلم روانہ کیا تاکہ ان کے رہنے کے لیے شان دار محل تعمیر کیا جائے۔

اسی دوران میں حضرت داؤدؑ کو خیال آیا کہ خداوند کی عبادت ابھی تک خیموں میں ہوتی رہی ہے اور یہ خیمے بھی قوم بنی اسرائیل کی طرح ہمیشہ حرکت میں رہتے ہیں اس لیے اگر ان کے لیے محل تیار ہو رہا ہے تو خدا کے لیے بھی کوئی عبادت گاہ ہونی چاہیے۔

حضرت داؤدؑ کے ساتھ خدا کی مہربانیاں ہوتی رہی تھیں انہی سے حضرت داؤدؑ کو یہ احساس ہوا تھا کہ وہ خدا کے لیے بھی کوئی مستقل گھر تعمیر کروائیں۔

○☆○

حضرت داؤدؑ اپنے ماضی پر غور کرتے اور جب انہیں بہت سے باتیں یاد آتیں تو انہی باتوں میں انہیں جوناتھن بھی یاد آیا۔ جوناتھن نے ان پر کئی احسان کیے تھے۔ وہ جب تک زندہ رہا ایک مخلص بھائی کی طرح مہربان رہا اور اب جب کہ حضرت داؤدؑ کو غیر معمولی وسعت حاصل ہوگئی تھی اور وہ ماضی کے

ن لوگوں کے زیر بار احسان تھے اب وہ جواب میں ان پر مہربانیاں کرسکتے تھے تو انہیں جوناتھن کی بھی یاد ئی۔ انہوں نے حکم دیا "طالوت کے خاندان والوں کا پتا لگایا جائے اور خاص کر جوناتھن کے کسی عزیز کا ں پر مہربانیاں کی جائیں۔"

چنانچہ ایک آدمی ضیباہ کو ان کے سامنے پیش کیا گیا کہ یہ طالوت کے گھرانے کا خادم خاص ہے۔

حضرت داؤدؑ ضیباہ سے دریافت کیا "کیا تو طالوت کے گھرانے کا خادم خاص ضیباہ ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہاں، لوگوں نے میرے بارے میں آپ کو جو کچھ بتایا ہے وہ درست ہے۔ میرا م ضیباہ ہے اور جوناتھن کے لنگڑے بیٹے مفیوست کی میں نے ہی پرورش کی اور اب بھی میں ہی اس ی خدمت کرتا رہتا ہوں۔"

حضرت داؤدؑ نے اس کی تعریف کی اور پوچھا "جوناتھن کا بیٹا کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں نے جوناتھن کے بیٹے مفیوست کی بڑی خدمت کی لیکن میرے پاس ہنے کو ٹھکانا نہیں تھا اس لیے عمی ایل نامی رئیس کے بیٹے مکیر کے بیٹے کے ساتھ وہ رہتا ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "مفیوست جہاں بھی رہتا ہو تو اس کو میرے پاس لے کر آ تاکہ میں اس پر ہربانی کروں۔"

ضیباہ مفیوست کو ان کے پاس لے گیا۔

حضرت داؤدؑ کو یہ تو معلوم تھا کہ مفیوست کی دونوں ٹانگیں خراب ہیں اور وہ لنگڑا کر چلتا ہے چنانچہ ب وہ لنگڑاتا ہوا ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا مگر پھر بھی مفیوست سے پوچھا کیا "کیا تو جوناتھن کا بیٹا مفیوست ہے؟"

مفیوست نے جواب دیا "ہاں میں جوناتھن کا بیٹا مفیوست ہوں۔ جب میں پانچ سال کا تھا تو میری ادمہ مجھے لے کر بھاگی تھی اور اسی بھاگنے کے دوران میں اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ میری ونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں اور میں ہمیشہ کے لیے لنگڑا ہوگیا۔ اب میں دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ ول۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "اب تیری پریشانیاں دور ہوگئیں اور میں تیرے باپ جوناتھن کی خاطر تجھ پر ہربانی کروں گا۔"

مفیوست نے پوچھا "کیا مجھے دونوں وقت کا کھانا عزت آبرو سے ملتا رہے گا؟"

حضرت داؤدؑ نے جواب دیا "میں تیرے دادا طالوت اور تیرے باپ جوناتھن کی زمینیں تجھ کو دے دوں گا تاکہ تو اپنے خادموں کے ذریعے ان پر کاشتکاری کروا، فصل تیار کر اور اس سے تیرے مال و زر میں اضافہ ہو۔ رہ گئی دونوں وقت کے کھانے کی بات، تو اب تو ہمیشہ میرے ساتھ میرے دسترخوان پر بیٹھا

کرے گا۔ میں تجھے رہنے کے لیے اپنے محل میں جگہ دوں گا۔"

مفیوست کے لیے یہ مہربانیاں کسی معجزے سے کم نہیں تھیں۔

حضرت داؤدؑ نے ضیاہ کو بلوایا اور اس سے کہا "میں نے سب کچھ، جو طالوت، جوناتھن یا اس کے خاندان کے پاس تھا تیرے آقا کے بیٹے مفیوست کو بخش دیا۔ تو بھی کنبے والا ہے تو اب اپنے بیٹوں اور کچھ نوکروں کو مفیوست کی زرعی زمین پر لگا دے اور فصلیں تیار کرا اور اس کی آمدنی کا کچھ کام کرنے والوں میں تقسیم کر دے اور بقیہ کو اپنے آقا مفیوست کے لیے جمع کرتا رہ کیونکہ تیرا آقا مفیوست اب میرے دسترخوان پر کھانا کھایا کرے گا اور اس کو کھانے کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

اس وقت بھی پندرہ بیٹے اور بیس طالوت خاندان کے نوکر ضیاہ کے ساتھ تھے۔ ضیاہ نے ان سب کا حوالہ دیا اور کہا "میرے لیے مفیوست کی زمین پر کام کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ مفیوست میرا آقا اپنی دونوں ٹانگوں سے صحیح طرح چل نہیں سکتا۔ مگر آپ نے میرے آقا زادے پر جو کرم کیا ہے اس سے وہ اپنی زندگی بہت سکون سے گزار دے گا۔"

اور اسی موقع پر حضرت داؤدؑ پر یہ راز کھلا کہ مفیوست شادی شدہ ہے اور اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ اس انکشاف سے بھی انہیں خوشی ہوئی کہ طالوت اور جوناتھن کی نسل تو چلے گی۔

حضرت داؤدؑ کے اعلان کے بعد ان کے دسترخوان پر مفیوست کی نشست مختص کر دی گئی اور مفیوست حضرت داؤدؑ کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔

○☆○

اسی دوران میں حضرت داؤدؑ کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ نہایت تکلیف دہ اور افسوس ناک واقعہ آج بھی صحیفہ حضرت شموئیلؑ کے دوسرے حصے میں موجود ہے لیکن بخت نصر کے یروشلم پر حملے کے بعد حضرت شموئیلؑ کی کتاب تلف ہو گئی تھی۔ ہم اس افسانے کو آج کی کتاب شموئیل II کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

شام کا وقت تھا۔ حضرت داؤدؑ نے محل کی چھت سے ایک عورت کو دیکھا۔ جب انہوں نے اس عورت کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ وہ العام کی بیٹی بت سبع ہے اور اس کی ہتی اریاہ نامی شخص سے شادی ہو چکی ہے۔

حضرت داؤدؑ نے ہتی اریاہ کو یوآب کے ذریعے بلوایا۔ یوآب جہاد میں مشغول تھا۔ اس نے ہتی اریاہ کو ان کے پاس بھیج دیا مگر خود جہاد پر چلا گیا حضرت داؤدؑ نے اس سے جو بہت سی باتیں کیں، اس میں اس سے یوآب کے بارے میں بھی سوالات کیے گئے تھے۔ مثلاً یہ کہ یوآب کیسا ہے، اس کے ماضی کے چرچے تجھے کیسے لگتے ہیں، لوگوں کا کیا حال ہے؟"

ہتی اریاہ ان سارے سوالوں کے جوابات اپنی معلومات کے مطابق دیتا رہا لیکن وہ یہ سمجھ نہیں سکا کہ حضرت داؤدؑ نے اسے کیوں بلوایا تھا۔ وہ کچھ حیران اور پریشان ضرور تھا۔

حضرت داؤدؑ نے بہت سی باتیں کرنے کے بعد اریاہ کو حکم دیا "اب تو اپنے گھر جا اور اپنے پاؤں دھو لے۔"

اریاہ کو معلوم نہیں کیا فکر لاحق تھی کہ وہ اپنے گھر نہیں گیا۔ بادشاہ کے ملازموں میں ہی سو گیا۔

حضرت داؤدؑ نے اریاہ کے لیے اس کے پیچھے پیچھے ایک خوان بھیجا تھا مگر یہ خوان لے جانے والے واپس آئے اور انہوں نے بتایا کہ "اریاہ گھر نہیں پہنچا۔"

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اریاہ شاہی ملازمین کے ساتھ ہی سو گیا تھا۔

حضرت داؤدؑ نے اریاہ کو تلاش کروایا اور جب وہ آ گیا تو اس سے پوچھا "تو کہاں چلا گیا تھا؟ تجھ کو اپنے گھر جانا چاہیے تھا۔"

اریاہ نے بڑے دکھی لہجے میں کہا "جناب! میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم خیموں میں رہتی ہے اور بہت سے لوگوں نے جھونپڑے بنا رکھے ہیں اور یوآب جو بادشاہ داؤد کا بھانجا، فوج کا سپہ سالار اور ہمارا آقا ہے وہ جہاد میں مشغول ہے اور کھلے آسمان کے نیچے شب و روز گزارتا ہے۔ اب اگر ان حالات میں میں اپنے گھر جاؤں۔ آرام دہ بستر پر اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں تو یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ میری حیات اور جان کی قسم مجھ سے یہ بات نہیں ہوگی۔"

حضرت داؤدؑ نے اریاہ کی باتیں دھیان سے سنیں اور کہا "اچھا اگر یہ بات ہے تو تو آج بھی یہیں رہ جا میں کل تجھے روانہ کر دوں گا۔"

اریاہ دو دن یروشلم میں حضرت داؤدؑ کے نوکروں کے ساتھ رہا اور اپنے گھر نہیں گیا۔

تیسرے دن حضرت داؤدؑ نے اریاہ کو بلوایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد اریاہ نے شراب پی اور بدمست ہو گیا۔ اب اسے صحیح طریقے سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ جھومتا جھامتا، لڑکھڑاتا، دوسروں پر گرتا پڑتا ایک بار پھر شاہی نوکروں میں پہنچ گیا اور ترنگ میں آ کے لیٹے لیٹے آنکھیں بند کر کے گنگناتا رہا۔ وہ کبھی ہنسنے لگتا اور کبھی رونے لگتا۔ اس وقت اسے اپنی زندگی کے مقصد کی فکر تھی اور وہ شاہی نوکروں سے پوچھنے لگتا تھا کہ میں کیوں پیدا کیا گیا ہوں اور میری زندگی کا کیا مقصد ہے۔

شاہی نوکر اس کی باتوں پر ہنستے تھے اور آپس میں پوچھتے تھے کہ آج اسے اپنی زندگی کا مقصد کیوں یاد آ رہا ہے۔

لیکن کوئی بھی شخص اس کی باتیں سننے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور تھا کہ اریاہ کو کوئی اندرونی صدمہ بہت پریشان کر رہا ہے اور اس اندرونی صدمے کے بارے میں اگر کسی کو کچھ معلوم تھا تو وہ زبان نہیں

کھول سکتا تھا۔

صبح اریاہ خود بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا "میرے لیے کیا حکم ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت داؤدؑ نے کہا "تجھ سے بنی اسرائیل کا دکھ دیکھا نہیں جا رہا ہے اور تجھے یہ فکر بھی لاحق ہے کہ میرا بھانجا اور اسرائیلی فوج کا سپہ سالار اپنی قوم کے ساتھ جہاد میں مشغول ہے اور رات دن کھلے آسمان کے نیچے رہتا ہے۔ تیرے بارے میں مجھے لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ تو اپنی پیدائش کا مقصد جاننا چاہتا ہے تو آج میں تجھے تیری زندگی کے مقصد سے آگاہ کردوں گا اور تجھ کو یوآب کے پاس بھیجوں گا تاکہ اس کے ساتھ تو بھی جہاد میں حصہ لے اور خدا کے نزدیک برگزیدہ بن جا۔"

اس کے بعد حضرت داؤدؑ نے یوآب کے نام ایک خط لکھا۔

"اریاہ کو بھیج رہا ہوں۔ یہ بھی جہاد میں حصہ لے گا۔ اسے محاذ جنگ پر آگے آگے ایسی جگہ رکھنا جہاں لڑنے والوں کے لیے سب سے زیادہ خطرہ ہو۔ تم خود اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ تم محفوظ رہو اور اریاہ جاں بحق ہو جائے۔"

یوآب نے خط پڑھ کر میدان جنگ کا مشاہدہ کیا تو اسے فصیل کی دیوار کے پاس سب سے خطرناک جگہ نظر آئی کیونکہ اس جگہ لڑنے والوں کو دو طرف سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ ایک تو دشمن شہر سے نکل کر حملہ آور ہو سکتا تھا دوسرے فصیل کے اوپر سے حملہ ہو سکتا تھا۔

یوآب نے اریاہ سے کہا "یوں تو ہمارا پورا محاذ جنگ جہاد کے لیے موزوں ہے لیکن بہادری اور غیر معمولی کارنامے کی انجام دہی کے لیے فصیل کے نیچے بہادروں کی جگہ ہے۔"

یوآب نے اپنی فوج کے کئی منتخب بہادروں کو بھی فصیل کے نیچے بھیج دیا۔

ابھی سورج دو ہاتھ بلند ہوا ہوگا کہ دشمن کی فوج شہر سے باہر آگئی۔ اریاہ چند بہادروں کے ساتھ پہلے ہی فصیل کے نیچے پہنچ چکا تھا۔

خوف ناک جنگ شروع ہوگئی۔ اریاہ کو جنگ کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا۔ وہ بہت جلد دشمنوں میں گھر گیا۔ وہ اپنے مقابل فوجیوں کا کسی نہ کسی حد تک مقابلہ کر سکتا تھا مگر اس کے ساتھ زیادتی یہ ہوئی کہ اوپر فصیل سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ تیروں کے ساتھ ساتھ پتھر بھی پھینکے گئے اور اس معرکے میں کئی نامور بہادر بھی مارے گئے۔ انہیں کے ساتھ اریاہ بھی قتل کر دیا گیا۔

یوآب کو اپنے دو خاص آدمیوں کے مارے جانے کا دکھ ہوا۔ ان میں سے ایک کا نام ابی یملک تھا اور دوسرے کا نام نبیض تھا۔ اس دوسرے پر کسی عورت نے فصیل کے اوپر سے چکی کا پاٹ پھینک دیا تھا جس سے اس کا سر پاش پاش ہوگیا۔

اریاہ پر تیروں سے بھی حملہ ہوا تھا اس لیے اس کے بچنے کا امکان ہی ختم ہوگیا تھا۔

یوآب کو یہ ڈر تھا کہ حضرت داؤدؑ اپنے نامور اور بہادر آدمیوں کے شہید ہو جانے سے آزردہ ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ وہ یوآب سے جواب طلب کریں کہ اس نے اپنے نامی سرداروں کو خطرے کی جگہ پر کیوں جانے دیا۔ یوآب نے قاصد کو خوب سمجھایا بجھایا۔

یوآب کے قاصد نے ساری ہدایتیں سننے کے بعد پوچھا "اور اگر واقعی انہوں نے مجھ سے یہ سوال کر دیا۔ ان کے دو بہادر جوان کیوں مارے گئے تو میں انہیں کیا جواب دوں گا؟"

یوآب نے کہا "تب پھر تم انہیں بتا دینا کہ اس خطرناک معرکے میں ان کا بھیجا ہوا حتی اریاہ بھی میدان جنگ میں کام آگیا۔ امید ہے کہ اس خبر سے وہ تجھ سے مطمئن ہو جائیں گے اور تو ان کے سوال و جواب سے بچ جائے گا۔"

قاصد میدانِ جنگ سے یوآب کا پیغام لے کر حضرت داؤدؑ کے پاس پہنچا اور میدان جنگ کا کچھ ایسا سماں باندھا کہ وہ دلچسپی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔

قاصد نے کہا "میرے آقا بہت سخت مقابلہ ہوا اور وقتی طور پر وہ ہم پر غالب آگئے اور ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمارے آدمیوں کو شہید کرنے لگے پھر ہم سنبھل گئے اور ایسا زبردست جوابی حملہ کیا کہ ہمارے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ہم نے ان کو پھاٹک تک رگیدا اور اس دوران اچانک اوپر فصیل سے تیر اندازوں نے تیر برسانا شروع کر دیے اور اس میں ہمارے کئی بہادر مارے گئے۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "مثلاً کوئی ایک نام ہمارا کون سے بہادر مارا گیا؟"

قاصد نے جواب دیا "یربست کے بیٹے ابی یملک پر فصیل سے پتھر گرایا گیا اور آپ کا خادم حتی اریاہ بھی اسی فصیل کے نیچے قتل ہوا، یوآب کو ان جانی نقصانوں سے بہت دکھ پہنچا۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "میدانِ جنگ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم یوآب سے کہہ دینا کہ تلوار جس طرح ایک کو قتل کر دیتی ہے اسی طرح قتل کرنے والے کو بھی قتل کر دیتی ہے۔ یوآب کو اپنے بہادروں کے قتل سے ناخوش اور آزردہ نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ شہر کو فتح کرلو اور پھر اسے ڈھادو۔"

حتی اریاہ کی موت کی خبر اس کی بیوی بت سبع کو پہنچی تو وہ اپنے شوہر کے غم میں ماتم کرنے لگی اور سوگ میں بیٹھ گئی۔

جب سوگ کے دن پورے ہوگئے تو بت سبع کو حضرت داؤدؑ نے اپنی بیوی بنالیا اور اپنے محل میں رکھ لیا۔

حالانکہ اس وقت حضرت داؤدؑ کی اور بہت سی بیویاں بھی تھیں۔ ایک روایت میں ان کی تعداد ننانوے بتائی گئی ہے۔

حضرت داؤدؑ اپنے محل کے عبادت خانے میں مصروف تھے کہ اچانک ان کی نظر دو آدمیوں پر پڑی

وہ حیران ہوئے کہ یہ اجنبی ان کی عبادت گاہ میں کس طرح داخل ہوئے۔

حضرت داؤدؑ نے ان دونوں سے پوچھا "تم دونوں یہاں کس طرح آگئے' میں حیران ہوں؟"

دونوں میں سے ایک نے کہا "آپ کے اس سوال کا جواب مل جائے گا ہم دونوں غرض مند ہیں اور غرض مند کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے دونوں سے کہا "مگر مجھے تو یہی لگتا ہے کہ تم دونوں تو دیوار توڑ کر اندر آئے ہو کیونکہ محل کے دربان زیرِ استعمال راستوں سے کسی کو نہیں آنے دیتے۔"

دونوں میں سے ایک نے کہا "ہم نے کہا تو کہ آپ صبر سے کام لیں اور پہلے ہمارا مقدمہ نمٹائیں اس کے بعد آپ کو ہمارے یہاں تک آنے کا راستہ بھی معلوم ہو جائے گا۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم دونوں اپنا مقدمہ ہمارے سامنے پیش کرو۔"

ایک نے کہا "جناب! میرے اس ساتھی نے مجھ پر بڑی زیادتی کی ہے مگر یہ اسے زیادتی نہیں سمجھتا۔"

حضرت داؤدؑ نے دوسرے سے پوچھا "تو نے اپنے ساتھی پر کیا ظلم کیا ہے' میں صحیح انصاف کروں گا۔"

پہلے نے کہا "اے داؤد! میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اور میرے ساتھی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور یہ مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی مجھے دے دے۔ میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے اور میں اپنی یہ دنبی کیوں اس کو دے دوں۔"

حضرت داؤدؑ نے ننانوے دنبیاں رکھنے والے سے پوچھا "تیرے اس ساتھی نے تیرے خلاف جو مقدمہ دائر کیا ہے کیا تو اس سے اتفاق کرتا ہے؟"

ساتھی نے جواب دیا "ہاں میرے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور مجھے اس کی ایک دنبی بہت پسند آگئی ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی اگر اس کی ایک دنبی بھی تجھے پسند آگئی ہے تو تو کیا اس سے زبردستی لے لے گا؟"

ننانوے دنبی والے نے جواب دیا "ہاں میں زبردستی لے لوں گا کیونکہ میں اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں۔"

حضرت داؤدؑ نے غصے میں کہا "تو کس طرح زبردستی لے لے گا۔ یہ میری عدالت ہے اور میری اس عدالت سے کوئی بھی ظلم کرنے والا نہیں بچ سکتا۔"

دونوں ساتھی ہنسنے لگے۔ ننانوے دنبیاں رکھنے والے نے کہا "اے داؤد! آپ مجھے کوئی سزا اس لیے نہیں دے سکتے کہ جس زیادتی کی سزا آپ مجھے دیں گے وہی زیادتی آپ بھی حتی ارباہ سے کر چکے

ہیں۔ آپ کو ننانوے بیویاں حاصل تھیں اور حتی ارباہ کی صرف ایک بیوی تھی مگر آپ نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا اور حتی ارباہ کی بیوی کو پہلے بیوہ کرایا اور اس کے بعد اسے اپنے حرم میں ڈال لیا۔ اللہ کو آپ کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔"

حضرت داؤدؑ کو خجالت ہوئی اور ان دونوں سے پھر وہی سوال کیا "مگر تم دونوں ہو کون اور تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔؟"

ایک نے کہا "ہم دونوں انسان نہیں' فرشتے ہیں اور ہم آپ کے پاس اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔"

حضرت داؤدؑ کو اس مقدمے کے فیصلے کا دکھ تو ہوا مگر اب انہیں یہ خوف ستا رہا تھا کہ اللہ ان سے ناراض ہے۔ وہ سجدے میں گر گئے اور اللہ سے معافی مانگنے لگے۔

وہ دونوں فرشتے جس طرح مدعی اور مدعا علیہ بن کر اچانک آئے تھے اسی طرح اچانک غائب بھی ہو گئے۔

اس مقدمے والے واقعے کو کتاب شموئیلؑ دوم میں کسی اور طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت داؤدؑ کے ایک ہم عصر رسول حضرت ناتنؑ تھے خداوند نے حضرت ناتنؑ کو حضرت داؤدؑ کے پاس بھیجا۔

حضرت ناتنؑ نے کہا "اے داؤد! ایک دور دراز شہر سے میرے پاس ایک مقدمہ آیا ہے۔ میں اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکا اس لیے آپ سے مدد لینا پڑ رہی ہے کیونکہ آپ کو خدا نے حکومت بھی دی ہے اور انصاف کرنے کی صلاحیت بھی۔"

حضرت داؤدؑ نے ان سے پوچھا "آپ اپنا مقدمہ بیان کریں پھر میں اپنا فیصلہ سناؤں گا۔"

حضرت ناتنؑ نے کہا "جس دور دراز شہر کا میں نے ذکر کیا وہاں دو ایسے شخص رہتے ہیں کہ ان میں سے ایک تو امیر ہے اور دوسرا غریب۔ امیر کے پاس بہت سے ریوڑ اور گلے ہیں جبکہ غریب کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ بھی نہیں اور اس پٹھیا کو بھی اس نے خریدا ہے۔ وہ پٹھیا اس کے بچوں کے ساتھ کھاتی پیتی رہتی اور اس کی گود میں سوتی تھی۔ اسی دوران میں امیر کے پاس کوئی مسافر مہمان آیا۔ امیر آدمی چاہتا تو اپنے ریوڑ اور گلے میں سے کوئی جانور لے سکتا تھا مگر اس نے اس غریب کی بھیڑ لے لی اور اسے اپنے مہمان کے لیے پکایا اور کھلایا۔"

حضرت داؤدؑ کو انتہائی غصہ آیا انہوں نے حضرت ناتنؑ سے کہا "خداوند کی حیات کی قسم' جس شخص نے یہ ظلم کیا ہے' وہ واجب القتل ہے اور اس شخص کو اس بھیڑ کا چوگنا بھرنا پڑے گا۔"

حضرت ناتنؑ نے کہا "وہ شخص تو خود ہے۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے

مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور میں نے تجھے طالوت کے ہاتھ سے چھڑایا۔ میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دے دیا۔ اسرائیل اور یہوداہ کا گھرانا تجھ کو دیا گیا۔ یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو مجھ سے کچھ کہتا تو سہی کہ میں تجھ کو اور چیزیں بھی دے دیتا۔ تو نے خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اس کے حضور بدی کی ہے اور تو نے حتی ارباہ کو قتل کروا کے اس کی بیوہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یاد رکھ کہ اب تیرے گھر سے تلوار کبھی الگ نہ ہوگی۔ کیونکہ تو نے مجھے حقیر جانا اور حتی ارباہ کی بیوی لے لی۔ خداوند فرماتا ہے کہ دیکھ میں شہر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤں گا۔ حضرت داؤدؑ کو احساس ہوا کہ ان سے واقعی زیادتی ہوئی۔ انہوں نے حضرت ناتنؑ سے کہا "واقعی میں نے خداوند کا گناہ کیا ہے۔"

حضرت ناتنؑ نے کہا "خدا نے تم کو معاف کیا اور تمہارا گناہ بخشا گیا۔ تو مرے گا بھی نہیں یعنی تیرا نام امر ہو جائے گا اور تیری اولاد بھی شہرتِ دوام حاصل کرے گی۔"

حضرت داؤدؑ نے یہ باتیں بت سبع کو بتائیں۔ اسی عورت سے حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے۔

قرآن پاک میں اس واقعے کو سورہ ص میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "اور کیا تجھ کو ان دعوے والوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار کود کر عبادت خانے میں گھس آئے اور داؤد کے پاس، تو داؤد ان سے گھبرایا وہ بولے "گھبراؤ نہیں ہم دونوں جھگڑ رہے ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو ہمارے درمیان انصاف کے مطابق فیصلہ کر دے اور ٹالنے والی بات نہ کر اور ہم کو سیدھی راہ بتا۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے یہاں ایک دنبی ہے پس یہ کہتا ہے کہ وہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور مجھ سے یہ گفتگو میں تیز ہے۔" داؤد نے کہا "وہ دنبیوں میں ایک دنبی کو ملانے کے لیے جو ایک سوال کرتا ہے ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں اور یہ جو کہ ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک۔ ایسے بہت کم ہیں۔

اور داؤد کے خیال میں گزرا کہ ہم (اللہ) نے اس کا امتحان لیا ہے پس وہ اپنے رب سے مغفرت چاہنے لگا اور جھک کر سجدے میں گر گیا اور اللہ سے رجوع کیا اور پھر ہم (اللہ) نے اس کو وہ کام معاف کر دیا اور اس کے لیے ہمارے پاس عزت کا مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا اور اے داؤد ہم نے تجھ کو اپنا خلیفہ (نائب) مقرر کیا ہے سو تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکومت کر اور نفس کی خواہش پر نہ چل کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے بھٹکائے۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے معاملات کو چار دنوں پر اس طرح تقسیم کر دیا تھا۔

ایک دن خالص عبادت الٰہی کے لیے۔

ایک دن مقدمات کے فیصلوں کے لیے۔

ایک دن خالص اپنی ذات کے لیے۔

ایک دن بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لیے۔

حضرت داؤدؑ حجرہ بند کر کے عبادت کیا کرتے تھے تاکہ کوئی دخل انداز نہ ہو سکے چنانچہ عبادت والے دن حضرت داؤدؑ تک کسی کا پہنچنا سخت دشوار تھا اور بنی اسرائیل سے ان کا تعلق منقطع ہو جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بقول ایک مرتبہ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ازراہِ فخر عرض کیا "بارالٰہا دن اور رات میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں گزرتی کہ داؤد یا آل داؤد میں سے کوئی شخص ایک لمحے کے لیے بھی تیری تسبیح و تہلیل میں مشغول نہ رہتا ہو۔"

اللہ کو اپنے مقرب پیغمبر حضرت داؤدؑ کا یہ فخریہ انداز پسند نہ آیا اور وحی آئی "داؤد! یہ جو کچھ بھی ہے صرف ہماری اعانت اور ہمارے فضل و کرم کی وجہ سے ہے ورنہ تجھ میں اور تیری اولاد میں یہ قدرت کہاں کہ وہ اس نظم پر قائم رہ سکیں اور اب جب کہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے تو میں تم کو آزمائش میں ڈالوں گا۔"

حضرت داؤدؑ نے عرض کیا "خدایا جب ایسا ہو تو پہلے سے مجھ کو اطلاع دے دی جائے۔"

لیکن آزمائش کے معاملے میں حضرت داؤدؑ کی استدعا قبول نہیں ہوئی اور حضرت داؤدؑ کو اس طرح فتنے میں ڈال دیا گیا جس کا سورہ ص میں ذکر ہوا ہے۔

جب یہ قضیہ دنبوں سے متعلق داؤد کے سامنے پیش ہوا تھا تو وہ اس میں اس حد تک مشغول ہو گئے کہ عبادت بھی نہیں کر سکے اور حسب اتفاق آل داؤد میں سے بھی اس وقت کوئی عبادت الٰہی میں مصروف نہ تھا۔

حتی ارباح اور اس کی بیوی بت سبع کے واقعے کو ابو البیان مولانا محمد عبد المنان نے اپنی کتاب قصص الانبیا میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب اللہ تعالیٰ نے ارباہ کے ذریعے حضرت داؤدؑ کو معاف کر دیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسی خوشی کی حالت میں اپنے محل میں داخل ہوئے۔"

بنی اسرائیل نے حضرت داؤدؑ کو چالیس دن تک انتہائی افسردہ اور غم دیدہ اور سرگرداں دیکھا تھا اب جو انہوں نے داؤدؑ کو خوش و خرم دیکھا تو بہت خوش بھی ہوئے اور حیران بھی پوچھا۔ "اے اللہ کے نبی! ہم نے آپ کو تقریباً چالیس دن تک روزے رکھتے دیکھا ہے۔ آپ نے تو کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا مگر آج آپ بے حد خوش ہیں اور کھانا پینا شروع کر دیا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے جواب دیا "لوگو! خدا نے مجھ کو اپنا خلیفہ کیا اور مجھے تم پر نبی بنا کر بھیجا۔ خدا نے

مجھ کو منع فرمایا تھا کہ داوٗد نفس امارہ کے پیچھے مت پڑنا ورنہ خراب ہو جاؤ گے۔ میں نے اس بات کا خیال نہ کیا اور اللہ کی تاکید کو بھلا دیا اور اسی بھول میں میں نے نفس امارہ کی پیروی کی۔ ایک شخص جس کا نام اریاہ تھا میں نے اس کو مغالطہ دے کر جہاد میں بھیجا وہ وہاں شہید ہو گیا میں یہی چاہتا تھا کہ جب وہ شہید ہو جائے تو میں اس کی بیوی سے نکاح کر لوں چنانچہ میں نے اریاہ کی شہادت کے بعد اس کی بیوی بت سبع سے شادی کر لی اسی پاداش میں اللہ نے مجھ کو کچھ عرصہ بلا میں مبتلا رکھا۔ اب مجھے معافی مل گئی ہے تو میں تم سب کو خوش نظر آ رہا ہوں۔"

حسن بصری سے روایت ہے کہ عہد داؤدی میں خطا کاروں کی خوراک روٹی پر نمک چھڑکا ہوا کھانا ہوا کرتی تھی چنانچہ حضرت داوٗدؑ بھی روٹی پر نمک چھڑک کر کھایا کرتے تھے اور گناہ کے معاف ہونے کے بعد بھی اپنی انکساری اور عاجزی کی وجہ سے روٹی پر نمک چھڑک کر کھاتے رہے۔

حضرت جبرائیلؑ نے انہیں یہ مژدہ سنایا کہ اے داوٗد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) "پس ہم نے معاف کر دیا اس کا وہ کام اور اس کا ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا۔" (سورہ ص)

حضرت داوٗدؑ بیت المقدس کے منبر پر چڑھ کر خدا کا شکر بجا لائے اور عرض کیا "اے اللہ تو نے میری توبہ قبول فرمائی۔ میں بے حد شکر گزار ہوں۔"

انہیں جواب میں غیب سے آواز آئی "ہاں تمہاری توبہ میں نے قبول کی۔"

حضرت داوٗدؑ نے عرض کیا "اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ اپنی خطا کہیں بھول نہ جاؤں اس لیے تو میرے بدن پر خطا کا ایک ایسا نشان رکھ دے کہ مجھے اس نشان کو دیکھنے سے اپنا گناہ یاد آتا رہے۔"

اللہ نے ان کی درخواست اور خواہش پر ان کی داہنی ہتھیلی پر ایک نشان پیدا کر دیا۔

حضرت داوٗدؑ ہمیشہ اس نشان کو دیکھتے رہتے تھے اور بار بار استغفار پڑھتے رہتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب وہ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھتے تو وہ اپنے ہاتھ کا نشان دوسروں کو بھی دکھاتے تھے اور اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔

اللہ نے انہیں عدل و انصاف کی تلقین کی تھی چنانچہ انہوں نے انصاف کرنے میں بھی مثال قائم کر دی۔

حضرت داوٗدؑ کی عدالت میں ایک عجیب و غریب اور پیچیدہ مقدمہ آیا اس مقدمے کے فریقوں میں سے ایک کاشت کار تھا اور دوسرا گلے بان۔

کاشت کار نے ان سے شکایت کی کہ گلے بان کے مویشیوں نے اس کی ساری فصل چر ڈالی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

حضرت داوٗدؑ نے گلے بان سے پوچھا "کیا یہ تجھ پر صحیح الزام لگا رہا ہے؟"

گلے بان نے جواب دیا "میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میری کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے میرے مویشی اس کی فصل چر گئے۔ میں اس کا نقصان بھرنے کو تیار ہوں۔"

حضرت داوٗدؑ نے کہا تیری پوری فصل کی مالیت کیا ہو گی؟"

کاشت کار نے جواب دیا "آپ کے پاس ماہر موجود ہیں۔ آپ ان میں سے میری فصل کی مالیت کا اندازہ لگوائیں کیونکہ اگر میں کچھ بتاؤں گا تو اس شخص کو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے۔"

حضرت داوٗدؑ نے چند ایسے آدمی بلوائے جو زراعت سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں زرعی حساب کتاب میں مہارت حاصل تھی۔ ایک ماہر نے کاشت کار کی تباہ شدہ فصل کی مجموعی قیمت بتا دی لیکن نہایت رازداری سے کہ دونوں فریقوں کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

حضرت داوٗدؑ نے ریوڑ والے سے پوچھا "تیرے پاس کل کتنے مویشی ہیں؟"

گلے بان نے اپنے جملہ مویشیوں کی تعداد بتا دی۔

اب حضرت داوٗدؑ نے ایک ایسے شخص کو طلب کیا جو مویشیوں کی خرید و فروخت کرتا رہتا تھا۔ اس کو حکم دیا کہ "اس گلے بان کے کل ریوڑ کی کیا مالیت ہو گی؟"

مویشیوں کے اس ماہر تاجر نے ریوڑ والے کو الگ لے جا کر اس کے مویشیوں کی قسمیں اور ان کی تعداد معلوم کی اور پھر ان سب کی مجموعی قیمت سے حضرت داوٗدؑ کو چپکے سے آگاہ کر دیا۔

اب حضرت داوٗدؑ نے دونوں فریقوں کے سامنے فصلوں اور مویشیوں کی مجموعی قیمتیں رکھ دیں اور دونوں سے کہا "فصل کی قیمت زیادہ نکلتی ہے اور مویشیوں کی قیمت کم' اس لیے اپنے سارے مویشی کاشت کار کو دے دے اور چپ چاپ اپنے گھر چلا جا۔"

مقدمے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ کاشت کار خوش تھا کہ اسے اپنی تباہ فصل کے بدلے مویشیوں کا ایک ریوڑ مل گیا تھا اور گلے بان انتہائی افسردہ تھا کہ وہ بالکل ہی برباد ہو گیا تھا۔

جب یہ مقدمہ پیش ہوا تھا تو حضرت داوٗدؑ کے گیارہ سالہ فرزند اور ولی عہد سلطنت حضرت سلیمانؑ باہر موجود تھے۔ انہیں بھی اس مقدمے کا علم تھا۔ اندر سے گلہ بان اداس اور افسردہ باہر نکلا تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے دریافت کیا "تیرے مقدمے کا کیا فیصلہ ہوا؟"

گلے بان نے رو رو کر پوری تفصیل سنا دی اور کہا "ولی عہد سلطنت! میں تو برباد ہو گیا۔"

حضرت سلیمانؑ نے اسے روک لیا اور کہا "مجھے اپنے مقدمے کی اور والد کے فیصلے کی روداد سنا۔"

گلے بان نے ساری روداد سنا دی تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے کہا "ابھی فیصلے پر عمل در آمد تو نہیں ہوا۔ میرے ساتھ آ' میں یہ فیصلہ بدلوا دوں گا اور ایسا فیصلہ کرواؤں گا جس سے دونوں فریق خوش رہیں اور کسی کو نقصان نہ پہنچے۔"

حضرت سلیمانؑ اندر گئے اور حضرت داوٴدؑ سے مقدمے کے فیصلے کے بارے میں دریافت کیا۔

حضرت داوٴدؑ نے گلے بان کو ان کے ساتھ اندر آتے دیکھا تو پوچھا "کیا بات ہے تو واپس کیوں آگیا۔"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "اس کو میں واپس لایا ہوں کیونکہ اس نے آپ کے فیصلے کا جو ذکر کیا تو مجھے اس سے اختلاف ہوا۔ فیصلہ یہ نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ ایسا کیا جائے کہ دونوں فریقوں کو اس فیصلے سے نقصان نہ پہنچے۔"

حضرت داوٴدؑ نے جواب دیا "ایسا فیصلہ ممکن تو نہیں ہے لیکن اگر تمہارے ذہن میں کوئی ایسا فیصلہ ہے تو مجھے بتاوٴ میں اس پر غور کروں گا۔"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "زمانے کے مروجہ قانون میں چور کو غلام بنا دیا جاتا ہے۔ اس مقدمے میں فصل کی چوری ہوئی ہے لیکن چوری کسی انسان نے نہیں کی ہے اس کے مویشیوں نے کاشت کار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اب اس کے سارے مویشی عارضی طور پر کاشت کار کے حوالے کر دیے جائیں اور گلے بان کو اس کے چاکر کی حیثیت سے اس کی نئی فصل کی تیاریوں میں لگا دیا جائے اور جب تک فصل تیار نہ ہو جائے کاشت کار اس کے مویشیوں کے دودھ سے فائدے اٹھاتا رہے اور جب فصل تیار ہو جائے تو گلے بان کو اس کے مویشی واپس دے دیے جائیں۔"

حضرت داوٴدؑ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ انہوں نے حضرت سلیمانؑ کی بڑی تعریفیں کیں اور اسی فیصلے پر عمل در آمد ہوا گلے بان نئی فصل تیار کرتا رہا اور جب یہ فصل تیار ہو گئی تو اسے کاشت کار کے حوالے کر دیا گیا اور مویشیوں کا ریوڑ گلے بان ... کو واپس مل گیا۔

حضرت داوٴدؑ پر وقتاً فوقتاً زبور نازل ہوتی رہی۔ یہ مشہور ہے حضرت داوٴدؑ بادشاہ ہونے کے باوجود اپنی روزی اپنے ہاتھ کی محنت سے پیدا کرتے تھے۔ اپنی اور اپنے متعلقین کی معاشی ضروریات اپنی کمائی سے پوری کرتے تھے۔

انہوں نے اللہ سے درخواست کی تھی کہ انہیں شاہی خزانے کا محتاج نہ بنایا جائے۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں میں یہ معجزہ عطا کیا گیا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس نرم لوہے سے اپنی پسند اور مرضی کی چیزیں بنا لیا کرتے تھے۔ حضرت داوٴدؑ کے وقت تک زرہ بکتر پیتل کی بنا کرتی تھی اور کسی نے زرہ بکتر جیسی لوہے کی کوئی چیز نہیں بنائی تھی۔ یہ ایک بھونڈی سی شکل کی چیز ہوتی ہے کہ بہت سے لوہے کے ٹکڑے کاٹ کے اور انہیں آپس میں جوڑ کر لباس بنا لیتے تھے اور اس سے جسم ڈھانپ لیتے تھے ان فولادی ٹکڑوں سے بچت تو ہو جاتی تھی مگر یہ اتنے وزنی ہو جاتے تھے کہ انہیں پہن کے آدمی جنگ نہیں لڑ سکتا تھا اور اس سے وہی طاقت ور لوگ کچھ فائدے اٹھا سکتے تھے جو اسے پہن کے حرکت کر سکتے تھے۔

لیکن جب حضرت داوٴدؑ کو یہ معجزہ حاصل ہو گیا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں جاتے ہی نرم پڑ جاتا تھا تو انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور جنگی ضروریات کی کئی چیزیں لوہے سے تیار کیں۔

سب سے پہلے انہوں نے لوہے کی پتلی پتلی زنجیروں کے ذریعے زرہ بکتر تیار کی اس ہلکی پھلکی فولادی زرہ بکتر کو کوئی بھی پہن سکتا تھا۔ ان کی یہ ایجاد بہت مشہور ہوئی اس سے ان کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔

حضرت داوٴدؑ کو اپنے بیٹے ابی سلوم سے بڑی محبت تھی۔ یہ صاحب زادے حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بنی اسرائیل ابی سلوم کو بے حد پسند کرتے تھے۔ یہ جوان ہوا تو حاسدوں نے باپ بیٹے میں اختلافات پیدا کروا دیے اور ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

○☆○

بنی اسرائیلی حضرت داوٴدؑ سے عجیب و غریب فرمائشیں کیا کرتے تھے اور حضرت داوٴدؑ کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنی قوم کی فرمائشیں پوری کریں۔ شہر میں ایک بہت بڑا تاجر اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ مال تجارت لے کر دوسرے ملکوں اور شہروں میں جایا کرتا تھا۔ اس تاجر کی ایک ہی اولاد نرینہ تھی۔ نوکر چاکر اس تاجر کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ ایک سفر کے دوران قافلے پر حملہ ہوا ڈاکووٴں نے سب کچھ لوٹ لیا۔ قافلے والے قتل کر دیے گئے۔ تاجروں کے نوکروں میں سے ایک بچ گیا۔ وہ اپنے بقول اپنی جان بچا کر شہر واپس آگیا۔ اس نے تجارت شروع کر دی اور بہت جلد ترقی کر کے بہت بڑا تاجر بن گیا جب کہ اس کے آقا کا خاندان تباہ و برباد ہو گیا جو کچھ شہر میں باقی بچا تھا وہ بھی کھانے پینے میں خرچ ہو گیا۔

تاجر کی بیوہ کو اپنی بربادی کا اتنا دکھ ہوا کہ اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے بیٹے سے کہا "بیٹے! ہم نے اس شہر میں اپنی زندگی بڑی آن بان اور شان و شوکت سے گزاری ہے۔ اب اگر عسرت میں یہاں رہیں گے تو یہ اندیشہ ہے کہ ہمیں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔"

لڑکے نے اپنی سمجھ کے مطابق اپنی ماں کو مشورہ دیا "ماں! اپنے داوٴد بادشاہ کی رحم دلی اور انصاف پروری کے بڑے چرچے ہیں کیوں نہ ہم دونوں بادشاہ کے پاس چلیں اور اسے اپنی بربادی کی داستان سنائیں اور اس سے مدد حاصل کریں۔"

ماں نے بیٹے کی اس تجویز سے اختلاف کیا اور کہا "بیٹے! ابھی تو اس لائق نہیں ہے کہ بادشاہ کی دی ہوئی مدد سے کاروبار کر سکے ہمیں اللہ پر بھروسا کرنا چاہئے کہ وہ ضرور کوئی بہتری کی راہ پیدا کرے گا۔ سر دست تیری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اپنے شہر کا یہ مکان فروخت کر دیں اور اپنے بچے کچھے سرمائے کے ساتھ کسی کم آباد بستی کے قریب اپنا جھونپڑا بنائیں اور قریب کے جنگل سے اپنی ضروریات زندگی

پوری کر لیا کریں اور بستی والوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔"

بیٹے کو یہ تجویز پسند آئی اور دونوں شہر چھوڑ کر ایک جنگل کے قریب والے قصبے سے الگ تھلگ مکان بنا کے رہنے لگے۔ اب ان دونوں کے شب و روز کے بیشتر اوقات اللہ کی عبادت میں گزر جاتے۔ جب بھوک لگتی تھی تو جنگل میں پہنچ کے پھل تلاش کرتے۔ انہیں چند بڑے بڑے انار مل جاتے تھے اور دونوں ان اناروں سے سیر ہو جاتے تھے۔

شہر میں ان کے نوکر نے جو غیر معمولی ترقی کر لی تھی اسے ان دونوں کا کبھی خیال نہ آیا۔ وہ بڑی نمائشی ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے شوقیہ طور پر ایک خوب صورت گائے پال رکھی تھی اور وہ اس گائے پر زری کے کپڑے ڈال کر سجا کر نمائش کے لیے بازار میں چھوڑ دیا کرتا تھا۔

اسی دوران بنی اسرائیل نے حضرت داؤدؑ سے کہا "حضرت! آپ ہمیں قیامت کے بارے میں بہت کچھ بتا چکے ہیں۔ لیکن وہ حالات ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ احوالِ قیامت کو اس دنیا میں دکھا دیں تاکہ ہمارا قیامت پر یقین پختہ ہو جائے۔"

بنی اسرائیل کے مطالبے میں شدت پیدا ہوئی تو حضرت داؤدؑ کے اضطراب اور بے چینی کو دیکھتے ہوئے حضرت جبرائیلؑ نے ان کو اللہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ لوگوں سے آپ یہ کہہ دیں کہ ان کے عید تہوار میں کچھ دن باقی ہیں۔ وہ صبر سے کام لیں۔ عید کے موقع پر انہیں احوالِ قیامت سے ملتے جلتے واقعات کا مشاہدہ کروا دیا جائے گا۔

ایسا لگتا تھا جیسے خدا نے بنی اسرائیل کے لیے مقتول تاجر، اس کے خوش حال نوکر اور مقتول کی بیوہ اور یتیم بیٹے کے لیے یہ بساط بچھائی تھی۔ انہیں اس حال میں کئی سال گزر چکے تھے۔ لڑکے کو عمر کے ساتھ شعور آنے لگا۔ اسے یہ زندگی اور جنگلی میووں پر گزر بسر گراں گزرنے لگی۔ اسے جنگل میں کوئی اور میوہ ملتا یا نہ ملتا مگر ایک انار کے درخت سے دو بڑے بڑے انار ضرور مل جاتے تھے اور ان سے یہ دونوں سیر ہو جاتے تھے۔

اس لڑکے کا بستی کے لڑکوں سے میل جول بڑھا تو بستی کے لڑکے اس کی قناعت پسندانہ زندگی کا مذاق اڑانے لگے۔ انہوں نے کہا "شہر میں تو کھانے کی بہت سی چیزیں موجود ہوتی ہیں پھر ان کو چھوڑ کر جنگلی پھلوں پر گزر بسر کہاں کی عقل مندی ہے۔"

اس لڑکے پر قصبے کے لڑکوں کی باتوں کا خاصا اثر ہوا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا "ماں! ہم یہاں کب تک جنگلی پھلوں اور انار پر گزر بسر کریں گے کیوں نہ شہر واپس چلیں اور یہاں سے بہتر زندگی گزاریں۔"

ماں نے بیٹے کو سمجھایا "بیٹے! ہم یہاں اللہ پر تکیہ کیے ہوئے خود غرض دنیا کے احسانات سے بے نیاز اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم نے چونکہ اللہ پر بھروسا کیا ہے اس لیے اس نے ابھی تک مایوس

نہیں کیا لیکن آج تو نے جو یہ باتیں کی ہیں ان سے میں ڈر رہی ہوں کہ کہیں اللہ ہمیں اپنے بندوں کے حوالے نہ کر دے۔"

چنانچہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ دونوں ماں بیٹے پھلوں کی تلاش میں گھومتے پھرتے رہے مگر انہیں کسی درخت سے کوئی پھل نہیں ملا اور جس انار کے درخت سے ان کو ہر حال میں دو انار مل جایا کرتے تھے اس درخت پر بھی کوئی انار نہیں تھا۔ ناچار دونوں بھوکے اپنے گھر واپس آ گئے۔

ماں نے بیٹے سے کہا "بیٹے! تو نے اللہ پر توکل نہیں کیا، اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔"

بیٹے نے کہا "ماں! اسی لیے تو کہتا ہوں کہ آپ شہر واپس چلیں وہاں ان درختوں کی محتاجی تو نہیں ہو گی۔"

بھوک نے ان دونوں کو بہت تنگ کر رکھا تھا کہ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

بیٹے نے دروازہ کھول کے دیکھا تو وہاں اس کے باپ کے نوکر نو دولتیے ملازم تاجر کی سجی سجائی گائے کھڑی ہوئی تھی۔

لڑکے نے باہر نکل کے ادھر ادھر دیکھا کہ دروازے پر دستک کس نے دی اور واپس آ کر بے خیالی میں کہنے لگا "یہ کون تھا جو دستک دے کر بھاگ گیا۔"

اچانک گائے کی طرف سے آواز آئی "یہ دستک میں نے دی تھی"

لڑکے نے جو کچھ سنا تھا اس پر اسے یقین نہیں آیا کہ گائے بھی اس کے سوال کا جواب دے سکتی ہے۔ گائے کی طرف سے پھر آواز آئی "تم یقین کرو کہ میں نے ہی دروازے پر دستک دی تھی اور میں نے ہی تم سے گفتگو کی ہے۔"

لڑکے نے کہا "تم ٹھہرو میں اپنی ماں کو بلاتا ہوں۔"

لڑکا ماں کو بلا لایا "ماں! یہ عجیب و غریب گائے باتیں کرتی ہے۔"

گائے نے ماں سے کہا "تم دونوں بھوکے ہو اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

ماں نے بھی حیرت سے پوچھا "تو بات کر رہی ہے مگر تو ہے کون؟"

گائے نے جواب دیا "میں اسی نو دولتیے تاجر کی گائے ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں بہت بھوکے ہو۔ مجھے ذبح کر کے اپنی بھوک مٹا لو۔"

ماں نے پوچھا "تجھے ہم دونوں بھوکوں کے پاس اگر کسی نے بھیجا بھی ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم دونوں بھوکے ہیں اور تیرے کہنے سے تجھ کو ذبح کر کے تیرے مالک کی اجازت کے بغیر کھا لیں گے۔ اس طرح تو ہماری عبادت اور ریاضت بھی ضائع جائے گی۔"

ماں نے بیٹے سے کہا "بیٹے! شیطان ہم دونوں کے ایمان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اندر آ جا اور دروازے

کو اندر سے بند کر لے۔"

دونوں اندر واپس آگئے اور دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

وہ دن اور اس کے بعد آنے والی رات فاقے میں گزر گئی۔ دوسرے دن دروازے پر دستک ہوئی اس بار دونوں باہر نکلے انہیں بھوک بہت ستا رہی تھی۔

گائے نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا "دیکھو! تمہیں جنگل سے کچھ بھی نہیں ملے گا اس لیے اللہ نے مجھے تم دونوں کے پاس بھیجا ہے۔"

ماں نے گائے سے کہا "تو ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔ تو ہمارے لیے حرام ہے۔ ہم تجھے کس طرح ذبح کر کے کھالیں خدا کے لیے تو ہمارے در سے اٹھ کے کہیں اور چلی جا اور ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔"

گائے نے کہا "تم دونوں غذا کی تلاش میں جنگل جا رہے ہو اور میں تمہیں پیشگی بتا رہی ہوں کہ تمہیں جنگل سے کچھ نہیں ملے گا اور میرا کہنا مانو اور مجھ سے اپنی بھوک مٹاؤ۔"

دونوں نے گائے کو جواب نہیں دیا اور غذا کی تلاش میں دیر تک جنگل میں سرگرداں رہے مگر اس دوسرے دن بھی انہیں جنگل سے کچھ نہیں ملا۔

ماں نے بیٹے سے کہا "یہ سب کچھ تیرے توکل نہ کرنے سے ہو رہا ہے۔ شیطان پیچھے لگا ہوا ہے کہ میں گائے کے کہنے سے اسے ذبح کر کے کھالوں اور یہ دوسرا بڑا گناہ کروں۔ میں مر جاؤں گی مگر یہ گناہ نہیں کروں گی۔"

دونوں بھوک سے نڈھال لڑکھڑاتے ہوئے واپس آئے تو گائے نے دونوں سے کہا "تم دونوں میری بات سمجھتے کیوں نہیں۔ مجھے تم دونوں کے پاس اللہ نے بھیجا ہے اس لیے ناشکرا پن مت کرو۔ اور مجھے ذبح کر کے اپنی بھوک مٹاؤ۔"

ماں نے جواب دیا "تو کیسی گائے ہے، جو بار بار خود کو ذبح کرنے کے لیے پیش کر رہی ہے۔ کہیں تجھ میں سامری جادوگر کی گائے کا شیطان تو حلول نہیں کر گیا۔"

گائے نے جواب دیا "شیطان سے اپنا کوئی تعلق نہیں میں تم دونوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں تم دونوں کے لیے حلال ہوں۔ اگر تم دونوں مجھے ذبح کر کے کھاؤ گے تو کسی غیر کی نہیں اپنی ہی چیز کھاؤ گے۔"

ماں نے اپنے پریشان حال بیٹے کو مکان کے اندر کیا پھر خود بھی مکان میں داخل ہو گئی اور بیٹے سے کہا "بیٹے! گائے کے بہکاوے میں مت آنا۔ وہ کس کی ملکیت ہے ہمیں معلوم ہے۔ اس لیے ہم دونوں اس کو ذبح کر کے نہیں کھا سکتے۔"

یہ دوسرا دن بھی فاقے میں گزر گیا۔ رات جس قیامت سے گزری اس کا علم اور احساس انہیں

دونوں کو تھا۔

گائے نے اس رات بھی کئی دستکیں دیں مگر دونوں میں سے کسی نے بھی دروازہ نہیں کھولا۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ تیسرے دن ان دونوں کی ایسی حالت ہو گئی کہ ان سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

دونوں جیسے ہی باہر نکلے گائے نے پھر درخواست کی "تم دونوں کب تک بھوکے رہو گے۔ حرام اور حلال کا خیال دل سے نکال دو اور میں جو کہہ رہی ہوں اس پر یقین کرو۔ میں تمہارے لیے حلال ہوں۔ بلاوجہ جنگل مت جاؤ اور مجھے ذبح کر کے کھالو۔"

ماں نے غصے میں کہا "خدایا اس سے میرا پیچھا چھڑا۔ میں اس غیر گائے کو ذبح کر کے کیوں کھاؤں اور اپنا ایمان کیوں ضائع کروں۔"

گائے نے کہا "فاقوں کا یہ تیسرا دن ہے۔ یہ دن بھی ضد میں گزار دو۔ چوتھے دن میں حلال ہو جاؤں گی کیونکہ تین دن کے فاقے کے بعد حرام شے بھی حلال ہو جاتی ہے۔"

دونوں نے گائے کی بات سنی اور خاموشی سے جنگل کی طرف نکل گئے۔ کئی گھنٹے جنگل میں گھومتے پھرتے رہے مگر کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ملی اور یہ لاچار واپس آگئے۔"

گائے نے دونوں کو دیکھتے ہی پوچھا "کھانے کو کچھ ملا؟"

دونوں کے پاس گائے کے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ گائے نے کہا "میرا کہنا مانو اور مجھے ذبح کر کے کھالو اور فاقوں کی فضول مصیبت سے بچو۔"

دونوں نے گائے کو کوئی جواب نہیں دیا اور اندر چلے گئے۔

بیٹے نے ماں سے پوچھا "ماں! کیا یہ درست ہے کہ تین دن کے فاقوں کے بعد حرام شے بھی حلال ہو جاتی ہے؟"

ماں نے غصے سے کہا "ہاں یہ درست ہے اور میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ تو ہماری ساری محنت ضائع کروا دے گا۔ تیرا ایمان ڈانواں ڈول ہے اور تو فاقوں سے تنگ آ کے گائے کو ذبح کر کے کھانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

بیٹے نے جواب دیا "ماں! گائے ہمیں حرام حلال کا مسئلہ سمجھا رہی ہے اس لیے گائے کے اندر شیطان نہیں ہو سکتا۔ میں چھوٹا ضرور ہوں مگر آپ کو حرام حلال کے بارے میں یہ زور دے سکتا ہوں کہ اب یہ گائے ہم پر حلال ہو گئی ہے۔ ہم نے تین دن فاقے کر لیے کل صبح ہم اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔"

ماں خاموش ہو گئی کیونکہ بھوک اسے بھی تنگ کر رہی تھی اور دل گواہی دے رہا تھا کہ تین دن کی فاقہ زدگی کے بعد حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے۔

وہ رات بھی بڑے کرب میں گزری۔ دونوں نے صبح اٹھنے کے بعد یہ کام کیا کہ گائے ذبح کر ڈالی۔

گائے کا مالک گائے کے غائب ہونے پر پریشان تھا۔ اس کے آدمی گائے کو شہر بھر میں تلاش کرتے پھر رہے تھے لیکن گائے کا کہیں پتا نہ چلا۔

نو دولتیے تاجر نے دوسروں سے مشورہ کیا کہ وہ اپنی گمشدہ گائے کو کہاں تلاش کرے۔ کسی نے کچھ رائے دی اور کسی نے کچھ۔ ایک نے مشورہ دیا کہ گائے کو قرب وجوار کے شہروں اور قصبوں میں بھی تلاش کرنا چاہیے۔

ایک تلاش کرنے والے نے جواب دیا "آس پاس کے قصبوں میں بھی میں گائے کو تلاش کرتا رہا۔ اب اگر کسی کے گھر میں بندھی ہوئی ہوگی تو اس کے لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اب زیر بحث مسئلہ یہ آگیا کہ گائے کو گھروں کے اندر کس طرح تلاش کیا جائے کیونکہ کوئی شخص بھی تلاشی کے لیے اپنے گھر میں نہیں گھسنے دے گا۔

آخر کافی صلاح مشورے کے بعد کسی نے یہ مشورہ دیا کہ شہر میں بہت سی سودا بیچنے والیاں گھروں کے اندر جا کر چیزیں فروخت کرتی ہیں انہی عورتوں میں سے کسی تیز طرار سودا بیچنے والی دلالہ قسم کی عورت کو گائے کی تلاش میں لگا دیا جائے۔

لوگوں نے بنی اسرائیل کی ایک خاص عورت کا نام لیا جو اسی قسم کے کاموں کے لیے مشہور تھی۔

اس دلالہ کو بلوایا گیا' اسے معاملے کی نوعیت سمجھائی گئی اور کہا گیا کہ اگر وہ کسی طرح گم شدہ گائے کا پتا لگا دے تو گائے کا مالک اس کو طے شدہ معاوضے کے علاوہ انعام بھی دے گا۔

بنی اسرائیل کی اس دلالہ نے گھروں میں استعمال ہونے والی کچھ چیزیں خریدیں اور ان کو فروخت کرنے کے لیے تاک جھانک شروع کر دی۔ یہ کام اس نے بڑی تیزی سے کیا اور ڈیڑھ دن میں پورے شہر کے سارے گھر کھنگال ڈالے اور چپکے سے مالک کو خبر دی کہ اس شہر میں کسی گھر میں تو آپ کی گائے ہے نہیں۔ اب مجھے آس پاس کے قصبوں اور گاؤں دیہات میں تانک جھانک کرنی ہوگی۔

مالک نے کہا "میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے جو کام تیرے سپرد کیا ہے وہ ہونا چاہیے اور اب جتنی جلدی ممکن ہو سکے گمشدہ گائے کا پتا لگ جانا چاہیے۔"

بنی اسرائیلی دلالہ نے مضافات کے قصبوں اور دیہاتوں میں بھاگ دوڑ شروع کر دی۔

وہ قصبوں اور دیہاتوں میں گھوم پھر کے مایوس ہوئی تو قصبے کے بزرگ سے پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہمیں یہاں جو آبادی اور ان کے گھر نظر آ رہے ہیں تو ان کے علاوہ بھی یہاں کوئی چھوٹی موٹی نظر نہ آنے والی بستی ہے؟"

بڑے میاں نے جواب دیا "سامنے جنگل کی طرف چلی جاؤ وہاں صرف ایک مکان ہے۔ اس مکان

میں صرف ایک عورت اور اس کا بیٹا کئی سال سے رہ رہے ہیں۔"

دلالہ عورت گائے کو تلاش کرتی ہوئی ان دونوں کے گھر پہنچ گئی۔ یہ وہی دن تھا جس دن گائے ذبح کر دی گئی تھی اور اس کا گوشت گھر میں پک رہا تھا۔

گھر گھر سودا بیچنے والی دلالہ نے جب گھر کے اندر داخل ہونا چاہا تو ماں نے اس کو دروازے پر ہی روک دینا چاہا مگر وہ دھکا دے کر اندر داخل ہو گئی۔ یہاں ذبح کی ہوئی گائے ابھی تک زمین پر پڑی ہوئی تھی بس اس کا گوشت پکنے کے لیے چولہے پر چڑھا دیا گیا تھا۔

لڑکے کی ماں نے کہا "مجھے تجھ سے کچھ بھی نہیں خریدنا کیوں بلاوجہ اندر گھس آئی۔"

دلالہ نے گائے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "بی بی! یہ کس کی گائے تھی جو تم دونوں نے ذبح کر ڈالی اور پھر تم دونوں کے علاوہ گھر میں کوئی اور نظر بھی نہیں آ رہا۔ تم دونوں اسے کتنے دنوں تک کھاؤ گے؟"

لڑکے کی ماں نے دلالہ عورت سے کہا "تو اپنے کام سے کام رکھ اور جب میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ تجھ سے کچھ بھی نہیں خریدوں گی تو تو میرا پیچھا چھوڑ اور اپنی راہ لے۔"

دلالہ عورت نے کہا "اچھا اب میں سمجھی کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ یہ وہی گائے تو نہیں ہے جس کو کئی دن سے شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے؟"

لڑکے کی ماں نے کہا "بے شک یہ وہی گائے ہے۔ تو بھی بنی اسرائیل کی عورت ہے اور تجھے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ تین دن کے فاقوں کے بعد حرام شے بھی حلال ہو جاتی ہے۔ ہم دونوں تین دن تک فاقے سے رہے اور چوتھے دن گائے کے مسلسل اصرار پر اسے ذبح کر کے کھا رہے ہیں۔"

دلالہ نے حیرت سے پوچھا "یہ گائے کا اصرار کیا ہوتا ہے' میں سمجھی نہیں؟"

لڑکے کی ماں نے تین دنوں میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی تفصیل بتا دی اور کہا "یہ گائے تین دن سے ہمارے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ مجھے ذبح کر کے کھا لو اور اسی نے یہ مسئلہ یاد دلایا کہ تین دن کے فاقوں کے بعد حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے۔ ہم دنوں اس گائے کو کہیں سے پکڑ کے نہیں لائے تھے یہ خود ہمارے دروازے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔"

بنی اسرائیلی دلالہ حیرت سے یہ ساری باتیں سنتی رہی اور اس پر یقین نہ کرتے ہوئے کہا "بی بی! جو کچھ تم نے کہا اس پر کون یقین کرے گا۔ کیا تم نے مجھے بالکل ہی پاگل سمجھ رکھا ہے؟"

اس نیک عورت نے جواب دیا "میں ایک ستم رسیدہ' دیانت دار اور پارسا عورت ہوں۔ میرے شوہر سے سب ہی واقف ہیں کیونکہ وہ اس شہر کا سب سے بڑا اور مشہور تاجر تھا۔ اس گائے کا مالک میرے شوہر کے ملازموں میں شامل تھا۔ جب میرے شوہر کو راہ زنوں نے ہلاک کر دیا اور اس کے سارے نوکر بھی مارے گئے تو یہ نوکر معلوم نہیں کس طرح بچ گیا اور تجارت کا پیشہ اختیار کر کے بہت بڑا

تاجر بن گیا۔ میری دیانت داری کی تائید اور میرے بیان کی تصدیق پورا شہر کرے گا لیکن میری مجبوری میں مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا اس کے لیے میں مجبور ہو گئی تھی۔"

دلالہ عورت نے غصے سے کہا "بی بی! آپ باتیں تو بہت اچھی کر لیتی ہیں۔ آپ نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا لوگ اس کی تصدیق بھی کر دیں گے مگر آپ نے گائے کے بارے میں جو کچھ بتایا اس پر کوئی یقین نہیں کرے گا اور آپ کو جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ خدا آپ پر رحم فرمائے۔"

دلالہ پورے گھر کا جائزہ لے کر چلی گئی۔

لڑکے کی ماں کو یقین تھا کہ اب یہ خبر پورے شہر میں پھیل جائے گی اور اسے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اس نے اپنے بیٹے سے کہا "یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہوا۔ ہم دونوں کو فاقوں سے مرجانا چاہیے تھا مگر گائے ذبح نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

لڑکے نے کہا "ماں! آپ مایوسی کی باتیں نہ کریں۔ وہ گائے اللہ کی حکم سے ہمارے پاس خود آئی تھی۔ اب کوئی ہماری باتوں پر یقین کرے یا نہ کرے مگر ہم سچے ہیں اور جس خدا نے ہمیں فاقوں سے مرنے نہیں دیا وہی ہماری سچائی کی گواہی بھی دے گا۔"

ماں کو رونا آ رہا تھا کہ شاید اس کی برسوں کی عبادت اور دیانت داری ضائع ہو گئی۔

بنی اسرائیلی دلالہ نے اپنی کامیابی کو بڑھا چڑھا کر تاجر کی سامنے بیان کیا اور کہا۔ گائے کا تو صبر کر لے' وہ تو ماں بیٹے کے پیٹ میں چلی گئی۔"

تاجر کو بہت غصہ آیا اور اس نے حضرت داؤدؑ کی عدالت میں ان دونوں کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔

بنی اسرائیلی دلالہ نے مشورہ کر دیا "پہلے تم ان دونوں سے مل لو اور دیکھو کہ کیا وہ گائے کا منہ مانگا معاوضہ دے سکتے ہیں۔ اگر یہ معاملہ اس طرح خوش اسلوبی سے طے پا جائے تو بہتر ہے۔"

تاجر کو بہت غصہ تھا اس نے کہا "وہ دونوں میرے مالک رہ چکے ہیں۔ ان کو میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم دیکھنا کہ میں ان دونوں کی کیا درگت بناتا ہوں مجھے گائے کا معاوضہ نہیں چاہیے بلکہ مجھے اپنی گائے چاہیے حضرت داؤدؑ کے سامنے ان دونوں جھوٹوں سے کہوں گا۔ جب تم دونوں کو گائے سے باتیں کرنے کا کمال حاصل ہو گیا ہے تو اب اس گائے کو زندہ کر کے دکھا دو۔"

یہ مقدمہ عدالت میں گیا تو پوری روداد سننے کے بعد حضرت داؤدؑ نے پوچھا "یہ تو کمال ہو گیا کہ گائے تین دن تک اپنے ذبیحہ پر مصر رہی اور باتیں کرتی رہی۔"

عورت نے کہا "گائے نے تین دن تک ہم سے جو باتیں کیں ہیں اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں تھا۔ وہ اللہ کے حکم سے باتیں کرتی رہی اور اب بھی اللہ جو چاہے کر دکھائے۔"

گائے کے مالک نے حضرت داؤدؑ سے کہا "آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ عورت کیسی فضول اور بے روپا باتیں کر رہی ہے۔ بھلا گائے بھی کسی سے بات کر سکتی ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "چونکہ یہ مقدمہ میری عدالت میں پیش ہوا ہے اس لیے میں کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا جس سے کسی کی طرف داری ظاہر ہو ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اگر اللہ چاہے تو گائے بات کر سکتی ہے۔"

گائے کے مالک نے کہا "مجھے تو انصاف ملنا چاہیے۔ یہ دونوں میری گائے چٹ کر گئے اس لیے مجھے اپنی گائے کی قیمت اور ان دونوں کی غلامی چاہیے کیونکہ مروجہ قانون کے مطابق جب کوئی چور پکڑا جاتا ہے تو اسے چوری کیے ہوئے مالک کی غلامی میں دے دیا جاتا ہے اب ان دونوں کو میرے حوالے کیا جائے۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "تو عجیب ضدی اور ناقص العقل انسان ہے جب یہ عورت گائے کے کھا جانے کا عقلی اور قانونی جواز پیش کر رہی ہے تو اسے کس طرح تیری غلامی میں دے دیا جائے۔ تین دن کے فاقوں کے بعد حرام شے بھی حلال ہو جاتی ہے۔"

عورت نے کہا "جناب! ہم اسے پھر بھی نہ کھاتے اور فاقوں سے مرجانا گوارا کر لیتے مگر گائے تین دن تک مسلسل یہی کہتی رہی کہ تم دونوں مجھے ذبح کر کے کھالو کیونکہ میں تم دونوں کے لیے حلال ہوں۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "گائے تین دن سے پہلے یہ کس طرح کہتی رہی کہ میں حلال ہوں اور اب تو مجھے تیرے بیان پر بھی شبہ ہو رہا ہے۔"

گائے کے مالک نے کہا "مقدمہ پیچیدہ نہیں ہے' بالکل واضح اور صاف ہے۔ مجھے قصاص چاہیے۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "ان دونوں کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ یہ تمہارا مطالبہ پورا کریں۔ ان کی طرف سے میں تجھ کو تیری گائے کی کھال میں اشرفیاں بھر کے دینے کے لیے تیار ہوں۔"

گائے کے مالک نے انکار کر دیا اور کہا "مجھے آپ کی طرف سے کچھ بھی نہیں چاہیے۔ میں جو کچھ لوں گا ان دونوں کی طرف سے لوں گا۔"

جب مقدمے کی کارروائی ہو رہی تھی تو حضرت داؤدؑ کو کسی خدمت گار نے سرگوشی میں خبر دی کہ کوئی اجنبی معلوم نہیں کس راستے سے اندر آ گیا ہے اور آپ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "وہ کہاں ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا؟"

خدمت گار نے جواب دیا "اس نے اپنا نام نہیں بتایا۔ کہتا ہے کہ آپ اس سے واقف ہیں۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "اس سے کہو کہ میں ایک ضروری مقدمے کی کارروائی میں مشغول ہوں۔ اس کا فیصلہ جیسے ہی سناؤں گا اندر آجاؤں گا۔"

خدمت گار نے عرض کیا "میں نے اس سے یہ بات کہی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ وہ بھی اسی مقدمے کے سلسلے میں آیا ہے کیونکہ وہ اس مقدمے کے بعض ایسے پہلوؤں سے واقف ہے کہ انہیں جانے بغیر مقدمے کا صحیح فیصلہ نہیں ہو سکتا۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "یہ شخص کہاں بیٹھا ہے؟"

خدمت گار نے جواب دیا "آپ کی عبادت گاہ میں۔"

انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ یہ شخص عبادت گاہ میں کس طرح پہنچ گیا۔ انہوں نے مقدمے کے دونوں فریقوں سے کہا "تم دونوں میرا انتظار کرو' میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اپنی عبادت گاہ میں چلے گئے خادم باہر رک گیا۔

اندر اجنبی کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا "تم کون ہو اور یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟"

اجنبی نے جواب دیا "داؤد مجھے پہچانو میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور اللہ میرے ہی ذریعے اپنے نبیوں سے واسطہ اور روابطہ رکھتا ہے۔"

اس واضح تعارف سے حضرت داؤدؑ نے اس اجنبی کو پہچان لیا کہ یہ اللہ کے فرشتے حضرت جبرائیلؑ ہیں پوچھا "اے جبرائیل! آپ کا اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

حضرت جبرائیلؑ نے کہا "اے داؤد! کچھ عرصے پہلے آپ کی قوم نے آپ سے فرمائش کی تھی کہ وہ احوالِ قیامت کو اسی دنیا میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اب آپ اپنے اس مقدمے کو کل تک ملتوی رکھیں اور دونوں فریقوں سے کہہ دیں کہ اس کا فیصلہ کل سنایا جائے گا اور اپنی قوم میں اعلان کروا دیں کہ کل عید کے دن احوالِ قیامت انہیں دکھایا جائے گا۔ اس لیے کل اس مقدمے کی کارروائی محل سے باہر میدان میں ہونی چاہیے۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "کیا اس مقدمے میں کوئی ایسی خاص بات ہے جس سے میں اپنی قوم کو احوالِ قیامت اسی دنیا میں دکھا سکوں گا؟"

حضرت جبرائیلؑ نے کہا "بے شک! آپ نے اپنی قوم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ عید کے موقع پر احوالِ قیامت اسی دنیا میں اپنی قوم کو دکھائیں گے۔ اللہ نے آپ کے اس وعدے کے ایفا کے لیے یہ مقدمہ اور یہ حالات پیدا کر دیے ہیں۔ اس وقت تو آپ مقدمے کے دونوں فریقوں کے پاس جائیں۔ انہیں کل بلائیں اور کل میں بھی آؤں گا۔"

حضرت داؤدؑ نے دونوں فریقوں کو اگلے روز عید کے دن بلا لیا۔

اسی دن سارے شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی قوم سے احوالِ قیامت اسی دنیا میں دکھانے کا جو وعدہ کیا تھا وہ کل پورا کر دیا جائے گا اس لیے کل جب عید کے دن یہ گائے والا مقدمہ محل کے باہر میدان میں پیش ہو تو شہر کے لوگ وہاں پہنچ جائیں۔

یہ اعلان بازاروں اور گلی کوچوں میں بار بار کیا گیا وہ اس اعلان کی ایک عرصے سے امید لگائے بیٹھے تھے۔

مقدمے کے دونوں فریق اپنی جگہ حیران تھے کہ آخر مقدمے کے ذریعے احوالِ قیامت اسی دنیا میں کس طرح دکھا دیے جائیں گے۔ دونوں فریقوں کے لیے بھی تخت کے سامنے دائیں بائیں کٹہرے کھڑے کر دیے گئے تھے اور ان کٹہروں میں تپائیاں رکھ دی گئیں۔

لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میدان میں شروع ہو گئی اور مقدمے کے دونوں فریق تپائیوں پر بیٹھ گئے۔

حضرت داؤدؑ اپنے تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے تو حضرت داؤدؑ نے خوش الحانی سے زبور کی تلاوت کی جس سے وہاں مقدس ماحول کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ داؤد کی خوش الحانی کا اثر چرند اور پرند تک پر ہوا اور انسانوں پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔

زبور کی تلاوت ختم ہوئی تو حضرت جبرائیلؑ نمودار ہو گئے اور حضرت داؤدؑ سے کہا "اب آپ اعلان کروا دیں کہ لوگ احوالِ قیامت دیکھنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

حضرت داؤدؑ کے بلند آواز میں اعلان کرنے والوں نے حاضرین سے کہہ دیا "اب تم سب احوالِ قیامت دیکھنے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔"

حضرت داؤدؑ نے گائے کے مالک سے کہا "اب تو اپنا مقدمہ بیان کر کہ تیرے ساتھ ان دونوں نے کیا ظلم کیا؟"

گائے کے مالک نے رٹے رٹائے سبق کی طرح اپنی شکایت بیان کر دی۔

جواب میں دونوں نے اپنے واقعات بیان کیے اور پھر گائے کے باتیں کرنے کی روداد نہایت زور و شور اور نہایت جوش خروش سے سنائی۔

حاضرین ہنسنے لگے اور کسی کو ان دونوں کے بیان پر یقین نہ آیا۔ سب ہی متفق تھے کہ گائے کا باتیں کرنا غیر فطری ہے اور دونوں ماں بیٹے جھوٹ بول رہے ہیں۔

گائے کے مالک نے لوگوں سے کہا "آپ لوگ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دونوں کیسی غلط اور جھوٹی تاویل دے رہے ہیں۔ کیا گائے بھی بات کر سکتی ہے۔"

اسی دوران حضرت جبرائیلؑ نے داؤدؑ سے کہا "اب آپ ان سب سے کہیں کہ یہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جائیں۔" جب یہ سب خاموش ہو گئے تو حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے کہا "اب

آپ گائے کے مالک سے پوچھیں کہ جب یہ کسی تاجر کا نوکر ہوا کرتا تھا اور یہ اس کے ساتھ پانچ سو اونٹ بکری اور دوسرے مویشی اور بہت سا مال واسباب لے کر شام سے واپس آرہا تھا تو راستے میں کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

حضرت داؤدؑ نے جب اس سے یہ سوال کیا تو گائے کے مالک نے جواب دیا "یہ بات میں سب کو بتا چکا ہوں کہ راستے میں ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا۔ ہمارے مالک کو قتل کر دیا گیا۔ ہمارے ساتھی مارے گئے اور ڈاکو سارا مال واسباب چھین کر فرار ہوگئے۔ میں معجزاتی طور پر بچ گیا اور اپنے شہر واپس آگیا۔"

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے کہا "آپ اس سے کہیں کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ سب کچھ سچ سچ بتائے کہ راستے میں کیا واقعہ پیش آیا تھا۔"

حضرت داؤدؑ نے جب اس کو جھٹلایا تو گائے کے مالک نے پوچھا "کیا میری ہی طرح کوئی اور نوکر بھی بچ کے یہاں آگیا ہے اور اس نے اس واقعے کی کوئی اور گواہی دے دی ہے؟"

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے کہا "آپ اس سے یہی کہتے رہیں کہ یہ جھوٹا ہے اور سچ سچ بتائے کہ راستے میں کیا پیش آیا تھا۔"

انہوں نے گائے کے مالک کو مجبور کیا کہ وہ اصل واقعہ بیان کرے کہ شام کے راستے میں کیا پیش آیا تھا تو گائے کا مالک چڑ گیا اور اس نے کہا "اے داؤد! آپ میرے مقدمے کا فیصلہ کریں۔ آپ ہمیں غیر متعلق باتوں میں الجھا رہے ہیں اور اس رہزنی والے واقعے کا اس مقدمے سے کیا تعلق؟"

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ نے کہا "اس کو آپ بتائیں کہ یہ رہزنی کے جس واقعے کا ذکر کرتا ہے وہ جھوٹ ہے۔ قافلے پر ڈاکوؤں نے کوئی حملہ نہیں کیا اور نہ یہ واقعہ قافلے میں پیش آیا۔ شام کے راستے میں جب اس کا مالک اپنے نوکروں کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا تو اس کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے اپنے مالک کو ساتھیوں سمیت سونے کی حالت میں قتل کر دیا اور سارا مال واسباب و مویشی لے کر مصر چلا گیا۔ وہاں اس نے ان سب کو بیچ کر بہت نفع کمایا پھر شام واپس آگیا۔ کچھ دن وہاں رہا اور خاصے مال ومتاع کے ساتھ یہاں واپس آگیا اور معزز سوداگر اور رئیس بن کے ٹھاٹ باٹ کی زندگی گزارنے لگا۔"

جب حضرت داؤدؑ نے یہ ساری باتیں گائے کے مالک سے کہیں تو اس نے انکار کر دیا اور کہا "یہ کسی نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔ میں نے کسی کو بھی نہیں مارا اور نہ ہی کسی کے مال وزر اور مویشیوں پر قبضہ کیا۔ اگر کوئی اس کا گواہ ہے تو اس کو سامنے لایا جائے۔"

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے کہا "اب آپ خاموش ہو جائیں۔ اب اس کے جھوٹ کی گواہی اس کے سارے اعضا دیں گے۔"

گائے کے مالک نے مزید کچھ کہنا چاہا تو پتا چلا کہ وہ گونگا ہو چکا ہے۔ اس کی زبان سے قوتِ گویائی چھن چکی تھی اور یکایک اس کے دونوں پاؤں نے بولنا شروع کر دیا "اے جھوٹے انسان! رات کے اس پچھلے پہر کو یاد کر جب تیرا مالک اور سارے نوکر چاکر سوئے ہوئے تھے تو ہم دونوں ہی تجھ کو چلا کر مالک کے سرہانے اور تیرے دوسرے ساتھیوں کے پاس لے گئے تھے۔"

دونوں پاؤں چپ ہوئے تو اس کے دونوں ہاتھوں نے بولنا شروع کر دیا "تو نے ہمارے ہی ذریعے ان سب کی سوتے میں گردنیں کاٹ دیں اور پھر سارا سامان سمیٹ کر قبضے میں کر لیا تھا۔"

دونوں ہاتھ چپ ہوئے تو دونوں پاؤں نے پھر بولنا شروع کر دیا "ہم تجھ کو مصر کے بازاروں تک لے گئے۔"

ہاتھوں نے کہا "وہاں تو نے ہمارے ہی ذریعے لین دین کی اور بہت بڑا آدمی بن گیا۔"

دونوں پاؤں نے کہا "پھر تو ہمارے ذریعے شام واپس پہنچا۔"

غرضیکہ اس کے سارے اعضا اس کے خلاف گواہی دیتے رہے اور آخر میں آنکھوں نے کہا "اور یہ سارے واقعات ہمارے سامنے پیش آئے۔"

پوری قوم احوالِ قیامت اسی دنیا میں آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہی تھی۔

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤدؑ سے کہا "اب آپ اس قاتل اور رہزن کی آنکھوں سے پوچھیں' یہ دونوں ماں بیٹے کون ہیں؟ اور ان دونوں نے جو گائے ذبح کر کے کھائی تھی وہ درحقیقت کس کی تھی؟"

گائے کے مالک کی آنکھوں نے جواب دیا "یہ دونوں ماں بیٹے اسی مقتول سوداگر کی بیوی اور بیٹے ہیں اور اس جھوٹے تاجر کے پاس جو کچھ ہے وہ سب انہی دونوں کا ہے۔ گائے جو بار بار تین دن تک کہتی رہی کہ میں تم دونوں پر حلال ہوں تو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ ان دونوں کی ملکیت تھی۔"

حضرت داؤدؑ کی عدالت میں مقدمہ کیا پیش ہوا تھا کہ اس کے بطن سے یہ دوسرا مقدمہ نمودار ہو گیا۔

جب قاتل تاجر کی قوتِ گویائی بحال ہو گئی تو اس سے حضرت داؤدؑ نے پوچھا "اب تجھے یقین آیا کہ گائے بھی بول سکتی ہے اور تجھ پر بددیانتی اور قتل کا مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔"

کچھ دیر بعد حضرت داؤدؑ نے لڑکے نے کہا "یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ تیرے باپ کا ہے اس لیے اب تو اس کا مالک ہے اور تو قصاص میں اسے قتل کر دے۔"

لڑکے نے اسے اسی وقت قتل کر دیا اور اس کی ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی۔

قوم نے احوالِ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سن لیا تھا۔ وہ اس کا مدتوں چرچا کرتے رہے۔

○☆○

حضرت داؤدؑ کی مختلف بیویوں سے پیدا ہونے والی اولادوں میں ابی سلوم سب سے زیادہ خوب صورت اور چہیتا تھا لیکن اس نے حکومت کے لیے سرکشی کی اور کئی لڑائیاں لڑیں۔ ان جنگوں میں بنی اسرائیل کے بہت زیادہ لوگوں نے ابی سلوم کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت داؤدؑ کی طرف سے ان کا بھانجا یو آب ان کا سپہ سالار تھا اور ابی سلوم کا مقابلہ کر رہا تھا۔

حضرت داؤدؑ نے اپنی فوج اور یو آب کو حکم دے رکھا تھا کہ ابی سلوم پر قابو پالینے کے بعد اس کو حضرت داؤدؑ کے پاس لایا جائے اور قتل ہرگز نہ کیا جائے۔

اس ہدایت پر عمل نہیں ہوا اور ابی سلوم کو حالت بے بسی میں تیروں سے چھید کر ہلاک کر دیا گیا جب حضرت داؤدؑ نے یو آب سے جواب طلب کیا تو وہ سپہ سالاری کے نشے میں سامنے سے اٹھ کر چلا گیا۔

حضرت داؤدؑ کو اپنے بھانجے کی یہ حرکت بہت بری لگی۔

اس سے پہلے وہ ان کی مرضی کے خلاف حضرت طالوتؑ کے سپہ سالار اور ان کے چچا زاد بھائی ابنیر کو قتل کر چکا تھا۔ خود یو آب کو بھی یہ احساس تھا کہ اس سے دو ایسی غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں جو قابل معافی نہیں ہیں۔ اس نے حضرت داؤدؑ کے بڑھاپے کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا کہ ابی سلوم کے چھوٹے بھائی ادونیاہ کو ان کے بعد بادشاہ بنا دیا جائے۔ ابی سلوم کا یہ بھائی بھی حسن و جمال میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

حضرت داؤدؑ کے بڑھاپے میں ان کی حرارت غریزی میں بہت زیادہ کمی پیدا ہو گئی تھی جس سے انہیں سردی بہت زیادہ لگتی تھی اور جسم کو گرم رکھنے کے لیے ان کو بڑی تدبیریں کرنا پڑتی تھیں۔

یو آب نے سوچا کہ حضرت داؤدؑ کے بعد اس کے ساتھ معلوم نہیں کیا سلوک کیا جائے۔ اس کو سب سے زیادہ ڈر ادونیاہ کے طرف سے تھا کیونکہ ادونیاہ بادشاہ بننے کے بعد سب سے پہلے یو آب سے اپنی بھائی کے قتل کا قصاص لے سکتا تھا۔ اس نے ادونیاہ کو ورغلایا اور کہا ”بادشاہ کا یہ آخری وقت ہے اس کے وجود سے زندگی کی حرارت کم ہوتی جا رہی ہے اس لیے بادشاہ کی موجودگی میں ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دے۔ میں نے کئی بڑے آدمیوں کو آمادہ کر لیا ہے۔ وہ تیرا ساتھ دیں گے ان میں ایک کاہن بھی شامل ہے۔ وہ بھی ہمارا ساتھ دے گا۔“

ادونیاہ نے پوچھا ”کیا لوگ باپ کی موجودگی میں مجھے بادشاہ بنانے پر رضامند ہو جائیں گے؟“

یو آب نے جواب دیا ”میں اور میرے ساتھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ تم مخالفین کی پروا کیے بغیر اپنا کام کرو۔ بہت سے جانور ذبح کرو اور نامی گرامی لوگوں کو دعوت دو کہ وہ اپنے مستقبل کے بادشاہ کی دعوت

میں شریک ہوں اور اس کے ساتھ کھائیں پئیں۔“

ادونیاہ نے کہا ”لیکن میں نے تو یہ سنا ہے کہ میرے باپ نے بت سبع سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اس کا بیٹا سلیمان باپ کے بعد سلطانی کرے گا۔ تو کیا میرا باپ میری اس حرکت سے خفا نہیں ہو جائے گا؟“

یو آب نے جواب دیا ”ان کے خفا ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے ابنیر کو‘ ماموں داؤد کی مرضی کے خلاف قتل کر دیا تو انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ اس طرح تیرے خوب صورت بھائی ابی سلوم کی موت بھی میرے ہاتھوں واقع ہوئی۔ یہ قتل بھی ان کی مرضی کے خلاف ہوا تو ماموں داؤد نے میرا مواخذہ نہیں کیا۔ اب اگر میں تجھ کو بادشاہ کی موجودگی میں ہی بادشاہ بنا دوں گا تو تو یقین کر وہ اب بھی خاموش رہیں گے۔ ان کی زندگی کی حرارت میں کمی نے کبھی ان کو مجبور اور ساکت کر رکھا ہے مگر تم بادشاہ بننے سے پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بادشاہ بننے کے بعد اپنے بھائی ابی سلوم کے قتل کا مجھ سے قصاص نہیں لوگے۔“

ادونیاہ نے یو آب سے وعدہ کر لیا کہ اگر وہ بادشاہ بن گیا تو وہ اپنے بھائی کا خون معاف کر دے گا۔

اس منظوری کے بعد ادونیاہ کو بادشاہ بنانے کی تیاری شروع کر دی گئی قربانی کے لیے، بہت سے جانور لائے گئے۔ مہمانوں کی فہرست تیار ہوئی اس دعوت میں جنہیں شریک نہیں کیا گیا ان میں سلیمان اور حضرت ناتنؑ شامل تھے۔

حضرت ناتنؑ نے ولی عہد سلطنت حضرت سلیمانؑ کی حق تلفی دیکھی تو ان کی ماں بت سبع سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا ”آپ کو کچھ معلوم ہے کہ محل میں کیا ہو رہا ہے؟“

بت سبع نے جواب دیا ”یہاں ادونیاہ کوئی جشن منا رہا ہے۔“

حضرت ناتنؑ نے کہا ”وہ بادشاہ بننے کی تیاری کر رہا ہے اور یو آب آپ کے بیٹے سلیمان کے حق پر ڈاکا ڈال رہا ہے۔ آپ ادونیاہ کو ایسا کرنے سے روکیں۔“

بت سبع نے جواب دیا ”میں اسے کس طرح روکوں گی اور کیا یہ جشن داؤد کی اجازت اور منظوری سے ہو رہا ہے۔“

حضرت ناتنؑ نے جواب دیا ”نہیں یہ سب کچھ بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو رہا ہے۔ گوشہ نشین بادشاہ کو کچھ نہیں معلوم کہ یو آب اور ادونیاہ مل کے بادشاہ کی ضعیفی اور حرارت عزیزی کی کمی اور گوشہ نشینی کی وجہ سے کتنا بڑا فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں۔“

بت سبع نے دریافت کیا ”آپ یہ بتائیں‘ میں کیا کروں کہ میرے بیٹے سلیمان کو اس کا حق مل جائے۔ مجھے سب سے زیادہ ڈر یو آب سے ہے۔ جو فوج کا سپہ سالار اور داؤد کا بھانجا ہے۔ داؤد نے اس کی کئی غلطیوں پر پکڑ نہیں کی اسی لیے وہ من مانی کرنے لگا ہے۔“

حضرت ناتنؑ نے مشورہ دیا "اب میں تمہیں جو مشورہ دوں اس پر دیانت داری اور عقل مندی سے عمل کرو۔ اسی طرح تمہارا بیٹا سلیمان اپنا حق حاصل کر سکے گا۔"

بت سبع نے پوچھا "آپ مجھے یہ مشورہ دیں گے میں اس پر اسی طرح عمل کروں گی جس طرح آپ چاہیں گے۔"

حضرت ناتنؑ نے کہا "تم اسی وقت بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ اس نے قول و قرار کے خلاف ادونیاہ کو نیا بادشاہ کیوں بنا دیا۔ جب تم دونوں میں یہ باتیں ہو رہی ہوں گی میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا اور تمہارا ساتھ دوں گا۔"

حضرت ناتنؑ یہ مشورہ دے کر چلے گئے۔ بت سبع حضرت داؤد کے پاس پہنچیں اور کسی قدر جھک کے بادشاہ کو سلام کیا۔

حضرت داؤدؑ نے بت سبع کو خلافِ معمول اپنے سامنے دیکھا تو دریافت کیا "کیا بات ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

بت سبع نے جواب دیا "اے میرے مالک! آپ نے خداوند اپنے خدا کی قسم کھا کر اپنی لونڈی سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے بعد میرا بیٹا سلیمان سلطنت کرے گا اور وہی آپ کے تخت پر بیٹھے گا۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "تو میں اپنے وعدے سے پھرا تو نہیں گیا۔ اب بھی قائم ہوں۔"

بت سبع نے کہا "مگر شاید آپ کو نہیں معلوم کہ ابی سلوم کا بھائی ادونیاہ بادشاہ بنا بیٹھا ہے۔ اس نے بہت سے بیل اور موٹے موٹے جانور ذبح کیے اور ادونیاہ کی اس دعوت میں سلیمان کے سوا بادشاہ کے سارے بیٹے مدعو کیے گئے ہیں۔ ابیاتر کاہن اور سپہ سالار لشکر یوآب پیش پیش ہیں۔ پوری قوم بنی اسرائیل آپ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ اب اس کو بتائیں کہ آپ کے بعد بادشاہ کے تخت پر کون بیٹھے گا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جب آپ اپنے باپ دادا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے محوِ استراحت ہو جائیں گے تو میں اور میرا بیٹا سلیمان دونوں قصوروار ٹھہریں گے۔"

ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ حضرت داؤدؑ کو خبر کی گئی کہ حضرت ناتنؑ تشریف لائے ہیں اور بادشاہ سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔

بادشاہ نے انہیں فوراً بلوا لیا۔

حضرت ناتنؑ نے آتے ہی بڑی بے قراری سے پوچھا "اے میرے مالک بادشاہ! کیا یہ تو نے فرمایا ہے کہ تیرے بعد ادونیاہ کو بادشاہ بنا دیا جائے اور وہی تیرے تخت پر بیٹھے؟"

حضرت داؤدؑ نے جواب دیا "نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ یہ آپ سے کس نے کہا؟"

حضرت ناتنؑ نے جواب دیا "آج ادونیاہ نے کثرت سے جانور ذبح کیے اور اس میں آپ کے سارے

بیٹوں، لشکر کے سرداروں اور ابیاتر کاہن کی دعوت کی ہے۔ آپ چاہیں تو اسی وقت جا کر دیکھ لیں کہ بہت سے مہمان ادونیاہ کی اس دعوت میں کھا پی رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں کہ بادشاہ ادونیاہ سلامت رہے۔"

حضرت داؤدؑ نے پوچھا "تو اس دعوت میں آپ نہیں گئے؟"

حضرت ناتنؑ نے جواب دیا "مجھے، سلیمان، صدوق کاہن اور یہوبدیع کے بیٹے بنایاہ کو اس نے دعوت نہیں دی۔ اب ہم بادشاہ سے یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ ادونیاہ آپ کی منظوری اور اجازت سے یہ سب کچھ کر رہا ہے اور آپ نے ہمیں اس سے بے خبر رکھا۔"

حضرت ناتنؑ کے آتے ہی بت سبع وہاں سے ہٹ گئی۔ حضرت داؤدؑ نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا "یہ بت سبع کہاں چلی گئی۔ اس کو میرے پاس لاؤ۔"

بت سبع کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ نے بت سبع سے اس طرح کہا کہ اس کے مخاطب حضرت ناتنؑ ہی رہے "اے بت سبع! خداوند کی حیات کی قسم جس نے میری زندگی کو ہر طرح کی آفت سے محفوظ رکھا۔ میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ تیرا بیٹا سلیمان ہی بادشاہ بنے گا اور وہی میری جگہ تخت پر بیٹھے گا۔"

بت سبع فرطِ جذبات سے رونے لگی۔

حضرت داؤدؑ نے کہا "اے ناتن رسول! آپ بنایاہ اور صدوق کاہن کے ساتھ میرے پاس آئیں۔"

جب یہ تینوں بادشاہ کے پاس آئے تو حضرت داؤدؑ نے ان تینوں کو حکم دیا "تم تینوں اسی وقت میرے خاص خچر پر سلیمان کو بٹھاؤ اور اسے جیحون لے جاؤ۔ وہاں صدوق کاہن اور ناتن رسول اسے مسح کریں تاکہ یہ سلیمان بنی اسرائیل کا بادشاہ ہو جائے۔ پھر نرسنگا پھونکا جائے اور لوگ نعرے بلند کریں کہ سلیمان بادشاہ سلامت رہے۔ اس کے بعد تم سلیمان کے پیچھے پیچھے واپس آجانا اور سلیمان کو میرے تخت پر بٹھا دینا تاکہ وہ میری جگہ بادشاہ ہو جائے اور سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔"

حضرت داؤدؑ کے اس اعلان کے بعد ان تینوں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس پر بت سبع سب سے زیادہ خوش تھیں۔ ان کا پورا وجود سپاس شکرگزاری پیش کر رہا تھا۔

تینوں نے حضرت سلیمانؑ کو ساتھ لیا، انہیں حضرت داؤدؑ کے خاص خچر پر بٹھایا اور جیحون روانہ ہو گئے۔

وہاں صدوق کاہن نے تیل سے بھرا ہوا سینگ نکالا اور اس سے حضرت سلیمانؑ کا مسح کیا کچھ دیر

بعد نرسنگا بجنا شروع ہو گیا اور ہر طرف سے صدائیں بلند ہوئیں "سلیمان بادشاہ سلامت رہے۔" پھر جیحون کے لوگوں نے خوشی سے بانسریاں بجانا شروع کر دیں۔ پورا ماحول خوشی کے شور و غل سے گونج اٹھا۔ حضرت سلیمانؑ کو جلوس کی شکل میں محل تک لایا گیا۔

ادونیاہ، یو آب، ابیاتر کاہن اور دوسرے بہت سے لوگ نرسنگوں کی آوازیں اور جلوس کے شور و غل کی صدائیں سن کے پریشان ہو گئے۔ یو آب نے کئی آدمیوں کو حکم دیا "باہر جا کر دیکھو یہ کیسا شور و غل اور ہنگامہ ہے۔"

جو لوگ باہر گئے ان سے پہلے ہی ابیاتر کاہن کا بیٹا جوناتھن اندر داخل ہوا۔

ادونیاہ جوناتھن کو بالکل الگ لے گیا اور کہا "میرے ساتھ اندر آ۔ میں تجھ پر اعتبار کرتا ہوں اور تو باہر سے آ رہا ہے۔ امید ہے کہ تو کوئی اچھی خبر لایا ہو گا۔"

جوناتھن نے جواب دیا "افسوس کہ میں آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہوں۔ ہمارے مالک داؤد بادشاہ نے سلیمان کو بادشاہ بنا دیا ہے۔ اس وقت وہ داؤد بادشاہ کے خچر پر سوار ہے۔ اس کے ساتھ صدوق کاہن، ناتن رسول اور بنایاہ کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگ بھی جلوس میں شامل ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ جیحون میں صدوق کاہن اور ناتن رسول نے سلیمان کا مسح کر کے بادشاہ بنا دیا ہے۔ جلوس کے لوگ خوشی سے پاگل ہو گئے ہیں۔ اب تک تو سلیمان تخت پر بیٹھ بھی چکا ہو گا اور بادشاہ کے ملازم داؤد بادشاہ کو مبارک باد پیش کر رہے ہوں گے۔"

ادونیاہ کا ڈر سے برا حال تھا۔

جب یہ باتیں مہمانوں کو معلوم ہوئیں تو ایک ایک کر کے وہ رخصت ہو گئے۔

اب ادونیاہ تنہا رہ گیا تھا۔ وہ اپنی جان کے خوف سے قربان گاہ میں گیا اور وہاں مذبح کے سینگ پکڑ کر بیٹھ گیا گویا یہ پناہ کی جگہ تھی اور یہاں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

جب یہ خبر حضرت سلیمانؑ کو پہنچائی گئی تو انہوں نے خبر لانے والوں سے پوچھا "اس نے ایسا کیوں کیا؟"

ایک شخص نے جواب دیا "ادونیاہ کہتا ہے کہ جب تک سلیمان بادشاہ قسم کھا کے مجھے یہ یقین نہیں دلائے گا کہ وہ مجھے تلوار سے قتل نہیں کرے گا، میں مذبح کے سینگ پکڑے رہوں گا۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "جاؤ اس سے جا کے کہہ دو کہ وہ خود کو لائق اور وفادار ثابت کرے۔ اگر اس میں کسی قسم کی شرارت پائی گئی تو وہ قتل کر دیا جائے گا۔"

حضرت سلیمانؑ کا یہ پیغام لے کر کچھ لوگ ادونیاہ کے پاس پہنچے اور یہ پیغام اس کے گوش گزار کر دیا۔

ادونیاہ شرمندہ اور خوف زدہ مذبح سے واپس آیا اور پھر ان کے خدمت میں حاضری دی اور اپنی

وفاداری کا یقین دلایا۔

حضرت سلیمانؑ نے اس کو حکم دیا "اب تو اپنے گھر جا۔"

یہ حضرت داؤدؑ کا آخری وقت تھا۔ انہوں نے حضرت سلیمانؑ کو بڑی نصیحتیں کیں اور کہا "بیٹے سلیمان! میں اسی راستے پر جانے والا ہوں جو سارے جہاں کا ہے۔ تو موسیٰ کی شریعت پر عمل کرے گا اور سب سے کروائے گا۔ جب تک خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا اور موسیٰ کی شریعت پر چلے گا تو کامیاب اور کامران رہے گا۔"

یہ کہتے کہتے حضرت داؤدؑ نے ذرا سا سکوت اختیار کیا اور پھر کہا "اے سلیمان! تو خود بھی جانتا ہے کہ میری بہن ضرویاہ کے بیٹے یو آب نے میرے ساتھ کیا کیا۔ اس نے ابنیر کو ہلاک کیا اور صلح کے بعد خون بہایا۔ سو تو اپنی حکمت سے کام لے گا اور اس کے سفید سر کو سلامتی سے قبر میں مت اترنے دے گا۔ اس طرح کچھ اور لوگ بھی ہیں جو تیری عنایتوں اور مہربانیوں اور سزاؤں کے مستحق ہوں گے۔ ان سب کے ساتھ ان کے شایانِ شان سلوک کرنا۔ کس کو نوازنا ہے اور کس کے سفید سر کو لہولہان کر کے قبر میں اتارنا ہے۔ یہ فیصلے تو خود کرے گا کہ کسے نوازا جائے اور کسے سزا دی جائے۔"

حضرت داؤدؑ نے نصیحتوں کے بعد ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ یروشلم میں دفن ہوئے۔

حضرت داؤدؑ نے سات برس تو حبرون میں بیٹھ کر سلطنت کی اور تینتیس برس یروشلم میں۔ اس طرح چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت داؤدؑ پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ انہی سے سلاطین پیغمبر کے خاندان کا سلسلہ شروع ہوا۔

○☆○

حضرت سلیمان علیہ السلام

(962 ق م)

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے جو سلطان ہونے کے ساتھ ساتھ پیغمبر بھی تھے۔ ان کی ماں کا نام بت سبع تھا۔

یوں تو حضرت داؤدؑ کے کئی بیٹے تھے اور ان کی مائیں بھی الگ الگ تھیں لیکن وہ سب سے زیادہ اپنے بیٹے ابی سلوم سے محبت کرتے تھے۔

لیکن ابی سلوم کو قتل کردیا گیا۔ اب حضرت داؤدؑ کے سامنے ان کے جو بیٹے تھے، ان میں حضرت سلیمانؑ سب سے زیادہ لائق صاحب زادے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کی لیاقت اور فراست بچپن ہی سے ظاہر ہوتی رہی تھی۔ ابھی یہ سات سال کے تھے کہ حضرت داؤدؑ کی عدالت میں ایک عجیب و غریب مقدمہ پیش ہوا۔ مدعی نے اپنے استغاثے میں مویشیوں کے مالک پر الزام لگایا کہ اس کے جانور اس کی ساری فصل چر گئے جس سے وہ بالکل کنگال ہوگیا۔

مویشیوں کے ریوڑ کے مالک سے حضرت داؤدؑ سے پوچھا "یہ جو مدعی نے مقدمہ دائر کیا ہے اور تم پر اور تمہارے مویشیوں پر جو الزام لگایا ہے وہ کس حد تک درست ہے۔"

مدعا عالیہ سچا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولا اور اس نے اقرار کیا "میرے مویشیوں نے اس کی پوری فصل یا تو چرلی ہے یا پھر برباد کردی ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے اپنے حساب داں سے کہا "تم فصل کی مجموعی قیمت کا اندازہ لگاؤ اور اس کے بعد مویشیوں کی مجموعی قیمت معلوم کرکے بتاؤ کہ دونوں کی قیمتوں میں فرق کیا ہے۔"

حساب داں نے کئی آدمیوں کی مدد سے فصل اور مویشیوں کی قیمتوں کا تخمینہ کیا تو فصل کی قیمت زیادہ نکلی اور مویشیوں کی کم۔

حضرت داؤدؑ نے مقدمے کا فیصلہ سنایا اور فصل والے کو نقصان کی تلافی میں سارے مویشی دلوادیے۔
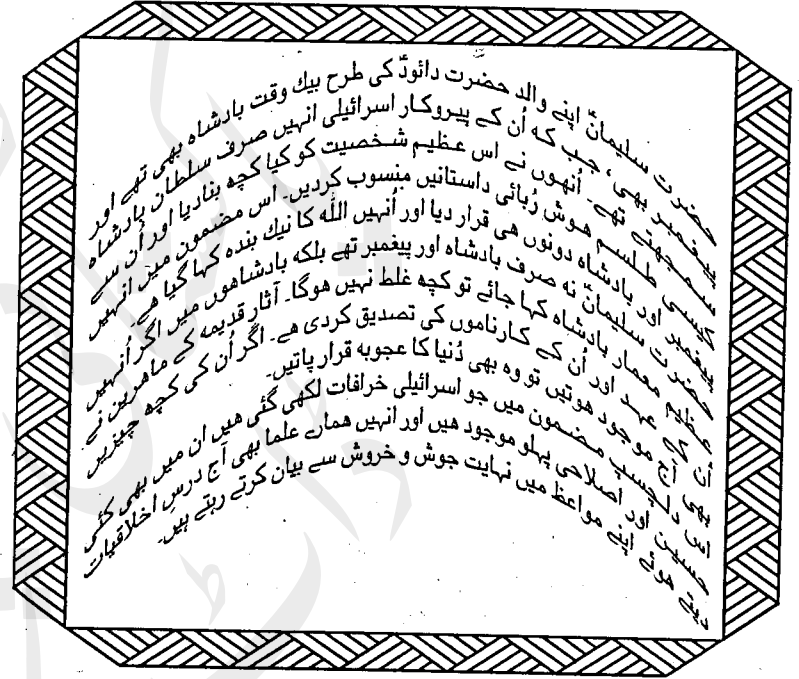
اس فیصلے سے مویشیوں کے گلے کا مالک تو بالکل تباہ ہو گیا۔ وہ روتا ہوا حضرت داؤدؑ کی عدالت سے باہر آیا۔

باہر سات سالہ حضرت سلیمانؑ جیسے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا "تیرے مقدمے کا کیا فیصلہ ہوا؟"

مویشی کے مالک نے فیصلے سے آگاہ کیا اور کہا "میں بالکل برباد ہو گیا۔"

حضرت سلیمانؑ نے اسے تسلی دی اور کہا "تمہیں برباد نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تم والد کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو... کہ وہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کریں اور ضرورت پیش آئے تو مجھے طلب فرمالیں۔"

مویشیوں کا مالک حضرت داؤدؑ کے پاس واپس گیا اور ان سے نظرثانی کی درخواست کی۔

حضرت داؤدؑ نے کہا "اس سے بہتر فیصلہ نہیں ہو سکتا، میں اس پر نظرثانی کیا کروں؟"

مویشیوں کے مالک نے حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا اور بتایا "آپ کے صاحب زادے کہتے ہیں کہ اس مقدمے کا ایسا فیصلہ بھی ہو سکتا ہے، جس سے دونوں فریق خسارے میں نہیں رہیں گے۔"

حضرت داؤدؑ نے اسی وقت حضرت سلیمانؑ کو بلوایا اور پوچھا "اس مقدمے کا جو میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کیا اس سے بہتر فیصلہ ہو سکتا ہے؟"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "ہاں ایک ایسا فیصلہ جس سے دونوں فریق نقصان نہ اٹھائیں، ممکن ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے انہیں حکم دیا "ہاں بیٹے تم اپنا فیصلہ سناؤ جس سے دونوں فریقوں کو کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔"

حضرت سلیمانؑ نے مویشیوں کے مالک سے کہا "تم اپنے سارے جانور کھیت کے مالک کے حوالے کر دو اور کھیت کے مالک کی زمین پر تم نئی فصل تیار کرو۔ اس دوران کھیت کا مالک تمہارے مویشیوں کے دودھ پر اپنی گزر بسر کرتا رہے گا جب فصل تیار ہو جائے گی تو تم اس فصل کو کھیت کے مالک حوالے کر کے اپنے مویشی لے لوگے۔"

اس فیصلے سے حضرت داؤدؑ نہایت خوش ہوئے اور مقدمے کے دونوں فریقوں نے بھی خوشی خوشی اس فیصلے کو قبول کر لیا۔

اس مقدمے کے کئی سال بعد ایک اور پیچیدہ مقدمہ حضرت داؤدؑ کی عدالت میں پیش ہوا۔ دو عورتیں کہیں سے آئی تھیں اور ان کے پاس ایک بچہ تھا۔

ایک عورت نے اپنے مقدمے کی روداد یوں سنائی "اے داؤد! پچھلے ہفتے ہم دونوں سوئے ہوئے

ھے کہ رات بھیڑیا آیا اور ایک بچے کو اٹھا لے گیا۔ وہ بچہ اس عورت کا تھا۔ اس نے میرے بچے پر قبضہ رلیا اور کہتی ہے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ میں منتوں اور کوششوں سے اپنا بچہ واپس لینا چاہتی ہوں مگر یہ پس نہیں کرتی۔ اپ میرا بچہ مجھے واپس دلوائیں۔"

حضرت داؤدؑ نے دوسری عورت سے پوچھا "تو کیا کہتی ہے یہ بچہ سچ سچ بتا کس کا ہے۔"

بچے والی عورت نے قسمیں کھائیں اور کہا "یہ بچہ میرا ہے، اس کا بچہ تو بھیڑیا اٹھا لے گیا۔"

حضرت داؤدؑ اس مقدمے دیر تک الجھے رہے اور یہ کوشش کرتے رہے کہ جس کے پاس بچہ نہیں ہے ...کسی طرح وہ یہ ثابت کرے کہ بچہ اسی کا ہے اور بچے والی عورت جھوٹی ہے۔

کافی دیر مقدمے کی کارروائی جاری رہی۔ آخر کار حضرت داؤدؑ نے جس کے پاس بچہ تھا اس کے حق ں فیصلہ کر دیا۔

دوسری عورت روتی ہوئی عدالت سے نکلی حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "تو رو کیوں رہی ہے۔"

عورت نے اپنا مقدمہ بیان کیا اور کہا "یہ دوسری عورت کے پاس جو بچہ ہے وہ میرا ہے لیکن یں عوی ثابت نہیں کر سکی اور میرا بچہ اس جھوٹی عورت کو حوالے کر دیا گیا۔"

حضرت سلمانؑ نے اس سے کہا "بادشاہ کے پاس واپس جا اور ان سے کہہ کہ مقدمے کے فیصلے پر ظرثانی کی جائے اور مجھے مدد کے لئے بلوایا جائے۔"

عورت واپس گئی اور کچھ دیر بعد حضرت سلیمانؑ کو طلب کر لیا گیا۔ دوسری عورت کو بھی بلوایا گیا۔

حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا "میں نے جو فیصلہ کیا ہے، کیا وہ مناسب نہیں ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "پدر بزرگوار! کچھ پتا نہیں کہ یہ بچہ کس کا ہے اور اس لئے انصاف یہی کہتا ہے کہ آپ ایک تلوار منگوائیں اور بچے کو آدھا کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیں۔"

حضرت سلیمانؑ نے تلوار منگوائی اور حکم دیا "بچے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" خود حضرت اؤدؑ بھی یہ نہیں سمجھ سکے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایسا سفاکانہ فیصلہ کیوں کیا؟

جس عورت کے پاس بچہ نہیں تھا وہ چیخنے چلانے لگی "بچے کو قتل نہ کیا جائے اور اسے اسی عورت کے پاس رہنے دیا جائے۔ میں اپنے مقدمے سے دستبردار ہوتی ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے جلاد سے تلوار لے لی اور حضرت داؤدؑ سے کہا "پدر بزرگوار! یہ بچہ اس کا ہے کیونکہ بچے کے قتل کئے جانے پر اس کی ممتا بے چین ہو گئی اور وہ اپنے حق سے دست بردار ہو گئی۔"

بچے کو دوسری عورت سے چھین کر اس کے حوالے کر دیا گیا۔

حضرت داؤدؑ ان کے اس فیصلے سے بے حد حیران تھے اور انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت سلیمانؑ کو غیر معمولی دانش عطا ہوئی ہے۔ حضرت داؤدؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ مقدموں میں حضرت سلیمانؑ

سے مدد لیا کریں گے۔

حضرت سلیمانؑ بارہ برس کے تھے کہ ایک بڑھیا روتی ہوئی حضرت داؤدؑ کی عدالت میں گئی اور اس نے بتایا کہ وہ اپنے بچے کے لیے آٹا خرید کر لا رہی تھی کہ ہواؤں کے طوفانی جھکڑ چلنا شروع ہو گئے اور آٹے کا برتن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ہوا اسے اڑا لے گئی۔ اب آپ ہوا سے میرا آٹا واپس دلوائیں۔"

حضرت داؤدؑ بڑھیا کے ہوا کے خلاف اس استغاثے سے پریشان ہو گئے اور بڑی بی سے کہا "اے بوڑھی عورت! کیا تو نہیں جانتی کہ میں اپنی قوم اور انسانوں کا بادشاہ ہوں اور انہی پر میرا حکم چلتا ہے۔ ہوا سے میرا کیا تعلق۔ وہ میرا حکم کیوں مانے گی۔ اب اگر میں تیرے کہنے سے ہوا کو بلواؤں تو اسے کس طرح بلواؤں۔ ہوا سے جا کر یہ کون کہے گا کہ چل تجھ کو داؤد بلاتا ہے اور اگر وہ اس طرح میرے سامنے آ بھی گئی تو میں اسے دیکھوں گا کس طرح۔"

بڑھیا بھی قائل ہو گئی اور کہا "لیکن میری دادرسی تو ہونا چاہیے۔"

حضرت داؤدؑ نے بڑھیا کو اس کے آٹے سے دوگنا آٹا دلوایا اور شاہی خادم کو حکم دیا کہ "یہ آٹا بڑھیا کے گھر پہنچا دیا جائے۔"

بڑھیا خوشی خوشی باہر نکلی تو حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "تیرے مقدمے کا کیا فیصلہ ہوا؟"

بڑھیا نے تفصیل بتا دی اور کہا "داؤد نے دگنا آٹا دلوایا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہوا پر اس کا کوئی اختیار نہیں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "بڑی بی، آپ واپس جائیں اور کہیں کہ صرف آٹا دینے سے کام نہیں چلے گا۔ کسی بھی طرح مدعا علیہ کو بلوایا جائے اور میرے مقدمے کا ہوا کی موجودگی میں فیصلہ کیا جائے۔"

بڑھیا حضرت داؤدؑ کے پاس گئی اور کہا "میں نے آپ کے خلاف تو یہ مقدمہ دائر نہیں کیا ہے جو آپ مجھے دگنا آٹا دے کر رخصت کر رہے ہیں، ہوا کو کسی بھی طرح بلوا کے اس کی موجودگی میں میرے مقدمے کا فیصلہ کیا جائے۔"

حضرت داؤدؑ نے کہا "بڑی بی! ایک بات تو بتاؤ، فیصلہ سننے کے بعد پہلے تو تم نے مان لیا اس کے بعد باہر سے واپس آ کر فیصلہ مسترد کر دیا۔ سچ سچ بتاؤ کہ تمہیں میرے خلاف کس نے بھیجا ہے۔"

بڑی بی نے حضرت سلیمانؑ کا نام لیا۔

حضرت داؤدؑ نے اسی وقت آدمی بھیج کر انہیں بلوا لیا اور کہا "اے بیٹے! یہ تم نے بڑی بی کو کیا سکھا کر میرے پاس بھیجا۔ ہوا تو پکڑی بھی نہیں جا سکتی۔ ہاں اگر اس کا کوئی جسم ہوتا تو میں اس کو پکڑ بلواتا۔"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "پدر محترم! ہوا کو پکڑ بلوانا مشکل بات نہیں ہے۔ آپ اللہ کے

محبوب پیغمبر ہیں اس لئے آپ کی دعا کافی ہوگی۔ آپ خدا سے دعا کریں کہ خدایا ہوا کو حکم دیا جائے کہ وہ صورت شکل پا جائے اور مجسم آپ کی خدمت میں حاضر کر دی جائے۔"

حضرت داؤدؑ نے بیٹے سے پوچھا "جب میں نے بڑھیا کا نقصان، بہت زیادہ آٹا دے کر پورا کر دیا ہے تو اب کسی دعا کی کیا ضرورت ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "پدر بزرگوار! میں قیامت کے مواخذے سے ڈرتا ہوں۔ اگر اس دن بڑھیا آپ سے انصاف کا مطالبہ اور شکوہ کرے گی تو آپ اس وقت بڑھیا کو کیا جواب دیں گے۔"

حضرت داؤدؑ نے لاجواب ہو کر خدا سے دعا مانگی اور حضرت سلیمانؑ نے ان کے سامنے آمین کہی۔ خدا کی شان کہ اسی وقت ہوا بہ شکل انسان حضرت داؤدؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

حضرت داؤدؑ نے ہوا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑھیا سے کہا "بڑی بی تمہارے سامنے ہوا بہ شکل انسان موجود ہے۔ اب تم اپنا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو۔"

بڑی بی نے اپنا مقدمہ حضرت داؤدؑ کے سامنے ہوا کی موجودگی میں پیش کر دیا اور آخر میں کہا "اس ہوا سے باز پرس کی جائے کہ اس نے مجھ غریب کو کیوں نقصان پہنچایا۔"

حضرت داؤدؑ نے ہوا سے پوچھا "تو نے ایسا کیوں کیا؟"

ہوا نے جواب دیا "اے اللہ کے نبی! میں نے جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا ہے۔"

حضرت داؤدؑ نے ہوا سے اس جواب کی تفصیل پوچھی کہ خدا نے تجھے یہ حکم کیوں دیا تھا؟

ہوا نے جواب دیا "اے اللہ کے نبی! مجھے جو تفصیل معلوم ہے بیان کرتی ہوں۔ اس وقت دریا میں ایک کشتی سوراخ ہو جانے کی وجہ سے ڈوب رہی تھی۔ بھنور نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ سب ہی لوگ خدا کے سامنے گڑگڑا رہے تھے۔ انھوں نے دعا میں خدا سے کہا کہ اگر ان کی کشتی بھنور سے بچ گئی تو وہ کشتی کا سارا مال خدا کے نام پر فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں گے۔ ان کی یہ دعا خدا نے قبول کر لی اور مجھے حکم دیا گیا کہ تو اس بڑھیا کے آٹے سے کشتی کے سوراخ کو بند کر دے تاکہ یہ کشتی غرق ہونے سے بچ جائے۔ آپ اپنے آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ اس کشتی کا پتا لگائیں کیونکہ وہ کنارے پر پہنچنے والی ہے۔

ہوا تو یہ بیان دے کر چلتی بنی۔ کچھ ہی دیر بعد حضرت داؤدؑ کے آدمیوں نے بتایا کہ ایک کشتی دریا کے کنارے کچھ دیر پہلے پہنچی ہے۔ حضرت داؤدؑ نے کشتی والوں کو دربار میں طلب کر لیا اور ان سے ہوا کے بیان کے مطابق دریافت کیا "کیا تم لوگوں نے خدا سے کوئی دعا مانگی تھی کہ اگر تمہاری کشتی گرداب سے بچ نکلی اور تم لوگ اپنی کشتی اور سامان سمیت کنارے پہنچ گئے تو تم اپنا سارا مال خدا کی راہ میں تقسیم کر دو گے۔"

لوگوں نے اقرار کیا "ہاں ہم نے خدا سے ایسی دعا اور منت مانی تھی۔"

حضرت داؤدؑ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کشتی کا سارا مال اتروا کران کے خدمت میں پیش کیا جائے۔"

حضرت داؤدؑ کے آدمیوں نے کشتی کا سارا مال اتار کران کے سامنے پہنچا دیا۔

حضرت داؤدؑ نے آدھا مال تو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور آدھا مال بڑھیا کو دے دیا اور بڑھیا سے پوچھا "اے بڑی بی! سچ بتاؤ تم نے ایسا کون سا کام کیا تھا کہ خدا نے اس کے صلے میں اتنا مال بخش دیا۔"

بڑھیا نے حضرت داؤدؑ کو بتایا "ایک بھوکا پیاسا فقیر میرے در پر آیا اور اس نے کھانے کا سوال کیا۔ اس وقت میرے پاس صرف ایک روٹی تھی۔ میں نے وہ روٹی فقیر کو کھلا دی۔ فقیر نے تو روٹی کھا کر ڈکار بھی نہیں لی اور کہا میں اب بھی بھوکا ہوں، اس ایک روٹی سے میری سیری نہیں ہوئی اس لئے مجھے کہیں سے روٹی لا کر دو تو اے اللہ کے نبی! میں نے فقیر کو عزت سے بٹھایا اور کہا کہ اور روٹیوں کے لئے تجھ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ میں گیہوں پیس کر آٹا لے کر چلی آ رہی تھی کہ ہوا نے وہ سارا آٹا اڑا دیا اور میں ہوا کا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آ گئی۔ آپ نے اپنے صاحب زادے کے کہنے سے میرے مقدمے کا جو فیصلہ کیا اس سے میں مالا مال ہو گئی۔ اب میں اس فقیر کے علاوہ بہت سے حاجت مندوں کی مدد کر سکوں گی۔"

حضرت داؤدؑ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بڑی بی سے کہا "ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل امین آئے تھے اور انھوں نے بتایا کہ اس بوڑھی عورت کو بتایا جائے کہ اس نے بھوکے پیاسے محتاج فقیر کو جو ایک روٹی کھلائی تھی اللہ اس کے بدلے آخرت میں ستر روٹیاں مرحمت فرمائے گا۔"

○☆○

حضرت سلیمانؑ کا بچپنا نہایت خوشگوار گزرا۔ ان کی فراست اکثر و بیشتر ظاہر ہوتی رہی۔ توریت میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں موجود ہے خدا نے انہیں حکمت اور سمجھ بہت زیادہ عنایت کی جیسے سمندر کے کنارے ریت ہوتی ہے اور حضرت سلیمانؑ کی حکمت سب اہل مشرق کی حکمت اور مصر کی ساری حکمت پر فوقیت رکھتی تھی۔

حضرت داؤدؑ کا جب انتقال ہوا تو حضرت سلیمانؑ کی عمر تیرا سال تھی۔ حالات نہایت ناسازگار تھے۔ ان کے سوتیلے بڑے بھائی ادونیاہ نے حضرت داؤدؑ کی زندگی ہی میں علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ سپہ سالار یو آب کے ساتھ ایک بڑی جماعت ادونیاہ کی طرف داری کر رہی تھی۔ ابیاتر کاہن باغیوں کا ساتھ دے رہا تھا۔ یہ ساری باتیں حضرت سلیمانؑ کے علم میں تھیں مگر انھوں نے ان سب کو وقتی طور پر

معاف کر دیا تھا۔

حضرت سلیمانؑ کے بادشاہ بن جانے کے بعد سوتیلا بڑا بھائی ادونیاہ سلیمان کی ماں بت سبع سے ملا۔ ماں کو ایسا لگا جیسے یہ سوتیلا بھائی اپنی سابقہ غلطی کی معافی مانگنے آیا ہے اور صلح کا خواہش مند ہے۔

ماں نے پوچھا "اے ادونیاہ! کیا صلح کے خیال سے آیا ہے؟"

ادونیاہ نے جواب دیا "ہاں اب میں مستقل صلح چاہتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

حضرت سلیمانؑ کی ماں نے کہا "جو کچھ تجھے کہنا ہے کہہ دے تکلف کس بات کا؟"

ادونیاہ نے کہا "آپ جانتی ہیں کہ سلطنت میری تھی اور سب اسرائیلی میری طرف متوجہ تھے کہ سلطنت کروں لیکن سلطنت پلٹ گئی اور میرے بھائی سلیمان کی ہو گئی کیونکہ اب معلوم ہوا کہ یہ خداوند کی طرف سے بھائی سلیمان ہی کی تھی۔"

ماں نے پوچھا "بات ختم ہو گئی یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟"

ادونیاہ نے جواب دیا "بات تو ختم ہو گئی" لیکن اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی، اسے کچھ اور کہنا ہے۔

ماں نے کہا "بات کو طول نہ دے اور اپنی درخواست بیان کر۔"

ادونیاہ نے کہا "آپ سلیمان بادشاہ سے میری یہ درخواست منظور کروا سکتی ہیں کیونکہ وہ آپ کی بات نہیں ٹالے گا۔"

ماں نے کہا "اپنی درخواست بتا تو سہی۔ سلیمان سے سفارش کر دوں گی۔"

ادونیاہ نے کہا "میں ابیشاگ شمونیت سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ کی ماں نے کہا "ابیشاگ شونمیت تیرے باپ کی آخری بیوی تھی اور وہی آخری دنوں میں ان کی تیمارداری کرتی رہی، تو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

ادونیاہ نے کہا "میرے باپ، داؤد کی آخری دنوں میں حرارت غریزی جاتی رہی تھی اور ابشاگ شونمیت کو اس لیے ان کے پاس رکھا گیا تھا کہ ان کے جسم کی گرمی ملے۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ ابشاگ شونمیت میرے باپ کی بیوی تھی۔"

ماں نے کہا "اچھا میں تیرے لئے سلیمان بادشاہ سے عرض کر دوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس گئیں۔

حضرت سلیمانؑ نے ماں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو استقبال کے لیے اٹھ کر ماں کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ ماں کے لیے تخت کے پاس دوسرا تخت بچھوایا۔ یہ تخت ان کے داہنے ہاتھ پر بچھایا گیا تھا۔

دونوں تخت پر بیٹھ گئے تو حضرت سلیمانؑ کی ماں نے کہا "میری تجھ سے ایک درخواست ہے، چھوٹی سی ایک درخواست۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "اے میری ماں! آپ درخواست نہ کریں، مجھے حکم دیں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

ماں نے کہا "ابیشاگ شونمیت کو اگر تیرے بھائی ادونیاہ سے بیاہ دیا جائے تو کیا ہرج ہے۔ یہ ادونیاہ کی درخواست ہے، جو میں پیش کر رہی ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "ماں آپ ابیشاگ شونمیت ہی کو ادونیاہ کے لیے کیوں مانگ رہی ہیں۔ اس کے لیے سلطنت کیوں نہیں مانگ رہیں کیونکہ وہ تو میرا بڑا بھائی ہے۔ ادونیاہ کے ساتھ یوآب سپہ سالار، ابیاتر کاہن کے لیے بھی کچھ مانگ لیں۔"

ماں نے حضرت سلیمانؑ کو ناراض دیکھا تو خاموشی اختیار کر لی بلکہ اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ حضرت سلیمانؑ نے غصے میں کہا "خداوند کی بات کی قسم جس نے مجھ کو قیام بخشا اور مجھ کو میرے باپ داؤدؑ کے تخت پر بٹھایا یقیناً ادونیاہ آج ہی قتل کیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر حضرت سلیمانؑ نے بنایاہ نامی شخص کو ہدایت کی کہ وہ ادونیاہ کو فوراً قتل کر دے۔"

حضرت سلیمانؑ کی سمجھ میں یہ بات آ چکی تھی کہ ادونیاہ کے بعد ابیاتر کاہن اور یوآب سپہ سالار بڑی سازشیں کریں گے اس لیے ان دونوں کو بھی ادونیاہ کی طرح قتل کروا دینا ضروری ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے دربار میں ابیاتر کاہن کو طلب کیا اور اس سے کہا "اے ابیاتر تو اپنے کھیتوں میں چلا جا کیونکہ تو واجب القتل ہے لیکن میں اس وقت تجھ کو قتل نہیں کروں گا کیونکہ میرے باپ داؤد کے سامنے خداوند یہود کا صندوق اٹھایا کرتا تھا اور جو مصیبت میرے باپ داؤد پر آئی، وہ تجھ پر بھی آئی۔"

حضرت سلیمانؑ نے ابیاتر کاہن کو کاہن کے عہدے سے برطرف کر دیا۔

اب انھوں نے یوآب کی طرف توجہ دی اور اس کے فرمان قتل پر دستخط کر دیئے گئے چنانچہ یوآب بھی قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ میں سلطنت مستحکم ہو گئی۔

حضرت سلیمانؑ کے سلسلے میں علمائے بنی اسرائیل نے ان کی عظمت و جبروت کے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ نہایت عجیب و غریب ہیں۔ اگر انہیں بالتفصیل بیان کیا جائے تو ایک طلسم ہوشربا تیار ہو جائے۔ دقیانوسی قصوں کا ایک سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم ان سلسلوں کے کچھ حصے لکھ رہے ہیں۔ ان کا قرآن پاک کے عظیم پیغمبر حضرت سلیمانؑ سے کوئی واسطہ نہیں لیکن یہ واقعات یہودیوں کی مذہبی کتابوں

میں موجود ہیں اس لیے انہیں عام لوگوں کے علم میں لانے کے لیے اور دلچسپی کی خاطر یہاں لکھا جا رہا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کو خشکی، تری، انسانوں، جنوں، حیوانوں اور کل مخلوق کا حکمران بنایا گیا تھا۔ اس لئے ان کا حکم سب ہی پر چلتا تھا۔ انہیں ایک اڑنے والا تخت بھی عطا کیا گیا تھا۔ اسے تخت کہئے یا قالین لیکن یہ ہوا میں پرواز کرتا تھا۔ ہوا حضرت سلیمانؑ کی تابع کر دی گئی تھی اور وہ ہوا کو تیزی اور سستی سے چلنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ اگر فرماتے تھے کہ "اے ہوا! تجھے تیز چلنا ہے" تو وہ آپ کے تخت کو اتنی تیز رفتاری سے اڑا لے جاتی تھی کہ مہینے کا سفر ایک دن میں طے ہو جاتا تھا۔ اس تخت پر جو قالین تھا وہ دھانی رنگ کے ریشم کا تھا اور اس پر نفیس زردوزری سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ یہ تخت یا قالین ساٹھ میل لمبا اور ساٹھ میل چوڑا گویا ایک شہر تھا اور اس پر شہزادے، سرداران فوج، روسا، امرا، درباری اور لشکری حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے سامنے ان کا وزیر اعظم آصف بن برخیاہ بیٹھتا تھا۔ شیر و دیوان لاموت اور پرندوں کے سردار بھی خدمت کے لیے حاضر رہتے تھے۔ یہ صبح کا ناشتہ دمشق میں کرتے تھے اور شام کا کھانا ترکستان میں کھاتے تھے۔

جب سلطنت کو انتہائی استحکام حاصل ہو گیا تو آپ نے آفتاب پرست ملکہ سبا بلقیس کو دربار میں طلب کیا۔ وہ حاضر ہوئی اور اس نے یہاں حضرت سلمانؑ کی عظمت و شوکت دیکھی تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ ابھی تک وہ آفتاب پرستی کرتی رہی تھی مگر یہاں اسے خدائے بزرگ کی عبادت کی تلقین کی گئی تو ملکہ نے ایک خدا کی عبادت شروع کر دی۔

ملکہ سبا آپ کے پاس مہمان کی حیثیت سے کافی دن رہی۔ اس نے حضرت سلیمانؑ کے عجیب و غریب شہر نما تخت کو دیکھا تو اسے خواہش ہوئی کہ وہ بھی اس تخت پر ان کے ساتھ سیر و سفر کرے۔ چنانچہ اس نے حضرت سلیمانؑ سے کہا "اللہ کے نبی! آپ ہر روز تخت پر بیٹھ کر فضاؤں میں سفر کرتے ہیں اور تمام دنیا کے گرد پھرتے ہیں۔ آپ ایک دن مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے اور کسی ایسے جزیرے پر تخت کو اتاریئے جہاں اس دنیا سے مختلف ماحول ہو۔"

حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ ملکہ سبا کی خواہش پوری کرے چنانچہ ہوا نے ان سب کو لے جا کر ایک جزیرے میں اتار دیا روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا تخت جہاں ہوا نے اتارا تھا وہ سات سمندروں کے بیچ کی جگہ میں تھا۔

ملکہ سبا یہاں کا سبزہ اور آب رواں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ یہاں اس نے گھوڑے دیکھے جن کے بازوروں پر پر نکلے ہوئے تھے۔

ان گھوڑوں نے حضرت سلیمانؑ اور ان کے لشکر کو دیکھا تو گھبرا کر پرندوں کی طرح پرواز کر گئے۔

یہ گھوڑے حضرت سلیمانؑ کو بہت پسند آئے تھے لیکن اب وہ ان کی دسترس سے نکل گئے تھے۔
ملکہ سبا نے بھی ان گھوڑوں کو بہت پسند کیا لیکن وہ انہیں ابھی اچھی طرح دیکھ بھی نہیں سکی تھی کہ گھوڑے پرواز کرتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حضرت سلیمانؑ وہاں سے واپس آئے تو انہیں ان گھوڑوں کو اپنے پاس بلوانے کی فکر ہوئی۔ انہوں نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو جہاں کہیں بھی ہوں وہاں سے پکڑ لائیں۔

ان جنوں نے کہا "حضرت! ہم خشکی کے جن دریاؤں اور سمندروں پر اختیار نہیں رکھتے' وہ گھوڑے سمندروں میں روپوش ہو چکے ہیں اس لئے اب اگر ان کو وہاں سے کوئی لا سکتا ہے تو وہاں ایک سمندری جن ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "وہ جن جس کا سمندروں پر اختیار ہے... کہاں ہے۔"

جنوں نے جواب دیا "حضرت! اس جن نے آپ کی اطاعت قبول نہیں کی اور وہ آپ سے باغی ہو کر کہیں سمندر کی تہ میں چھپ گیا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو اس کو کسی ترکیب سے یہاں لایا جائے۔"

حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ اس سمندری جن کو کسی بھی ترکیب سے ان کے پاس لائیں۔

یہ جن سمندروں کے سامنے پہنچ کر آوازیں بلند کرنے لگے "اے سمندری جنوں کے بادشاہ! اب باہر نکل آ کیونکہ جن کے خوف سے تو نے سمندر کی تہ میں پناہ لے رکھی ہے ان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب تمام جن آزاد ہو چکے ہیں۔"

سمندری جنوں کے بادشاہ نے سمندر کی تہ میں خشکی کے جنوں کی یہ آوازیں سنیں تو وہیں سے پوچھا "کیا حضرت سلیمانؑ کا واقعی انتقال ہو گیا اور اب وہ ہمیں قید نہیں کریں گے۔"

خشکی کے جنوں نے سمندری جنوں کے بادشاہ کو یقین دلایا "تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر آ جاؤ کیونکہ جس کے خوف سے تم سب سمندر کی تہہ میں چھپے ہوئے ہو اس کا انتقال ہو گیا ہے۔"

سمندری جن اپنے ساتھیوں کو لے کر سمندر کی تہ سے خشکی پر آ گیا۔
خشکی کے جنوں نے اسی وقت ان سب کو گرفتار کر لیا اور انہیں حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے ان سب کو غضب ناک نظروں سے دیکھا اور پوچھا "آخر تم سمندروں کی تہ میں کیوں چھپ گئے تھے۔"

یہ جن تھر تھر کانپ رہے تھے۔ جنوں کے بادشاہ نے عرض کیا "حضرت آزادی کسے پیاری نہیں ہوتی۔ بس اسی آزادی کے لیے ہم سب سمندر کی تہ میں چھپ گئے تھے۔"

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "اب تم سب قیدیوں کی طرح میرے سامنے حاضر کر دیئے گئے ہو بتاؤ اب تم کیا کہتے ہو۔"

جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا "اب ہم سب آپ کی اطاعت گزار ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے اس کی ہم سب تعمیل کریں گے۔"

حضرت سلیمانؑ نے انکو حکم دیا "میں ملکہ سبا بلقیس کے ساتھ ایک جزیرے میں گیا تھا وہ جزیرہ کہیں سات سمندروں کے درمیان موجود ہے۔ ہم نے وہاں گھوڑوں کی عجیب نسل دیکھی۔ ان گھوڑوں کے بازوؤں میں پر ہیں۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو دیکھتے ہی دیکھتے پرواز کر گئے۔ اب کچھ پتا نہیں کہ وہ دریائی گھوڑے اس وقت کہاں ہیں۔"

سمندری جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا "ہمیں معلوم ہے کہ وہ آپ کے خوف سے کہاں چھپ گئے۔"

حضرت سلیمانؑ نے اسے حکم دیا "اب تم ان گھوڑوں کو ہمارے پاس حاضر کرو۔"

جنوں کے بادشاہ نے ایک عجیب دشواری بیان کی "اے اللہ کے نبی! ان گھوڑوں تک ہماری رسائی نہیں۔ جس طرح آپ نے عقل و حکمت سے ہمیں بلوایا ہے اس طرح انہیں بھی یہاں لایا جا سکتا ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "تم ان پر اختیار کیوں نہیں رکھتے اور وہ تمہارے قابو میں کیوں نہیں ہیں۔"

جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا "حضرت! وہ گھوڑے ہماری طرح پانی میں چھپ گئے ہیں۔ بس کسی کسی وقت سمندر سے نکل کر ایک چشمے پر پانی پینے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ چشمے سے پانی پینے کے دوران میں انھیں قید کرا لیا جائے تو ممکن ہے آپ انہیں حاصل کر لیں لیکن اس میں بھی قباحت ہے کہ جب انہیں پکڑا جائے گا تو چند گھوڑے ہاتھ لگ جائیں گے باقی پرواز کر کے سمندر کی تہہ میں روپوش ہو جائیں گے۔"

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "ان سب کی گرفتاری کی کوئی تدبیر ہے؟؟"

سمندری جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا "آپ چند جنوں کو میرے ساتھ کر دیجئے تاکہ جس چشمے سے وہ دریائی گھوڑے پانی پیتے ہیں اس سے پانی نکلوا دیا جائے اور پانی کی جگہ شراب بھر دی جائے۔ اس لئے جب وہ گھوڑے چشمے کی شراب' پانی کی جگہ پئیں گے تو وہ نشے میں بے بس ہو جائیں گے۔ اس حالت میں ہم ان سب کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیں گے۔"

جن جنوں کے بادشاہ کے ساتھ اس چشمے پر پہنچے۔ چشمے کو پانی سے خالی کیا اور اس میں شراب

بھردی اور دور بیٹھ کر دریائی گھوڑوں کا انتظار کرنے لگے۔

کافی دیر بعد کچھ گھوڑے سمندر کی تہ سے نمودار ہوئے اور ادھر ادھر دیکھ کر چشمے پر پہنچے۔

جنوں نے ان گھوڑوں کی گنتی کی۔ یہ کل چالیس تھے۔ ان چالیس گھوڑوں نے جی بھر کر چشمے کی شراب پی لی اور اب جو انہیں نشہ چڑھنے لگا۔ تو لگے الٹی سیدھی حرکتیں کرنے۔

جنوں کے بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا "ان سب کو گرفتار کرلیا جائے۔"

کسی جن نے کہا "ہمیں تو تمام دریائی گھوڑوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان چالیس گھوڑوں کی گرفتاری سے سلیمان خوش نہیں ہوں گے۔"

جنوں کے بادشاہ نے جواب دیا "یہ درست ہے کہ ان چالیس گھوڑوں کی گرفتاری سلیمان کے لیے خوشی کی بات نہیں ہوگی لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کی دلچسپی ان گھوڑوں کو قریب سے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے جب وہ انہیں دیکھ لیں گے تو وہ خوش بھی ہوں گے اور مطمئن بھی اس لئے فی الحال ہمیں ان چالیس گھوڑوں پر اکتفا کرنا چاہیے۔"

چنانچہ ان گھوڑوں کو باندھ کر بے بس کر دیا گیا اور پھر انہیں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

یہ عصر سے کچھ پہلے کا واقعہ ہے۔ جب انہیں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہ انہیں دیکھ کر دنگ رہ گئے اور کافی دیر تک دیکھتے رہے۔ ان کی محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ عصر کی نماز بھی نہیں پڑھ سکے اور ان دریائی گھوڑوں کی لطافت اور خوبیاں دیکھتے رہے۔ حضرت سلیمانؑ کا خیال تھا کہ اگر ان گھوڑوں سے جہاد میں حصہ لیا جائے تو بڑا فائدہ پہنچے گا۔

ان کی اس محویت اور دلچسپی میں عصر کا وقت نکل گیا۔ گھوڑوں کو اصطبل میں بندھوا دیا گیا۔

اس وقت حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور حضرت سلیمانؑ کو خبردار کیا "اے سلیمانؑ تم دنیا کے مال کی محبت میں اتنے مشغول اور گرفتار ہوئے کہ نماز عصر بھی ادا نہ کر سکے۔ اللہ کو تمہاری یہ مشغولیت پسند نہیں آئی۔"

حضرت سلیمانؑ نے بے حد توبہ استغفار کی اور سجدے میں گر کر دیر تک روتے رہے۔ وہ کہہ رہے تھے "میں نے مال کو دوست رکھا اور اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا اور سورج چھپ گیا۔"

لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی احساس تھا کہ جب وہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کریں گے تو ثواب انہیں ضرور ملے گا۔ اس طرح یہ گھوڑے انہیں نعمت محسوس ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کیا اور دیر تک ان کے جسم پر محبت سے ہاتھ پھیرتے رہے۔

کہتے ہیں کہ ان کے جہاد والے خیال سے اللہ خوش ہوا اور آفتاب دوبارہ نمودار ہو گیا اور حضرت

سلیمانؑ نے عصر کی نماز ادا کی۔

لیکن تمام مسلم مفسرین نے یہ واقعہ کہیں نہیں لکھا۔ بس قرآن پاک میں اجمالاً ان... گھوڑوں کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی تفسیر مختلف طریقوں سے بیان کرنے کے بعد اسے یوں ہی چھوڑ دیا اور لکھ دیا کہ ہمیں ان گھوڑوں کے بارے میں قرآن پاک سے جس حد تک معلوم ہوا وہ بیان کردیا۔ اس کی تفصیل کا علم خدا کو ہوگا۔ انسان کو ان کا کوئی علم نہیں ہے۔

قرآن پاک میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا "اور ہم نے داؤد کو سلیمان (فرزند) عطا کیا۔ وہ اچھا بندہ تھا۔ بے شک وہ خدا کی جانب بہت رجوع ہونے والا تھا (اس کا واقعہ قابل ذکر ہے) جب اس کے سامنے شام عصر کے وقت خوب رو گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگا بیشک میری محبت مال کی (جہاد کے گھوڑوں) محبت تھی۔ پروردگار کے ذکر ہی سے ہے۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ (حضرت سلیمانؑ نے فرمایا) ان کو واپس لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے اور تھپتھپانے لگا۔" (سورہ ص)

حضرت علیؓ نے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو ایک مرتبہ جہاد کی مہم پیش آئی اور انھوں نے حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑوں کو لایا جائے۔ گھوڑے پیش ہوئے تو ان کی دیکھ بھال میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا اور سورج غروب ہوگیا۔ حضرت سلیمانؑ کو جب تنبیہہ ہوئی تو فرمایا۔ مجھے اعتراف ہے کہ مال کی محبت یاد خدا پر غالب آگئی۔ انھوں نے اس غم و غصے میں گھوڑوں کو واپس منگوایا اور خدا کی محبت کے جوش میں ان سب کو ذبح کر ڈالا کہ وہی اس غفلت کا باعث بنے تھے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے "حقیقت میں واقعہ یہ ہے کہ جہاد کی مہم کے سلسلے میں حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور جب وہ پیش کئے گئے تو انہیں یہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردن پر ہلکے ہلکے حضرت سلیمانؑ نے ہاتھ مارا اور فرمایا آئندہ تم ذکر اللہ سے غفلت کا باعث نہ بننا۔"

کسی اور جگہ اسے یوں بیان کیا گیا ہے "جہاد کی ایک مہم کے موقع پر ایک شام کو حضرت سلیمانؑ نے جہاد کے گھوڑوں کو اصطبل سے لانے کا حکم دیا۔ جب وہ پیش کیے گئے تو آپ کو چونکہ گھوڑوں کی نسلوں اور ان کے ذاتی اوصاف کے علم میں کمال حاصل تھا اس لئے آپ نے ان سب کو اصیل، سبک رو، خوش رو اور بہت بڑی تعداد میں پایا تو آپ پر مسرت و انبساط کی کیفیت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے "ان گھوڑوں سے میری محبت ایسی 'مالی محبت میں شامل ہے جو پروردگار کے شکر ہی کی ایک صورت ہے۔" حضرت سلیمانؑ کے اس غور و فکر کے دوران گھوڑے اصطبل روانہ ہوگئے اور جب انھوں نے نظریں اوپر اٹھائیں تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ آپ نے حکم دیا ان کو واپس لاؤ۔ جب وہ واپس

آگئے تو حضرت سلیمانؑ نے محبت اور آلات جہاد کی حیثیت سے عزت و توقیر کی خاطر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا اور تھپتھپانا شروع کردیا اور ایک ماہر فن کی طرح ان کو مانوس کرنے لگے۔

○☆○

سمندری جنوں کے بادشاہ کا نام سمندون بتایا گیا ہے۔ اسرائیلی خرافات میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملکہ سبا کے قصے سے فراغت پانے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے سمندون جن سے پوچھا "اے سمندون! تونے کسی جزیرے میں کوئی عجیب و غریب چیز بھی دیکھی ہے، جو سننے والے کو حیران کردے۔"

سمندون جن نے جواب دیا "حضرت! مغرب میں ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک عظیم شہر موجود ہے۔ اس شہر کے چاروں طرف سنگین دیواریں ہیں۔ ان دیواروں کی بلندی ایک سو گز ہے۔ اس کے اندر بارہ برج ہیں اور ہر برج پر ایک علم نصب کیا گیا ہے۔ دیواروں کے بیچ میں ایک بڑا میدان ہے اور اس میدان میں ایک عالیشان مکان ہے۔ یہ مکان سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے اور مکان کے اوپر ایک انتہائی بلند مینار تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مینار پر پتھر کے دو شیر بنائے گئے ہیں۔ ان کی شکلیں انسان جیسی ہیں۔ اس شیر جیسی دوسری بہت سی مورتیاں بھی موجود ہیں۔ میں یہاں کی کوشک میں بھی گیا تھا۔ ان کوشکوں میں چار ہزار حجرے بھی ہیں جن میں نہایت خوب صورت لونڈیاں رہتی ہیں۔ محل کے بیچ میں ایک عظیم الشان تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر نہایت حسین مہ پارہ بیٹھی نظر آئی۔ اس کے پاس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد تخت مہ پارہ کی بیٹھی ہوئی بیٹی تخت سے اتری اور ایک حجرے کی طرف روانہ ہوگئی۔ چار ہزار لونڈیاں اس کے ساتھ حرکت میں آگئیں۔

میں نے ایک لونڈی سے پوچھا "اس شہر کا کیا نام ہے۔"

لونڈی نے جواب دیا "تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔"

میں نے کہا "اے لونڈی! پہلے میرے سوال سن لے اور ان کے جواب دے دے۔ بعد میں 'میں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں' کہاں سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں۔"

لونڈی نے کہا "پوچھ کیا پوچھتا ہے؟"

جن نے کہا "میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اس شہر کا نام کیا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ تخت پر چاند جیسی صورت رکھنے والی خاتون کون ہے۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اس کے ساتھ جو لڑکی بیٹھی ہے وہ کون ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ یہاں برج پر جو علم نظر آرہا ہے وہ کیوں لگایا گیا ہے۔ پانچواں سوال شیر و عقاب سے متعلق ہے جو مینار پر بنائے گئے ہیں اور ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہیں۔ یہ سب کیا ہے اور یہ سب کون ہیں۔"

لونڈی نے جواب دیا "میں تیرے ہر سوال کا جواب دوں گی مگر پہلے تو مجھ کو یہ بتا کہ تو کون ہے' کس

ملک کا باشندہ ہے' کہاں سے آیا ہے۔"

جن نے جواب دیا "ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ میں ایک دوسرے ملک سے آیا ہوں۔"

لونڈی نے کہا "یہ تو مجھے تمہارے جواب دینے سے پہلے ہی معلوم تھا کہ تو کسی دوسرے ملک سے آیا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر لونڈی نے جواب دینا شروع کردیئے "اس شہر کا نام صیدون ہے اور وہ جو ماہ لقا تخت پر بیٹھی ہے' وہ ہمارے بادشاہ کی بیوی اور جو لڑکی تخت پر بیٹھی تھی اور اٹھ کر نیچے آگئی۔ وہ بادشاہ زادی ہے اور یہاں شیر' عقاب اور دوسری بہت سی شکلیں اور مورتیاں نظر آتی ہیں وہ سب طلسمی ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ جب انہیں کوئی دشمن آتا دکھائی دیتا ہے تو یہ آوازیں دینا شروع کردیتی ہیں اور ہمارے بادشاہ ان آوازوں کو سن کر جنگ کی تیاری شروع کردیتا ہے اور دشمن کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ وہ عقاب جس کی شکل انسان جیسی ہے وہ ہمارا داعی ہے۔ جب عبادت کا وقت ہوتا ہے تو وہ بانگ کی آواز دیتا ہے اور بانگ کی آواز سنتے ہی ہم سب اپنے بادشاہ کی پوجا کرتے ہیں۔ ہماری عبادت کا یہی طریقہ ہے۔ اس عقاب کے علاوہ جو دونوں شیر انسانوں کی شکلوں جیسے ہیں ان کا کام یہ ہے کہ بادشاہ کے سامنے جب کوئی فریادی مقدمے لے کر آتا ہے تو دوسرے فریق کو بھی طلب کرلیا جاتا ہے۔ بادشاہ خود فیصلہ نہیں کرتا بلکہ دونوں فریقوں کو شیروں کے پاس بھیج دیتا ہے۔ شیروں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ ظالم کو چیر پھاڑ ڈالیں اور جو حق پر ہو اسے چھوڑ دیں۔"

لونڈی نے جن کو یہ بھی بتایا "یہاں کوئی شخص بھی گم راہ نہیں ہے اور نہ کوئی جھوٹ بولتا ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "اس سے بڑی گم راہی کیا ہوگی کہ بادشاہ اپنی رعایا سے اپنی پرستش کرواتا ہے۔ میں اسے بھی دعوت حق دوں گا اور اگر وہ نہ مانا تو اسے سزا دوں گا۔"

حضرت سلیمانؑ نے فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ حکم پاتے ہی تمام لشکری تیار ہوگئے۔ ان لشکریوں میں جن بھی شامل تھے۔

ہوا کو حکم دیا گیا کہ وہ ان سب کو شہر صیدون پہنچا دے۔ ہوا نے ان سب کو آناً فاناً صیدون شہر پہنچا دیا۔

صیدون کے بادشاہ کو برجوں اور میناروں سے آوازیں دی جانے لگیں "بادشاہ سلامت! ہوشیار خبردار! ایک بہت بڑا غنیم صیدون شہر کے قریب پہنچنے والا ہے۔"

بادشاہ نے پورے شہر اور سپاہ کو حکم دیا وہ ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر جنگ کے لیے شہر سے باہر نکلیں۔

شہریوں اور سپاہیوں نے آناً فاناً تیاری کی اور شہر سے باہر پہنچ گئے۔

یہاں انھوں نے دور سے ایک شہر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ ان کی نظریں اس ہوائی شہر کے طول و عرض کا جائزہ لینے سے قاصر تھیں۔ ساٹھ میل لمبا اور ساٹھ میل چوڑا یہ تخت ان کی نظروں میں پوری طرح کیوں کر آسکتا تھا۔

صیدون شہر کے لوگ دیکھ رہے تھے کہ ہوا میں معلق ایک بہت بڑی فوج ان کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔

یہ منظر دیکھتے ہی ان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ کسی نے محل میں بیٹھے ہوئے بادشاہ کو خبر دی "بادشاہ سلامت! یہ عجیب و غریب فوج اور یہ نرالا دشمن ہوا کے تخت پر بیٹھا چلا جارہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کوئی شہر ہوا میں اڑا آرہا ہے اور ہمارے صیدون شہر کو تباہ و برباد کردے گا۔ ہم نے آج تک کسی بادشاہ اور اس کے لشکر کو ہوا میں اڑ کر آتے نہیں دیکھا۔"

بادشاہ بھی یہ سن کر بے حد حیران اور پریشان ہوا۔

دوسری طرف حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا "پہلے تم جاؤ اور ان کافروں سے لڑو۔"

جنوں کے لیے یہ معمولی معرکہ تھا۔ جنگ کی اور جزیرے پر غالب آگئے لیکن خدا معلوم جزیرے والوں میں کیسا طلسم اور جادو تھا کہ انھوں نے غالب آئے ہوئے جنوں کو مغلوب کرلیا۔

جب حضرت سلیمانؑ کو بتایا گیا کہ ان کے بھیجے ہوئے جن مغلوب ہوگئے تو انھوں نے دوسرے جنوں کی ایک بڑی جماعت لڑنے کے لیے بھیجی۔

یہ جن بھی ان سے مغلوب ہوگئے اب حضرت سلیمانؑ نے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ان کافروں سے لڑیں اور مغلوب کریں کیونکہ آدمی کا مقام اور مرتبہ سب سے بلند و اعلیٰ ہے چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر نے ان پر تدبیروں سے حملہ کیا اور انہیں زیر کرلیا۔

صیدون شہر کے بادشاہ عنکبود کو اطلاع دی گئی کہ اس کی فوج کو شکست ہوچکی ہے اور صیدون شہر پر دشمن کا قبضہ ہونے والا ہے۔

وہ غصے سے مقابلے کے لیے باہر نکلا۔

حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا "ایک مٹھی خاک عنکبود کی آنکھ میں ڈال دے۔"

ہوا نے تعمیل کی۔ عنکبود ایک مٹھی خاک سے اندھا ہوگیا اور غش کھا کے زمین پر گر گیا۔

عنکبود بادشاہ کے محل میں جو دو شیر تھے ان میں سے ایک نے عنکبود کا سر کاٹ کر جسم کھالیا اور اس کے کٹے ہوئے سر کی دونوں آنکھیں ٹڈیاں کھاگئیں۔

عنکبود کا سارا لشکر تباہ و برباد ہوگیا۔ محل سے بادشاہ عنکبود کی بیٹی کو حضرت سلیمانؑ اپنے ہوائی تخت پر بٹھا کر یروشلم لے آئے۔ صیدون شہر تباہ و برباد ہوگیا۔

حضرت سلیمانؑ نے عنکبود کی بیٹی امینہ سے کہا "تیرا باپ گم راہ تھا اور اپنی پرستش کرواتا تھا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ اس گم راہ بادشاہ کو سزا دی جائے۔ اب تیرا باپ مارا جاچکا ہے اس لئے تجھ کو ایک خدا پر ایمان لے آنا چاہئے۔"

امینہ یہ ساری باتیں غور سے سنتی رہی پھر جواب دیا "بے شک! میں آپ کے کہنے سے ایک خدا پر ایمان لے آؤں گی لیکن اس سے پہلے آپ میری ملاقات میرے باپ سے کروادیں۔"

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا "لیکن تیرا باپ تو ختم کردیا گیا میں اس سے کس طرح ملوا سکتا ہوں۔"

لڑکی نے ضد کی اور کہا "میں وہ کٹا ہوا سر ہی دیکھ لوں گی۔ آپ وہی دکھلادیں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کسی جن کو حکم دیا کہ "عنکبود کا کٹا ہوا سر لایا جائے۔"

جن چشم زدن میں وہ سر لے آیا۔ جس کی دونوں آنکھیں ٹڈیوں کھاگئی تھیں۔

عنکبود کی بیٹی امینہ نے جو اپنے باپ کا بے آنکھوں والا سر دیکھا تو وہ بے ہوش ہوگئی۔ حضرت سلیمانؑ بہت پریشان ہوئے۔ وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے رونا شروع کردیا۔ وہ بے اختیار زور زور سے روتی رہی۔

حضرت سلیمانؑ نے اس کو تسلیاں دیں اور صبر کرنے کی تلقین کی۔ بالآخر جب اسے کچھ قرار آیا تو ان کے کہنے سے ایک خدا پر ایمان لے آئی اور اس سے حضرت سلیمانؑ نے شادی کرلی۔

کچھ ہی عرصے بعد ایک شخص امینہ سے ملا۔ یہ شخص محل میں اس طرح پہنچا کہ اسے کسی دربان یا پہریدار نے روکا بھی نہیں اور امینہ کو بھی ایک اجنبی کے اندر آجانے پر کوئی حیرت نہ ہوئی۔

اس آدمی نے امینہ سے کہا "اے لڑکی! تو عنکبود بادشاہ کی بیٹی ہے۔ تجھ کو ایک خدا کی پرستش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ تیرا باپ تو خود خدا تھا۔"

امینہ نے کہا "میں اپنے مقتول باپ کی کسی طرح پرستش کروں کیونکہ میرے پاس نہ تو اپنے باپ کی شکل محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی مجسمہ۔"

اس شخص نے کہا "تم مت پریشان ہو۔ میں اس کی صورت کا ایک مجسمہ تجھے پہنچادوں گا۔ تو اسی کی عبادت کرے گی کیونکہ تیرا باپ زندگی بھر تجھ سے خوش رہا۔ اب مرنے کے بعد جب تو اس کی پرستش جاری رکھے گی تو اس کی روح تجھ سے خوش رہے گی۔"

امینہ نے کہا "سلیمان تو اس کی پرستش نہیں کرنے دیں گے۔"

اس شخص نے کہا "سلیمان کو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں تو اس مجسمے کو سلیمان سے چھپا کر رکھ اور چھپ چھپ کے اس کی پرستش کرتی رہ۔"

امینہ نے کہا "اگر میں اپنے باپ کی مورتی بنوا کر رکھوں گی اور سلیمان کو اس کا علم ہو گیا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور مجھے بت پرستی کی قطعی اجازت نہیں دیں گے اس لئے مناسب یہ کہ مجھے اپنے باپ کی تصویر مل جائے تو سلیمان کو بھی اس تصویر کے رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں بھی آسانی سے اس کی پرستش کر سکوں گی۔"

اس شخص نے کہا "ٹھیک ہے۔ اگر تجھے اپنے باپ کی تصویر درکار ہے تو وہ تصویر اسی وقت تجھ کو فراہم کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے امینہ کے باپ کی تصویر اس کے حوالے کر دی۔ امینہ کو اب حیرت ہوئی کہ آخر یہ حیرت انگیز انسان کون ہے جو نہایت آسانی سے محل کے اندر داخل ہو گیا اور اس کے باپ کی فوراً تصویر بھی فراہم کر دی۔

اب امینہ بجائے ایک خدا کی عبادت کرنے کے اپنے باپ کی تصویر سامنے رکھ کر اس کی پرستش کرنے لگی۔

اسی دوران میں عید قرباں کا دن آیا تو اس نے حضرت سلیمانؑ سے درخواست کی کہ "مجھے ایک ٹڈی فراہم کر دیجئے تاکہ میں قربانی کروں۔ سنا ہے ٹڈی کا قربان کرنا ثواب میں داخل ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے حیرت سے پوچھا "ٹڈی میں تو گوشت ہی نہیں ہوتا اس لئے اس کو ذبح کرنے سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ تم خدا کی راہ میں اونٹ قربان کرو۔ اس سے زیادہ ثواب ہے۔"

امینہ نے ضد کی "نہیں میں تو ٹڈی ذبح کروں گی۔"

حضرت سلیمانؑ نے اس ضد سے مجبور ہو کر اسے ایک ٹڈی فراہم کر دی اور انھوں نے امینہ کی اس عجیب و غریب فرمائش پر یہ بھی نہیں سوچا کہ امینہ ٹڈی کی قربانی پر کیوں بضد ہے اور انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ شہر صیدون میں جب امینہ کے باپ عنکبود کا سر تن سے جدا کیا گیا تھا تو اس وقت ٹڈیوں نے دونوں آنکھیں کھالی تھیں اور اسی بغض کے نتیجے میں آج امینہ ٹڈی کو انتقاماً ذبح کرنا چاہتی تھی۔

امینہ کو حضرت سلیمانؑ نے ٹڈی فراہم کر دی اور امینہ نے اس کو نہایت سفاکی اور اذیت سے ہلاک کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ کو کچھ پتا نہ تھا کہ امینہ اپنے باپ کی تصویر کی پرستش کرتی رہتی ہے۔

اسی دوران میں امینہ نے یہ دیکھا کہ جب حضرت سلیمانؑ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں تو اپنے ہاتھ کی انگوٹھی تکیے کے نیچے رکھ کر جاتے ہیں کیونکہ اس انگوٹھی پر اسم اعظم کندہ تھا اور وہ اسے ناپاک جگہ نہیں لے جا سکتے تھے۔

جنوں میں سے ایک جن تمام جنوں میں اس لیے برتری رکھتا تھا کہ عنکبوذ کے محل میں جادو کی جتنی

کتابیں تھیں، وہ سب اس کے قبضے میں تھیں۔ اس نے ان کتابوں سے سارا سحری علم حاصل کر لیا تھا اور اب اس تاک میں تھا کہ وہ حضرت سلیمانؑ کی جگہ بادشاہ بن جائے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ جب تک حضرت سلیمانؑ کی انگلی میں اسم اعظم والی انگوٹھی موجود ہے ان پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ جب حضرت سلیمانؑ بیت الخلا تشریف لے جائیں گے تو وہ ان کی اسم اعظم والی انگوٹھی حاصل کر لے گا اور حضرت سلیمانؑ کی جگہ تخت پر بیٹھ جائے گا۔ انہیں پہلے محل سے پھر شہر سے نکلوا دے گا۔

چنانچہ ایک دن جب حضرت سلیمانؑ اپنی انگوٹھی اتار کر بیت الخلا تشریف لے گئے تو جن نے ان کی انگوٹھی حاصل کر لی۔

اس جن نے اسی وقت حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ وہ جیسے ہی تخت پر بیٹھا سب ہی درباری اس کے سامنے حاضر ہو گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت سلیمانؑ بیت الخلا سے واپس تشریف لائے اور اپنی انگوٹھی پہننی چاہی تو وہ غائب تھی۔

حضرت سلیمانؑ اپنے تخت کے قریب گئے تو تخت پر جن کو بیٹھے دیکھا۔ اس کی ایک انگلی میں ان کی انگوٹھی بھی نظر آئی۔ یہاں دربار میں حضرت سلیمانؑ نے کہا "لوگو! میں سلیمان بن داؤدؑ ہوں اور یہ جو میرے تخت پر بیٹھا ہے مسخرہ جن ہے۔"

لیکن کسی نے بھی ان کی بات نہیں مانی اور حضرت سلیمانؑ کو محل اور اس کے بعد شہر چھوڑ دینا پڑا۔

حضرت سلیمانؑ کے وزیر اعظم آصف برخیاہ کو کچھ دنوں بعد یہ شبہ ہوا کہ یہ شخص جو تخت پر بیٹھا ہے یہ اصلی سلیمان نہیں ہے۔

اس شبے کو آصف نے کسی پر ظاہر نہیں کیا اور چپکے چپکے تحقیق اور تفتیش میں مشغول رہا کہ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شخص جو حضرت سلیمانؑ کی جگہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کر رہا ہے آخر ہے کون؟

آصف نے کنیزوں کے ذریعے حضرت سلیمانؑ کی بیویوں سے پوچھا "کیا حضرت سلیمانؑ ان کے پاس آتے ہیں۔"

کنیزوں نے وزیر اعظم آصف کو بتایا "نہیں اب سلیمان کسی بیوی کے پاس بھی نہیں جاتے۔"

آصف وزیر اعظم کے لیے اتنی معلومات کافی تھی۔ اس نے کنیزوں سے کہا "یہ جو میں نے تم سے پوچھ گچھ کی ہے اسے اپنی حد تک رکھنا۔ کسی کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تم سے کسی قسم کی معلومات حاصل کیں۔"

ادھر سے فارغ ہونے کے بعد وزیر اعظم آصف نے چالیس توریت خوانوں کو طلب کیا۔ یہ چالیس

توریت خوان جب آگئے تو تخت گاہ کے سامنے ایک ایک توریت ان سب کے ہاتھوں میں تھما دی گئی اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اسے بہ آواز بلند پڑھنا شروع کر دیں۔

یہ سب توریت پڑھنے لگے۔ اس تلاوت کا یہ اثر ہوا کہ جن تخت پر کچھ دیر بے چین بیٹھا رہا۔ وہ بار بار پہلو بدلتا رہا اور پھر بالکل تخت کے کنارے جا بیٹھا۔

وزیر اعظم اصف اس کی بے چینی پر نظریں جمائے ہوئے تھا پھر وزیر اعظم آصف نے یہ دیکھا کہ تخت سے نقلی سلیمان غائب ہے اور تخت خالی پڑا ہے۔

جن نے سوچا کہ وزیر اعظم آصف نے اگر ہر وقت تخت کے سامنے چالیس توریت خوان بٹھا دیئے تو وہ تخت پر نہیں بیٹھ سکے گا۔

آخر اس نے راہ فرار اختیار کی اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ایک دریا میں پھینک کر خود سمندر کی تہ میں جا چھپا۔

ایک عرصے بعد حضرت سلیمانؑ کو اپنی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ سے حاصل ہوئی تو وہ اسے پہن کر جیسے ہی بیٹھے پرندوں نے آکر سر پر سایہ کر دیا اور انسانوں اور جنوں نے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ ہوا نے بھی شاہی تخت ان کے سامنے پیش کر دیا اور حضرت سلیمانؑ محل میں واپس آگئے۔

محل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے عنکبود کی بیٹی امینہ سے پوچھا "کیا تو ایک خدا پر یقین نہیں رکھتی؟"

امینہ نے جواب دیا "میں جب سے آپ کے ایک خدا پر ایمان لائی ہوں اس کی عبادت کرتی ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "نہیں تیری باتوں سے تو لگ رہا ہے کہ تو ایک خدا پر ابھی تک ایمان نہیں لائی کیونکہ تو نے ابھی ابھی مجھ سے یہ کہا کہ میں جب سے تمہارے خدا پر ایمان لائی ہوں اس کی عبادت کرتی ہوں حالانکہ خدا مرا ہی نہیں تیرا بھی ہے۔"

کسی خادمہ نے حضرت سلیمانؑ کو بھی بتا دیا کہ امینہ چھپ چھپ کر اپنے باپ کی تصویر کی پرستش کرتی ہے۔

وہ تصویر بھی برآمد ہو گئی۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "تجھ کو یہ تصویر کس نے دی۔"

امینہ نے ساری تفصیل بتا دی "ایک دن ایک شخص محل میں میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو سلیمان کے خدا کی کیوں پرستش کرتی ہے جب کہ تیرا باپ عنکبود خود خدا تھا۔ بس اسی دن سے میں نے اپنے باپ کی پرستش شروع کر دی۔"

حضرت سلیمانؑ نے غصے ہوتے ہوئے کہا "اے عورت تو جانتی ہے کہ وہ شخص جس نے تجھے

ورغلایا کون تھا۔"

امینہ نے جواب دیا "میں اسے نہیں جانتی اور نہ میں نے اسے پہلے کبھی دیکھا تھا۔"

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا "تجھے اس پر بھی حیرت نہیں ہوئی کہ وہ پہریداروں اور دربانوں کی موجودگی میں محل کے اندر تیرے پاس کس طرح پہنچ گیا۔ اے عورت! وہ شیطان تھا۔ جس نے تجھے ورغلایا اور تجھ کو ایک خدا کی پرستش سے باز رکھا اور اس نے اسی وقت تیرے باپ کی تصویر بھی تجھے فراہم کر دی اور تجھے اس کی پرستش میں مصروف کر دیا۔"

امینہ یہ سب سنتی رہی مگر اپنے باپ کی پرستش کرنے کے عمل کو جائز قرار دیا اور کہا کہ "اے سلیمان! جب میرا باپ خود خدا تھا تو میں تمہارے خدا کی پرستش کیوں کروں۔"

حضرت سلیمانؑ نے امینہ کو بتایا "تیری گمراہی کی سزا مجھ کو دی گئی اور جن میری شکل اختیار کر کے تخت پر بیٹھ گیا اور میں دربدر خوار ہوتا رہا۔"

اتنا کہنے کے بعد انہوں نے امینہ کو خود سے جدا کر دیا اور محل سے نکال دیا۔ کچھ دنوں بعد امینہ مرگئی۔

حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ جن کو تلاش کریں۔

یہ جن ہر طرف اسے تلاش کرتے رہے اور کچھ دنوں بعد واپس آکے بتایا کہ وہ سمندر کی تہ میں چھپا ہوا ہے اور وہ اسے وہاں سے نہیں نکال سکتے۔

حضرت سلیمانؑ نے جنوں سے کہا "تم اس سمندر کے پاس جاؤ اور وہاں چیخ چیخ کر اعلان کرو کہ سلیمان اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس لئے اے صخرہ جن اب سمندر کی تہ میں تیرا رہنا فضول ہے تو سمندر سے نکل کر آزادی سے دنیا میں رہ۔"

وہ جن اس فریب میں آگیا اور جیسے ہی باہر نکلا تمام جنوں نے اس کو قابو میں کر لیا اور اسی وقت حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے اس جن کو پتھروں کے شکنجے میں ڈال کر کہیں قید کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ جن اس طرح شکنجے میں جکڑا ہوا قیامت تک قید رہے گا۔

○☆○

حضرت سلیمانؑ کی حکومت انتہائی وسیع تھی۔ انہوں نے اسی دوران میں فرعون کی بیٹی سے شادی کر لی۔

کسی زمانے میں ان کی حکومت کا کچھ علاقہ فرعون کے عملداری میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اب فرعون کی بیٹی سے شادی کرنے کے بعد اب حضرت سلیمانؑ نے فرعون سے اپنا وہ علاقہ مانگا تو فرعون نے

وہ علاقہ اپنی بیٹی کو جہیز میں دے دیا۔

اب حضرت سلیمانؑ دنیا کے سب سے بڑے حکمران تھے۔

اچانک ان کے دل میں آئی کہ اب انہیں اپنی وسیع سلطنت اور اختیارات کا مظاہرہ بھی کرنا چاہیے۔

کافی غور و فکر کے بعد حضرت سلیمانؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی رعایا کی دعوت کریں اور اس دعوت میں جنوں اور انسانوں کے علاوہ اللہ کی پوری مخلوق کو دعوت دی جائے۔

چنانچہ انھوں نے اعلان کرادیا کہ جملہ مخلوق مقررہ دن حاضر ہو جائے۔ ان سب کا کھانا سلیمان دیں گے۔

جنوں نے بڑی بڑی دیگیں تیار کردیں۔ ان دیگوں کی تعداد دو ہزار سات بیان کی گئی ہیں اور ہر دیگ ایک بہت بڑے تالاب جتنی تھی۔

قرآن پاک میں بیان ہوا ہے "سلیمان نے جو چاہا بنوایا۔ قلعوں اور ہتھیاروں سے اور تصویریں اور لگن تالابوں کی مانند دیگیں اتنی ہی بڑی۔ یہ ایک ہی جگہ رکھی رہتی تھیں۔

ہزاروں جانور ذبح کر کے پکوائے گئے۔ کھانے والے جمع ہونا شروع ہو گئے۔

آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ ان کے تخت کو ہوا میں معلق رکھے تاکہ وہ اپنے مہمانوں کو اپنی نظر سے دیکھیں۔

آپ نے ایک مچھلی کو دریا سے نکلتے ہوئے دیکھا۔

وہ فضا میں بلند ہوئی اور تخت کے قریب پہنچ کر ان سے کہا "اے سلیمان اللہ نے مجھ کو آپ کی دعوت میں بھیجا ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ دنیا بھر کی مخلوق کو کھانا کھلا رہے ہیں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "یہ ساری باتیں جو تو نے مجھ سے کہی ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟"

مچھلی نے کہا "سچی بات تو یہ ہے کہ میں آپ کا کھانا کھانے کے بعد بھی بھوکی اٹھائی گئی ہوں۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "ابھی تو اللہ کی مخلوق کھانے میں مشغول ہے اس لیے کچھ صبر سے کام لے۔"

مچھلی نے کہا "اے سلیمان! اللہ نے مجھے آپ کی دعوت میں بھیجا ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آج آپ نے جملہ مخلوق کے لئے کھانا تیار کرایا ہے۔ میں اس وقت بہت بھوکی ہوں لہٰذا آپ پہلے میری بھوک مٹائیے۔"

حضرت سلیمانؑ نے کہا "تو عجیب بے صبری مچھلی ہے۔ میں نے تجھ سے کہہ تو دیا کہ تو ذرا صبر سے کام لے۔ دوسرے کھالیں اس کے بعد تو خوب آسودہ ہو کر کھائے گی اور تیری بھوک مٹ جائے گی۔"

مچھلی نے کہا "میں اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتی۔"

حضرت سلیمانؑ نے عاجز آکر کہا "اچھا اگر تو انتظار نہیں کر سکتی تو پھر جتنا تجھے کھانا ہے کھالے۔"

یہ سنتے ہی مچھلی نے میدان میں جو کھانا تیار رکھا تھا سب ہی ایک لقمے میں کھالیا اور کہنے لگی "اے سلیمان! میں اب بھی بھوکی ہوں۔ مجھ کو اور کھانا کھلائیے۔"

حضرت سلیمانؑ نے مچھلی سے کہا "تو کمال کی مچھلی ہے کہ سب کا حصے کا کھالیا اور تیرا پیٹ اب بھی خالی ہے۔"

مچھلی نے بتایا "اے سلیمان! اللہ مجھ کو ہر روز کھانے کے لئے تین لقمے مہیا کرتا ہے اور یہ آج تو نے مجھے کھلایا وہ میرے لئے صرف ایک لقمہ تھا۔ ابھی دو لقموں کی کسر ہے۔ براہ کرم وہ دو لقمے بھی مہیا کر دیجئے۔ میں تو آج آپ کی مہمانی میں بھوکی رہ گئی۔ مجھے اندازہ ہے کہ میری ہی طرح تم دوسروں کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں دے سکو گے اور تم نے لوگوں کو ناحق بلوایا ہے۔ میری طرح سب ہی شاکی ہو کر واپس جائیں گے۔"

حضرت سلیمانؑ اس قدر حیرت زدہ ہوئے کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب انہیں ہوش آیا تو وہ سجدے میں گر گئے۔ وہ رو رہے تھے اور خدا سے عاجزانہ کہہ رہے تھے "خدایا! میں نے بہت بڑا قصور کیا۔ اب میں اپنی نادانی اور عاجزی کا اقرار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ روزی دینے والا صرف تو ہی ہے اور سارے جہان کا تو ہی پیٹ بھر سکتا ہے۔ میں نادان اور مسکین ہوں تو دانا اور توانا ہے۔"

○☆○

اجنہ آپ کے لیے غواصی کر کے سمندر کی تہ سے موتی اور جواہر لایا کرتے تھے۔ شہر اور شاندار عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔ تانبے کی عظیم الشان دیگیں اور ظروف بنایا کرتے تھے۔ آپ ان سے جس طرح چاہتے کام لیتے اور..... سرکش جنوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا کرتے تھے۔

تانبے کے چشمے بھی اللہ نے آپ کو بخش دیے تھے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ کے لیے لوہے کو نرم کردیا گیا تھا اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے تانبے کو پگھلا کر استفادے کے قابل بنا دیا گیا تھا۔

قرآن پاک میں بیان ہوا ہے "اور ان کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔" (سبا ۱۲) مفسرین کا بیان ہے کہ یمن کی طرف اللہ نے پگھلے ہوئے رقیق تانبے کا ایک چشمہ نکال دیا اور اسے حضرت سلیمانؑ کے تصرف میں دے دیا تھا مگر مفسرین کو یہ بھی اقرار ہے کہ تانبہ رقیق حالت میں زمین میں نہیں پایا جاتا۔ اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن آج جس دور میں ہم ہیں اثری رویوں نے ہماری یہ مشکل بھی دور کردی ہے۔ خلیج عقبہ کے دہانے پر ایلات کے قرب و جوار میں خام تانبے کی کانیں تھیں۔ اس علاقے کے قریب ہی ایک اہم قدیم شہر عصیون جابر نامی واقع تھا۔ یہ اس زمانے میں

اہم بندرگاہ، بحری فوج کا مرکز اور ایک زبردست تجارتی و صنعتی شہر تھا۔ یہاں حضرت سلیمانؑ نے تانبے کو پگھلا کر صاف کرنے کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم کیا تھا۔ اس کے آثار اب کھدائی میں برآمد ہوئے ہیں اور انھوں نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ پہلے لوگ اس قدر قدیم زمانے میں اس قسم کے صنعتی کارخانے کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

اس صدی کے ایک اور اہم اثری اکتشاف نے ان باتوں کی تصدیق کر دی ہے۔ بیت المقدس ۲۹ جولائی ۱۹۵۹ء کی ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ یورپ کے ایک ماہر آثار قدیمہ نے حال ہی میں حضرت سلیمانؑ کے زمانے کی تانبے کی یہ کانیں برآمد کر لی ہیں۔ یہ ماہر، مشاق فوٹو گرافر بھی ہے۔ اس کا نام بنوروٹن برگ (BENNO ROTTEN BERG) ہے اس نے خلیج عقبہ کے ساحل پر ایلات (عقبہ) کے قریب میں تقریباً پچاس میل کے رقبے میں ان کانوں کے نشانات دریافت کیے ہیں جن سے حضرت سلیمانؑ کے عہد میں تانبہ نکالا جاتا تھا۔ مغربی مورخین اور علماء کا خیال ہے کہ عہد سلیمانی کی خوش حالی کا ایک بہت بڑا سبب ایلات کا تانبا اور اوفیر (OPHIR) کی سونے کی کانیں تھیں۔

بنوروٹن برگ نے ایلات کے کانوں کے قریب ہزاروں مٹی کی بنی ہوئی بھٹیاں دیکھیں۔ ان کے اس نے فوٹو بھی لیے اور اسی کے قول کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے لاکھوں مزدور ان بھٹیوں میں تانبا پگھلا کر صاف کیا کرتے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ ”کانوں سے برآمد ہونے والی خام دھات کو بڑے بڑے ہتھوڑوں سے کوٹ کر باریک کر لیا جاتا تھا پھر اس دھات کو عصیون جابر بھیج دیا جاتا تھا۔ یہاں تانبے کا ایک وسیع پیمانے کا کارخانہ تھا اور یہاں دھات کو دوبارہ پگھلا کر اس کی مزید صفائی کی جاتی تھی اور اس سے مختلف چیزیں تیار کی جاتی تھیں۔ اب یہ علاقہ بنجر، خشک اور بے برگ اور گیاہ ریگستان ہے۔ یہاں ڈیڑھ سو سے زیادہ پانی کے کنوؤں کے آثار بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ان کنوؤں کی گہرائی بیس میٹر (تقریباً بائیس گز) بتائی گئی ہے۔ (انگریزی روزنامہ ڈان ۱۷ جولائی ۱۹۵۹ء)“

حضرت سلیمانؑ پہلے اسرائیلی حکمران ہیں جنھوں نے ایک بحری بیڑا تشکیل دیا تھا اور عصیون جابر میں جہازوں کا یہ بیڑا تجزیہ کار اور ہوشیار ملاحوں کی نگرانی میں کام کرتا تھا۔

توریت میں اسے بیان کیا گیا ہے ”پھر سلیمان نے عصیون جابر میں ادوم کے ملک میں بحرہ قلزم کے کنارے ایلات کے پاس جہازوں کا بیڑا بنایا اور حیرام بادشاہ نے اپنے ملازمین سلیمان کے ملازموں کے ساتھ اس بیڑے میں بھیجے۔ وہ ملاح تھے جو سمندر سے واقف تھے۔ وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لے کر سلیمان بادشاہ کے پاس پہنچے (سلاطین اول باب ۹۔ ۲۶ تا ۲۸)۔

ان دنوں صور ولبنان کے حکمران حیرام کے حضرت سلیمانؑ سے دوستانہ تعلقات تھے۔ لبنان میں دیودار اور صنوبر کے جنگلات تھے اور یہاں عمدہ قسم کا پتھر بکثرت پایا جاتا تھا۔

حضرت داؤدؑ جنگی اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے بیت المقدس اور عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے تھے۔ انھوں نے حضرت سلیمانؑ کو ہدایت کی تھی کہ وہ یہ کام ضرور انجام دیں۔ اب حضرت سلیمانؑ نے حالات پر قابو پانے کے بعد حیرام بادشاہ کو لکھا کہ وہ عبادت گاہ تعمیر کروانا چاہتے ہیں اور اسے اس سلسلے میں عمدہ قسم کا پتھر، دیودار اور صنوبر کی لکڑیاں درکار ہیں۔ حیرام بادشاہ کو اس نیک کام میں ان کی مدد کرنی چاہیے چنانچہ ان کے آدمیوں کے ساتھ وہ بھی اپنے آدمی لگا دے۔ یہ سب دیوار اور صنوبر کی لکڑیاں کاٹ کر بیت المقدس بھیجیں۔ اس کام کے لیے جو معاوضہ چاہے گا، دے دیا جائے گا۔

حیرام نے حضرت سلیمانؑ کی اس کام میں بڑی مدد کی۔ اس نے پتھر اور لکڑیوں کے علاوہ سونے چاندی اور پیتل کی صنعت کا ایک بہت بڑا ماہر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کا معاوضہ اس طرح ادا کیا کہ آپ ہر سال اس کو غذائی رسد فراہم کرتے رہے اور کچھ عرصے بعد آپ نے گلیل کے بیس شہر بھی اس کی حوالے کر دیے۔

خروج مصر کے چار سو اسی سال بعد اور اپنی حکومت کے چوتھے سال کے دوسرے مہینے میں حضرت سلیمانؑ نے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا آغاز کیا۔ اس کام کی عظمت اور وقت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ توریت کے بیان کے مطابق اس کام پر تیس ہزار مزدور، ستر ہزار بوجھ اٹھانے والے اور اسی ہزار درخت کاٹنے والے پہاڑوں میں کام کر رہے تھے۔

ان منصب داروں کی تعداد جو ان لوگوں کے کام کی دیکھ بھال کے لیے مقرر ہوئے تھے تین ہزار تھی۔ مزدور سارے پردیسی تھے۔ اسرائیلی نہیں تھے اور اس کی تعمیر میں ہتھوڑے، کلہاڑی اور لوہے کے کسی اوزار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

سورہ ”ص“ میں مذکور ہے ”شیاطین (یعنی سرکش جنوں) کو بھی ان کے تابع کیا، وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے۔“

پہلے پوری عمارت، برآمدے اور بارہ دریاں، دیودار اور صنوبر کی لکڑی کی بنائی گئیں اور پھر ان کو خالص سونے سے بنایا گیا۔

یہاں مقدس ترین مقام جو تابوت سکینہ کے لیے مخصوص تھا، صنول کی لکڑی سے بنایا گیا۔ اس کی اونچائی، لمبائی اور چوڑائی بیس بیس ہاتھ تھیں۔

اس کو منڈھنے کے لیے جو سونا خرچ ہوا اس کا وزن توریت کے مطابق چھ سو قنطار تھا اور یہ قنطار مصر اور کچھ ممالک میں اب تک رائج ہے۔ ایک قنطار ۴۰۹ کلو گرام یا ۹۹٫۶۰۵ پونڈ کا ہوتا ہے۔ ایک من ۸۲٫۲۷ پونڈ کا ہوتا ہے۔ اس لیے ایک قنطار تقریباً ایک من آٹھ سیر کا ہوا اور چھ سو قنطار تقریباً سات سو بیس من کے برابر ہوتے ہیں۔

اس حصے کے لیے دو فرشتوں کی شبیہیں بھی تراش کر بنائی گئی تھیں۔ جن کے بازو بیس ہاتھ لمبے تھے۔ یہ کل عمارت سات سال چھ مہینے میں مکمل ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے اس کی تاریخ تعمیر ۹۶۰ قبل مسیح تا ۹۵۳ قبل مسیح قرار پائی ہے۔

اس ہیکل کے لیے عجیب و غریب ظروف اور سامان تیار کئے گئے تھے۔ کڑھاؤ کی طرح ایک بہت بڑا ڈھلا ہوا حوض تھا۔ جس کا قطر دس ہاتھ، اونچائی پانچ ہاتھ اور گہرائی تیس ہاتھ تھی۔ یہ بارہ بیلوں کے اوپر رکھا ہوا تھا جو اس کے ساتھ ہی ڈھالے گئے تھے۔ ان کے علاوہ پیتل کی دس ڈھلی ہوئی کرسیاں تھیں جن میں سے ہر ایک کی لمبائی چار ہاتھ، اونچائی تین ہاتھ تھی اور یہ نہایت اعلیٰ صنعت کا نمونہ تھیں۔ ان کرسیوں کے نیچے پیتل کے پہیئے لگے ہوئے تھے اور ہر کسی کے سامنے چار ہاتھ ناپ کر ایک ڈھلا ہوا حوض تھا۔ ان کے علاوہ بہت سی بڑی بڑی دیگیں تھیں اور دیگر ظروف یا اشیا مثلاً بیلچے، کٹورے، شمع دان، گلگیر اور بخوردان وغیرہ۔ یہ زیادہ تر سونے کے تھے۔

اس عبادت گاہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے یروشلم میں ایک شاندار محل تعمیر کیا۔ جس کی لمبائی سو ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی۔ یہ نہایت بیش قیمت، ترشے ہوئے پتھروں کا بنایا گیا تھا اور اس کی بنیاد میں آٹھ آٹھ اور دس دس ہاتھ کے پتھر لگائے گئے تھے۔ عمارتوں میں دیودار کی لکڑی استعمال ہوئی تھیں۔

جب یہ محل تیار ہو گیا تو آپ فرعون کی بیٹی کو جبرون سے یروشلم لے آئے کیونکہ جب تک یہ محل تعمیر نہیں ہوا تھا۔ فرعون کی بیٹی جبرون میں رہتی تھی۔ یہ محل تیرہ سال میں تعمیر ہوا تھا۔

حضرت سلیمانؑ کو تعمیرات کا بے حد شوق تھا۔ آپ کے زمانے میں اس قدر تعمیرات ہوئیں کہ کسی اسرائیلی حکمران کے زمانے میں نہیں ہوئی تھیں۔ بیت المقدس کو بھی آپ ہی نے سنوارا اور بنایا تھا۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے یروشلم کی شہر پناہ تعمیر کی۔

آپ نے جو شہر تعمیر کیے ہیں ان میں ملو، حصور، مجدد، جذر، بیت حوردن، اسفل اور تمر کے نام لیے جاتے ہیں۔

اس دور میں جو خوشحالی پائی جاتی تھی۔ وہ تاریخ اسرائیل کے کسی اور دور میں نہیں ملے گی۔ اسی دوران میں تجارت کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا اور یہ تجارت بحری اور بری راستوں سے ہوتی تھی۔ آپ کا بحری بیڑا حیرام کے بحری بیڑے کے ساتھ ترسیس کو جاتا تھا اور یہ ترسیس اندلس میں تھا۔ تین سال میں ایک بار جہاز واپس آتا تھا اور ترسیس سے سونا چاندی، ہاتھی دانت اور بندر لایا کرتا تھا۔ مصر سے گھوڑوں کی تجارت کا سلسلہ تھا۔ تاجر مصر سے کثیر تعداد میں گھوڑے لاتے تھے۔ یہ مصری گھوڑا یروشلم میں تقریباً ڈیڑھ سو مثقال میں بکتا تھا۔ ملک میں مال و دولت کی فراوانی تھی۔ لوگ آسودہ اور خوش

حال تھے۔

توریت کا بیان ہے "بادشاہ نے یروشلم میں افراط کی وجہ سے چاندی کو ایسا کر دیا جیسے پتھر اور دیودار کو ایسا جیسے نشیب کے ملک کے گولر کے درخت ہیں۔"

اس افراط کی وجہ یہ تھی کہ ہر سال باہر سے آپ کے پاس جو سونا آتا تھا اس کی مقدار چھ سو چھیاسٹھ قنطار تھی۔ موجودہ حساب سے اس کا وزن آٹھ سو ایک من، ستائیس سیر اور سات چھٹانک ہوا۔

تجارت اور خراج کی آمدنی اس کے علاوہ تھی۔

آپ کی سلطنت کی وسعت یہ تھی۔ شمال مشرق میں دریائے فرات تک، جنوب مشرق میں یمن تک، مغرب میں فلسطینیوں کے ملک اور بحر روم تک، شمال میں گلیل تک اور جنوب میں مصر کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی۔

○☆○

حضرت سلیمانؑ غیر معمولی قوت رکھتے تھے اور ان کے بارے میں جیسا کہ مشہور ہے کہ یہ جانوروں کی زبان بھی سمجھ لیتے تھے۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ ان کی جنوں، جانوروں اور ہوا تک پر حکومت تھی۔

چیونٹی جس کی آواز کسی نے بھی نہیں سنی حضرت سلیمانؑ اس کی آواز بھی سن لیتے تھے۔

یہ ساری چیزیں اسرائیلیوں کے نزدیک جادو کی وجہ سے تھیں اور انھوں نے اس درجہ جسارت سے کام لیا کہ ان کی نبوت اور رسالت ہی سے انکار کر دیا اور ان پر طرح طرح کے بے ہودہ بہتان اور الزام لگائے۔ دوسرے الزامات کے علاوہ حضرت سلیمانؑ پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ وہ جادو کے عامل ہیں اور اس کے زور پر بادشاہ بن گئے اور جنوں اور انسانوں اور وحوش اور طیور کو مسخر کر لیا۔ یہ حضرت سلیمانؑ پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کی صیدون شہر سے عنکبود بادشاہ کا جو سحری کتب خانہ صخرہ جن کو ملا تھا، حضرت سلیمانؑ نے اس کو شکنجے میں کر کے اس کے سحری علوم پر قبضہ کر لیا اور اسی سے کام لیتے رہتے۔

آخری دنوں میں یہ بھی مشہور ہوا کہ جن علم غیب جانتے ہیں۔

جب یہ خبریں بہت عام ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے شیاطین کے تمام جادوئی نوشتوں کو حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کروا دیا تاکہ انسانوں اور جنوں کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اور ساتھ ہی یہ فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص سحر کرے گا یا جنوں کے متعلق علم غیب کا استعمال جاری رکھے گا اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بارے میں عجیب و غریب واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں اسرائیلی روایات بھی شامل کر لی گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے تعمیر بیت المقدس کا کام جنوں کے سپرد کر دیا تھا۔

اسی دوران میں فرشتہ اجل نے آپ کو آگاہ کر دیا کہ اب آپ کی زندگی بہت مختصر ہے اس لئے آپ جو کچھ اس مختصر حصے کر کر سکیں کر لیں۔ حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ ایک شیشے کا گھر تعمیر کریں۔ یہ شیشے کا گھر فوراً تیار ہو گیا اور آپ اس میں سیدھے کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ اسی عصا کے سہارے آپ سیدھے کھڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یہاں ملک الموت نے کہا "اب میں آپ کی روح قبض کرنے والا ہوں۔" حضرت سلیمانؑ نے پانی کی خواہش ظاہر کی اور کہا "مجھے ایک ذرا پانی پینے کی مہلت دے۔" جواب میں ملک الموت نے کہا "اب میں خدا کے حکم میں تاخیر نہیں کر سکتا اور آپ کو پانی پینے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔"

اسی حالت میں ان کی روح قبض کر لی گئی۔ سامنے زور و شور سے کام جاری تھا اور جن ایک سال تک یہ ہی سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمانؑ کھڑے ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔

اسی دوران میں ان کے عصا میں گھن لگ گیا۔ دوسری طرف جنوں نے کام مکمل کر لیا اور ادھر گھن لگا ہوا عصا زمین پر گر گیا اور عصا کے ساتھ حضرت سلیمانؑ بھی زمین پر گر گئے۔

اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اسی دوران لوگوں نے حضرت سلیمانؑ کے تخت کو ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جنوں کو بے حد افسوس ہوا کہ اگر انہیں حضرت سلیمانؑ کی وفات کی خبر ایک سال پہلے معلوم ہوتی تو وہ دن رات کام میں مشغول نہ رہتے۔ یہاں لوگوں کے اس عقیدے کی تردید ہو جاتی ہے کہ جنوں کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ اگر جنوں کو غیب کا علم ہوتا تو وہ ایک سال پہلے ہی کام چھوڑ چکے ہوتے۔

توریت کی بائیسویں کتاب کا نام "غزول الغزلات" ہے اور اس میں اعلیٰ پائے کی تمثیلی شاعری موجود ہے یعنی عشقیہ نظم۔ یہ نظم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ نظم کی ابتداء ایک حسینہ کے محبوب کے فراق میں بیان سے شروع ہوتی ہے۔

وہ اپنے منہ کے چوموں سے مجھے چومیں
کیونکہ تیرا عشق مشک سے بہتر ہے
تیرے عطر کی خوشبو لطیف ہے
تیرا نام عطر ریختہ ہے

اس شاعری کے علاوہ حضرت سلیمانؑ کے اقوال کتاب امثال میں موجود ہیں۔ یہ کتاب اکتیس ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے انتیس ابواب میں حضرت سلیمانؑ کے پند و نصائح ہیں ان ہی میں سے چند نیچے لکھے جا رہے ہیں۔

وہ راستوں میں اپنی آواز بلند کرتی ہے
وہ ہجوم پر بازار میں چلاتی ہے
وہ پھاٹکوں کے مدخل پر
اور شہر میں یہ کہتی ہے
اے نادانو! تم کب تک نادانی کو دوست رکھو گے
اور ٹھٹے باز کب تک ٹھٹے بازی میں مشغول رہیں گے
اور احمق کب تک علم سے عداوت کریں گے
تم میری ملامت کو سن کر باز آ جاؤ
دیکھو میں اپنی روح تم پر انڈیلوں گی
میں تم کو اپنی باتیں بتاؤں گی
کیونکہ میں نے بلایا اور تم نے انکار کیا
بلکہ تم نے میری مشورت کو ناچیز جانا
میری ملامت کو حقیر جانا
پس وہ اپنے ہی منصوبوں سے پیٹ بھریں گے
کیونکہ نادانوں کی برگشتگی ان کو قتل کر دے گی
اور احمقوں کی فارغ البالی ان کی ہلاکت کا باعث ہو گی
لیکن جو میری سنتا ہے وہ محفوظ رہے گا
اور آفت سے نڈر ہو کر محفوظ ہو گا۔

○☆○

خداوند کا خوف علم کا شروع ہے
دغا کی روٹی آدمی کو میٹھی لگتی ہے
لیکن آخر کو اس کا منہ کنکروں سے بھرا جاتا ہے
آدمی کا ضمیر خداوند کا چراغ ہے
جو اس کے تمام اندرونی حال کو دریافت کرتا ہے
بیاباں میں رہنا جھگڑالو اور چڑچڑی بیوی کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے
دولت بہت سے دوست پیدا کرتی ہے
پر مسکین اپنی ہی دوست سے بیگانہ ہے
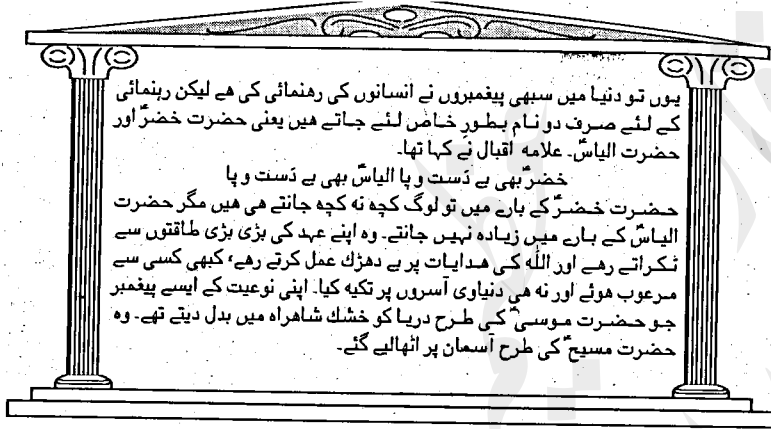
اپنے ہمسایہ کے گھر بار بار جانے سے اپنی پاؤں کو روک
مبادا وہ دق ہو کر تجھ سے نفرت کرے
کل کی بات پر گھمنڈ نہ کر
کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ایک ہی دن میں کیا ہو گا

حضرت سلیمانؑ نے توریت کے مطابق سات سو شادیاں کی تھیں اور تین سو حرمیں تھیں لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ "سلیمان کی ستر بیویاں تھیں۔" انھوں نے چالیس سال حکومت کی۔ یہ تیرہ سال کی عمر میں بادشاہ بنائے گئے تھے۔ چنانچہ توریت میں یہ مدت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ غرض ساری مدت سلیمان نے یروشلم میں سارے اسرائیل پر سلطنت چالیس برس کی تھی اور سلیمان اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہا اور اپنے باپ دادوں کے شہر صیہون میں دفن کر دیا گیا۔

○☆○

حضرت الیاس علیہ السلام

(900 ق م)

قرآن پاک میں جن انبیا...کا ذکر آیا ہے' ان میں حضرت الیاسؑ بھی شامل ہیں چنانچہ سورۂ الصافات میں ہے۔

"اور بے شبہ الیاس رسولوں میں سے ہیں اور وہ وقت ذکر کے قابل ہے جب اس نے اپنی قوم سے کہا' کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر خدا کو چھوڑے ہوئے ہو۔ اللہ ہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔ پس انہوں نے الیاس کو جھٹلایا تو بے شبہ وہ لائے جائیں گے پکڑے ہوئے' بجز ان کے جو چن لیے گئے ہیں اور ہم نے بعد کے لوگوں میں الیاس کا ذکر باقی رکھا۔ الیاس پر سلام ہو' بے شبہ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔"

حضرت الیاسؑ کا زمانہ ۹۰۰ ق م اور ۸۴۵ ق م کے درمیان سے تعلق رکھتا ہے۔ آپؑ کا تعلق جلعاد سے تھا۔ یہ شہر دمشق کے جنوب میں واقع تھا اور قریب ہی بعلبک آج بھی موجود ہے۔ یہاں سلطنت یہودا قائم تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ یہاں کا بادشاہ اخی اب عمری کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا جو صرف اخی اب کہلاتا تھا' باپ کی جگہ بادشاہ بنا۔ اس کا دورِ حکومت بائیس سال بتایا گیا ہے اور اس کا دارالسلطنت سامریہ تھا۔

اس نے صیدانیوں کے بادشاہ اتبعل کی بیٹی ایزابیل سے شادی کرلی۔ ایزابیل بعل دیوتا کی پرستش کرتی تھی۔ اس نے سامریہ میں بھی بعل دیوتا کا مندر بنوایا اور ساتھ ہی ایک مذبح بھی تیار کروایا اور یہاں چھوٹی چھوٹی مورتیاں رکھوادیں۔ اسے بعل دیوتا سے بڑی عقیدت تھی اور یہ عورت انتہائی خودسر تھی۔

بعل دیوتا کے مندر میں چار سو پچاس پجاری خدمت کے لیے رکھے گئے اور مذبح کے لیے بھی چار سو پچاس پجاری مقرر ہوئے۔ یہ سب ملکہ ایزابیل کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

بعل طاقت کا دیوتا تھا۔ اس کی مشرقی اسرائیلیوں میں بھی پرستش ہونے لگی تھی اور اس کے لیے بڑے ہیکل اور عظیم الشان قربان گاہیں بنائی گئیں تھیں۔ کاہن اس کو بخورات کی دھونی دیتے اور اس پر طرح طرح کی خوشبوئیں چڑھاتے تھے اور کبھی کبھی اس کو انسانوں کی بھینٹ بھی دی جاتی تھی۔

حضرت الیاسؑ کے زمانے میں یمن اور شام کا یہ بت بہت ہی محبوب دیوتا تھا۔ یہ بیس گز کا سونے کا بت تھا اور اس کے چار منہ تھے۔

حضرت الیاسؑ کو حکم ہوا کہ قوم گمراہی میں مبتلا ہو چکی ہے اس لیے آپؑ وہاں پہنچیں اور قوم کو شرک اور بت پرستی سے روکیں۔

آپؑ جلعاد سے چل کر سامریہ پہنچے اور یہاں ہر طرف شرک اور بت پرستی دیکھی۔ یہ سامریہ آج کہیں نقشے میں موجود نہیں ہے مگر بعلبک نامی شہر موجود ہے اور شاید یہی بعلبک' ماضی کا سامریہ ہے۔

حضرت الیاسؑ نے لوگوں کو بت پرستی سے روکا اور ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا لیکن عوام اپنے بادشاہ اور ملکہ کی اتباع کر رہے تھے اور وہ حضرت الیاسؑ کی بات کو کس طرح مان لیتے۔

پجاریوں نے جب یہ سنا کہ ایک الیاس نامی شخص جلعاد سے چل کر سامریہ آیا ہے اور یہ پردیسی' لوگوں کو بعل دیوتا کی پرستش سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک ان دیکھے خدا کی عبادت کی جائے تو وہ بہت مشتعل ہوئے۔ ان پجاریوں اور ملکہ ایزابیل کو حضرت الیاسؑ کے علاوہ کچھ اور لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اسرائیلی روایات کے بموجب یہاں بہت سے انبیا پہلے سے موجود تھے اور یہ سب بت پرستی کی مخالفت کرتے رہتے تھے مگر ملکہ ایزابیل پر کسی کی بات کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔

حضرت الیاسؑ تبلیغ وہدایت کے لیے منظرِ عام پر نمودار ہوئے اور لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کی کوشش شروع کردی۔

لیکن بت پرست اور بادشاہ کے ظلم وستم میں دبی ہوئی اس قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور حضرت الیاسؑ پر کسی نے کوئی توجہ نہ دی۔

بادشاہ کا وزیر عبدیاہ صاحبِ ایمان تھا اور وہ اس عہد کے نبیوں کی خفیہ مدد کرتا رہتا تھا۔

پجاریوں نے ملکہ ایزابیل کو حضرت الیاسؑ کے بارے میں بتایا کہ یہاں پہلے ہی ایسے کئی سو آدمی موجود ہیں جو ہمیں بعل دیوتا کی پرستش سے روکتے ہیں۔ اب جلعاد سے الیاس نامی ایک شخص آگیا ہے اور یہ اپنا کام نہایت تندہی سے انجام دے رہا ہے اور لوگ بھی اس کی باتوں پر توجہ دیتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرنے کے لیے بیتاب نظر آتے ہیں مگر شاید ان پر بادشاہ اور ملکہ کا خوف غالب ہے ورنہ ان کے دل الیاس کے ساتھ ہیں۔

ملکہ نے حکم دیا کہ جو بھی بعل دیوتا کی پرستش نہ کرے اور لوگوں کو بعل دیوتا کی پرستش سے روکے اسے

قتل کروادیا جائے۔

یہ فرمان بادشاہ اخی اب کے دستخط سے جاری کروادیا گیا۔

وزیر عبدیاہ نے اللہ کے سو نیک بندوں کو دو غاروں میں چھپا دیا اور انہیں صبح و شام کھانا پانی بھی بھجواتا رہا۔

کسی طرح ملکہ ایزابیل کو اس کی خبر ہوگئی اور اس نے اللہ کے ان نیک بندوں کو غاروں سے نکلوا کر قتل کروادیا۔

اللہ کی طرف سے حضرت الیاسؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ تین سال کے لیے روپوش ہوجائیں اور اس گمراہ قوم کو روپوش ہونے سے پہلے بتادیں کہ تین سال تک یہاں بارش نہیں ہوگی اور لوگ قحط سالی کا شکار ہوجائیں گے۔

عام لوگوں پر تو آپؑ کی اس پیش گوئی کا اثر ہوا اور وہ دل سے خدا کو ماننے کے باوجود بعل دیوتا کی اس لیے عبادت کرتے رہے کہ وہ ان کے بادشاہ اور ملکہ کا پسندیدہ بت تھا' اگر وہ اس کی عبادت نہیں کریں گے تو سو نیک آدمیوں کی طرح وہ بھی قتل کردیے جائیں گے۔

حضرت الیاسؑ نے بادشاہ اخی اب سے ملاقات کی اور اس کو بتایا "تم لوگ جس خاندان اور قبائل سے تعلق رکھتے ہو' وہ بت پرست نہیں تھے۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرتے تھے مگر تم نے گمراہی اختیار کی اور اپنی بیوی ایزابیل کو خوش رکھنے کے لیے بعل دیوتا کی پرستش کرنے لگا اور قوم کو بھی گمراہی میں ڈال دیا۔ مجھے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں گمراہی سے روکوں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دوں۔

بادشاہ اخی اب نے پوچھا "تو کون ہے۔ تجھے ہم نے پہلے کبھی اپنے شہر سامریہ میں نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی سے تیرا ذکر سنا۔"

حضرت الیاسؑ نے جواب دیا "ہاں میں سامریہ میں پردیسی ہوں۔ میں جلعاد میں رہتا تھا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا کہ تم لوگ گمراہی میں مبتلا ہو۔ تمہیں حق کی راہ پر لایا جائے۔

بادشاہ اخی اب نے کہا "ہاں میں نے تیری باتیں سن لیں مگر ان پر اس لیے عمل نہیں کرسکتا کہ بعل دیوتا اس وقت سب سے بڑا دیوتا ہے اور میری بیوی ایزابیل بھی اس کی پرستش کرتی ہے۔ تجھ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ تیری ہی جیسی تعلیم دینے والے سو آدمی مارے گئے اور اب تو نے اتنی ہمت کی ہے کہ میرے دربار میں بن بلائے چلا آیا۔ بتا اب میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

حضرت الیاسؑ نے جواب دیا "تو میرے ساتھ کوئی برا سلوک کیا کرے گا۔ میں جو کچھ کررہا ہوں' اس کا مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ اب اگر مجھے اس خدمت کا کوئی صلہ ملے گا تو وہ اللہ کی طرف سے ملے گا۔"

اخی اب بادشاہ نے پوچھا "ہم یہ کس طرح مان لیں کہ تم مامور من اللہ ہو؟"

حضرت الیاسؑ نے جواب دیا "میں اس دعوت کے بعد اللہ کے حکم سے تین سال کے لیے نظروں سے اوجھل ہوجاؤں گا اور ان تین سالوں میں اس علاقے میں بارش نہیں ہوگی اور یہاں کے لوگ قحط سالی کا شکار ہوجائیں گے۔ یہ میں تجھے ابھی سے خبر دے رہا ہوں۔ اگر مجھے یہاں اللہ نے بھیجا ہے تو وہ میری اس بات کو سچ کردے گا۔"

بادشاہ اخی اب نے کہا "تو اب ہمیں تین سال تک انتظار کرنا ہوگا اور اگر تم اللہ کی طرف سے واقعی بھیجے گئے ہو اور ہم نے تمہاری بات نہ مانی اور تمہارے بقول گمراہ رہے تو یہاں بارش نہیں ہوگی۔ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوجائیں گے اس وقت ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور قوم کو بھی تمہارا دین اختیار کرنے کا حکم دیں گے۔"

عبدیاہ نے بادشاہ سے کہا "اس شخص نے جتنی جرات اور بے باکی سے دربار میں باتیں کی ہیں' اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ شخص نبی ہے اور ہمیں اس پر ایمان لے آنا چاہیے۔"

بادشاہ اخی اب نے اپنے وزیر کو ڈانٹا کہ وہ اس معاملے میں خاموش رہے کیونکہ اگر ملکہ ایزابیل کو یہ باتیں معلوم ہوگئیں تو وہ تم سب کو قتل کروادے گی۔"

حضرت الیاسؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ فوراً روپوش ہوجائیں کیونکہ ملکہ ایزابیل انہیں تلاش کرکے قتل کروا دینے کی کوشش کرے گی۔

آپ نے اعلان کیا کہ اب خداوند اسرائیل کے خدا کی حیات کی قسم کھاکے میں کہتا ہوں کہ ان تین برسوں میں نہ تو مینہ برسے گا اور نہ اوس پڑے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صورتحال اس وقت تک برقرار رہے جب تک میں نہ کہوں۔"

حضرت الیاسؑ بادشاہ اخی اب سے مل کر باہر آئے تو سوچنے لگے کہ انہیں تین سال کے لیے کہاں روپوش ہوجانا چاہیے۔

انہیں اس عالم میں حکم دیا گیا "اے الیاس یہاں سے چل دے اور مشرق کی طرف رخ کر اور کریت کے نالے کے پاس جو اردن کے سامنے ہے' وہاں چھپ جا۔"

چنانچہ آپ مذکورہ جگہ میں روپوش ہوگئے۔

بادشاہ اخی اب کو آپؑ کی پیش گوئی کے ظاہر ہونے کا انتظار تھا اور وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کس طرح بارش نہیں ہوتی کس طرح قحط پڑتا ہے؟"

ملکہ ایزابیل نے جب یہ سنا کہ الیاس نامی کوئی شخص بادشاہ اخی اب کو تین سال تک بارش نہ ہونے اور قحط پڑنے کی دھمکی دے کر چلا گیا ہے تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے کہا "اس شخص کو تلاش کرکے اس کے پاس لایا جائے۔ وہ اسے قتل کروادے گی۔"

ملکہ ایزابیل کے آدمیوں نے حضرت الیاسؑ کی تلاش شروع کردی مگر ان کا کہیں پتا نہ تھا۔

پہلے سال سے ہی آثار ظاہر ہونے لگے اور بارش بالکل نہیں ہوئی۔ سامریہ کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ بارش نہیں ہو رہی ہے تو وہ حضرت الیاسؑ کی نبوت پر دل سے ایمان لے آئے مگر بادشاہ اخی اب اور ملکہ ایزابیل کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کر سکے۔

ملکہ ایزابیل ایسے آدمیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کر رہی تھی جن پر نیک ہونے کا اور ایک اللہ پر ایمان لانے کا شبہ بھی گزرتا تھا۔

دوسرے سال بھی بارش نہیں ہوئی اور قحط پڑ گیا اسی طرح تیسرے سال بھی بارش نہیں ہوئی اور لوگ قحط سے مرنے لگے۔

بادشاہ اخی اب اور ملکہ ایزابیل کو ان حالات سے اس لیے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ انہیں روٹی میسر تھی۔ ان کے گوداموں میں غلہ بھرا ہوا تھا اور بارش کے نہ ہونے سے ان دونوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تھی۔

اب حضرت الیاسؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ یہ جگہ چھوڑ دیں اور ساحلی شہر صیدا میں صاریت نامی ایک جگہ ہے، وہاں قیام کریں۔

چنانچہ آپؑ نے اردن کی یہ جگہ چھوڑ دی اور صیدا روانہ ہو گئے۔

صاریت نامی شہر کے پھاٹک پر پہنچے تو انہیں ایک ضعیف بیوہ عورت ملی جو لکڑیاں چن رہی تھی۔

آپؑ نے اس ضعیف بیوہ عورت سے پوچھا "تیرے پاس میرے لیے کچھ کھانا اور پانی ہوگا؟"

عورت نے بتایا "میرے گھر میں ایک مٹھی آٹا اور کپّی میں تھوڑا سا تیل موجود ہوگا۔ میرا ایک بیٹا ہے اور یہ لکڑیاں میں جو چن رہی ہوں تو اس سے میں آگ جلا کر کھانا پکاؤں گی اور بیٹے کو کھلا دوں گی۔ میرے اپنے لیے کچھ بھی نہیں بچے گا۔ پتا نہیں پھر ہمیں کب کھانا میسر آئے۔ شاید خشک سالی اور قحط میں دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح ہم بھی بھوک سے مر جائیں۔"

حضرت الیاسؑ نے کہا "بڑی بی! آپ غم نہ کریں اور جتنا بھی آٹا گھر میں موجود ہے، اسے پکائیں اور مجھے کھلا دیں اس کے بعد جس مٹکے میں آٹا رکھا جاتا ہے، اس سے مزید نکالیں اور اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے روٹیاں پکائیں اور کھائیں۔ اللہ نے چاہا تو یہ آٹا ختم نہیں ہوگا اور کپّی میں جو تیل ہے اللہ اس میں برکت دے گا اور وہ بھی ختم نہیں ہوگا۔"

بڑھیا نے آٹا نکالا۔ روٹی پکائی اور آپؑ کو کھلا دی۔ پانی دیا اور پوچھا "میں نے جو آٹا تھا آپؑ کو پکا کر کھلا دیا کیا مٹکے میں اور آٹا ہوگا جو میں اپنے بیٹے اور اپنے لیے پکاؤں؟"

آپؑ نے فرمایا "ہاں جب تک قحط پڑا ہوا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں، تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مٹکے میں ہاتھ ڈال کر آٹا نکال کر پکاتی رہ، آٹا ختم نہیں ہوگا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بڑھیا مٹکے سے آٹا نکال کر پکاتی رہی اور آٹے میں برکت ہوتی رہی۔

بڑھیا نے مکان کا ایک حصہ حضرت الیاسؑ کو رہنے کے لیے دے دیا تھا اور حضرت الیاسؑ نے اس بڑھیا سے کسی اور قسم کی غرض باقی نہیں رکھی تھی۔ بڑھیا جو کچھ پکاتی پہلے آپؑ کو پہنچاتی اس کے بعد بیٹے کے ساتھ خود کھاتی۔

اسی دوران میں بڑھیا کا لڑکا بیمار پڑ گیا۔ گھر کے حالات یونہی خراب تھے جو بیٹا بیمار پڑا تو اس کا بڑھیا علاج بھی نہیں کروا سکی۔ اس کے جی میں آئی کہ وہ اپنے بیٹے کی بیماری کا ذکر حضرت الیاسؑ سے کرے مگر وہ سوچتی رہ گئی اور لڑکے کا انتقال ہو گیا۔

اب تو بڑی بی کے ہوش و حواس ہی جاتے رہے۔ وہ گھبرائی ہوئی حضرت الیاسؑ کے پاس پہنچی اور کہا "اے الیاس! وہ جو میرا بیٹا تھا اور جس کے لیے میں لکڑیاں چنا کرتی تھی، وہ اچانک بیمار پڑا اور مر گیا۔ بتاؤ اب میں کس کے لیے زندہ رہوں۔"

حضرت الیاسؑ نے بڑی بی سے کہا "تمہارا بیٹا کہاں ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو، میں بھی دیکھوں کہ کہیں وہ بن کے تو نہیں لیٹ گیا ہے۔"

بڑی بی حضرت الیاسؑ کو اپنے مردہ بیٹے کے پاس لے گئی، وہ واقعی مر چکا تھا۔

آپؑ نے اس کی موت کا ہر طرح یقین کرنے کے بعد کہا "میں تیرے بیٹے کو کچھ دیر کے لیے چھت پر لے جاؤں گا کوئی پلنگ ہے یا نیچے سے لے جانا پڑے گا۔"

بڑی بی نے کہا "پلنگ تو نیچے سے اوپر لے جانا ہوگا۔"

حضرت الیاسؑ پہلے تو پلنگ کو اوپر لے گئے، اس کے بعد مردہ بیٹے کو اٹھایا اور اسے اوپر لے گئے۔ اسے پلنگ پر لٹا دیا اور اس پلنگ کے اوپر خود بھی لیٹ گئے۔ اس طرح کی آپؑ کا جسم لڑکے کے جسم کے اوپر تھا۔ آپؑ نے تین بار لڑکے پر ہاتھ پھیرا اور اللہ سے فریاد کی "میرے خدا! میں تیری منت کرتا ہوں، اس لڑکے کی جان اس میں پھر آجائے۔"

اس طرح تین بار آپؑ نے کہا اور لڑکے کے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خود کو چھت پر دیکھا اور اپنے جسم پر حضرت الیاسؑ کو دیکھا تو پوچھا "میں کہاں ہوں اور یہاں آپؑ کیا کر رہے ہیں؟"

آپؑ نے جواب دیا "کچھ پتا ہے کہ تو کہاں چلا گیا تھا اور تجھے کہاں سے لایا گیا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا "مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ میں بہت ہلکا ہو گیا تھا اور بلندی کی طرف پرواز کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے زبردستی کھینچ لیا اور آنکھ جو کھلی تو میں نے اپنے آپ کو آپؑ کے سامنے دیکھا۔"

آپؑ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور نیچے لے آئے۔ اس کی ماں سے کہا "بڑی بی! آپ کا بیٹا مرا نہیں زندہ ہے۔ لیں اور اسے سنبھال لیں۔"

بڑی بی کو اپنے بیٹے کو سامنے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی اور اسے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا بیٹا مرنے کے بعد زندہ بھی ہو سکتا ہے۔

اب تو یہ بڑی بی حضرت الیاسؑ کی والہ وشیدا ہو گئی تھیں اور اپنی قسمت پر ناز کر رہی تھیں کہ انہیں ا باکمال شخص مل گیا جو اللہ کی بارگاہ میں تقرب رکھتا ہے۔

صاریت میں آپؑ اسی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ دوسری طرف سامریہ میں اخی اب اور ایزابیل گمرا کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ قحط اور خشک سالی کا ان دونوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا مگر انہیں اگر کوئی فکر لاحق ہو تھی تو مویشیوں کے لیے کیونکہ انہیں چارہ نہیں مل رہا تھا۔ تالاب اور نالے خشک پڑے ہوئے تھے اور چش بھی خشک گڑھے بنے ہوئے تھے۔

اللہ کے چند نیک بندوں نے ان دونوں سے کہا "یہ سب کچھ ان کی گمراہی کے سلسلے میں اللہ کا عذاب۔ اور الیاس نے جو کچھ کہا تھا اگر تم لوگوں نے گمراہی نہ چھوڑی تو تین سال تک بارش نہیں ہوگی اور ملک خشک سالی کا شکار ہو جائے گا۔"

ایزابیل نے حکم دیا "اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو گرفتار کر لیا جائے۔"

اللہ کے ان نیک بندوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ایزابیل کے حکم سے ان سب کو قتل کر دیا گیا۔

اب ایزابیل نے حکم دیا "یہ ساری شرارت الیاس کی ہے اسے تلاش کر کے گرفتار کیا جائے اور میر سامنے لایا جائے۔ میں اسے ایسی عبرتناک سزا دوں گی کہ جو بھی دیکھے گا عبرت پکڑے گا۔"

نہایت شدومد سے حضرت الیاسؑ کی تلاش شروع ہو گئی لیکن ان کا کہیں پتا نہ تھا اور تقریباً ایک سال بعد ایزابیل کو بتایا گیا کہ حضرت الیاسؑ اس ملک میں کہیں موجود نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو خود سامنے آجاتے انہیں کوئی پکڑوا دیتا۔

اس طرح تین سال گزر گئے اور اللہ نے حضرت الیاسؑ کو حکم دیا کہ وہ فوراً سامریہ پہنچیں اور اخی اب ا ایزابیل کے سامنے توحید کا درس دیں۔

آپؑ نے اس پیغام حق کے ملنے کے بعد سامریہ جانے کا منصوبہ بنایا۔

بڑی بی کو حضرت الیاسؑ کی حیثیت کا علم ہو چکا تھا اس نے ان سے درخواست کی کہ آپؑ سامریہ نہ جائ کیونکہ اخی اب اور ایزابیل آپؑ کو قتل کروا دیں گے۔

آپؑ صاریت سے روانہ ہو گئے۔

اخی اب اپنے وزیر عبدیاہ کے ساتھ گھوڑوں اور مویشیوں کے لیے چراگاہ اور پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر تھا۔ اس کے ساتھ اس کے سپاہی اور خدمت گار بھی تھے۔ کافی تلاش و جستجو کے بعد اس نے اپنے وزیر عبد سے کہا "اب ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہیے۔ تم شمال میں جاؤ، میں جنوب میں جاتا ہوں

جس کو بھی چراگاہ اور پانی مل جائے، وہ دوسرے کو مطلع کر دے لیکن یہ فاصلہ زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔"

عبدیاہ نے بادشاہ اخی اب کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنی مقررہ سمت روانہ ہو گیا۔

ابھی وہ بہت زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اس نے سامنے سے ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھا۔ اس شخص کے جسم پر غیر معمولی بال تھے اور یہ بال اس کی پہچان بن گئے تھے۔

عبدیاہ نے اس شخص کے قریب جا کے بڑے فکر مند لہجے میں کہا اے الیاس! یہ آپؑ نمودار کیوں ہو گئے۔ بادشاہ اخی اب تو آپؑ کو تلاش کروا رہا ہے اور ایزابیل آپؑ کے خون کی پیاسی ہے۔"

حضرت الیاسؑ نے کہا "میں جہاں کہیں بھی تھا، وہاں مجھے اللہ نے یہ حکم دیا کہ میں اخی اب اور ایزابیل سے ملوں اور ان کے سامنے بت پرستی کی مذمت کروں اور ایک اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔"

عبدیاہ نے کہا "افسوس کہ وہ دونوں تین سال سے آپؑ کو تلاش کر رہے ہیں اور اب آپؑ خود ان کے پاس جا رہے ہیں۔ جبکہ پتا ہے کہ وہ دونوں آپؑ کو دیکھتے ہی قتل کروا دیں گے۔"

آپؑ نے فرمایا "وہ مجھے کیا قتل کروائیں گے، میں تو اللہ کے حکم سے ان کے پاس جا رہا ہوں۔"

عبدیاہ نے بادشاہ اخی اب کے جانے کی سمت کی طرف اشارہ کیا "وہ اس طرف گیا ہے اور ابھی کہیں قریب ہی ہوگا۔"

حضرت الیاسؑ نے فرمایا "میں یہیں رکا ہوا ہوں تو اخی اب کے پاس جا اور اسے بتا کہ میں اس سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔"

عبدیاہ نے کہا "الیاسؑ! آپ کو معلوم ہے کہ کتنے نیک بندے قتل کیے جا چکے ہیں اور اس کو آپؑ کی شدت سے تلاش ہے۔ اب جو میں بتاؤں گا کہ اے بادشاہ! الیاس تجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو وہ آپؑ سے ملے بغیر ہی قتل کروا دے گا اس لیے اس سے ملاقات نہ کریں۔"

حضرت الیاسؑ نے کہا "اے عبدیاہ! میں اپنی مرضی سے روپوش نہیں ہوا تھا۔ اللہ نے روپوش ہونے کا حکم دیا تھا۔ میں روپوش ہو گیا تھا اب اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اخی اب سے ملوں اور اسے اللہ کی طرف بلاؤں اور بعل کی پرستش سے روکوں۔ چنانچہ میں اپنی جان کی پروا کیے بغیر آگیا ہوں جو مجھ سے کام لے رہا ہے، وہی میری حفاظت بھی کرے گا۔"

عبدیاہ کو جانے میں تامل تھا اس نے کہا "یہ کام مجھ سے نہ لیں، کسی اور سے کہیں کہ وہ بادشاہ کو آپؑ کی آمد کی خبر دے۔"

آپؑ نے عبدیاہ سے پوچھا "تجھے اس میں کیا اعتراض ہے۔"

عبدیاہ نے کہا "سچی تو بات یہ ہے کہ جب میں بادشاہ کے پاس آپؑ کی آمد کی خبر لے جاؤں گا تو وہ بلا تاخیر حکم دے گا کہ الیاس کو فوراً لاؤ اور جب میں آپؑ کو لینے آؤں گا اور آپؑ کہیں ادھر ادھر ہو گئے تو بادشاہ غصے

میں مجھے قتل کروادے گا۔"

آپؑ نے کہا "میں یہیں موجود رہوں گا۔ میں وعدہ جو کر رہا ہوں۔"

عبدیاہ نے کہا "حضرت! آپؑ کا کیا' آپؑ کو اللہ نے حکم دیا کہ آپ تین سال کے لیے روپوش ہو جائیں آپؑ روپوش ہو گئے پھر اللہ نے حکم دیا کہ جائیں اور اخی اب سے ملاقات کریں اور اپنے دین کی تبلیغ کریں تو آپؑ آ گئے۔ اب جو میں بادشاہ اخی اب کے پاس جاؤں گا اور اس دوران میں آپؑ حکم الٰہی سے کہیں روپوش ہو جائیں گے تو میں کیا کروں گا؟"

آپؑ نے فرمایا "اللہ نے مجھے ایک حکم دے رکھا ہے' جب تک میں اسے پورا نہ کروں گا' مجھے دوسرا حکم نہیں دیا جائے گا۔"

عبدیاہ ڈرتے ڈرتے جانے پر آمادہ تو ہو گیا مگر اس کے پس و پیش سے لگ رہا تھا کہ وہ جانا نہیں چاہتا۔ حضرت الیاسؑ کی عظمت کے احترام میں وہ چلا جائے گا مگر اس کا دل جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

آپؑ نے نہایت پُرجوش لہجے میں کہا "رب الافواج کی حیات کی قسم جس کے سامنے میں کھڑا ہوں' آج اسی سے ضرور ملوں گا۔"

اب عبدیاہ انہیں چھوڑ کے اخی اب کے پاس گیا اور اسے بتایا "جناب! الیاس نبی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ کو اس خبر سے بے حد خوشی ہوئی' اس نے یہ نہیں کہا کہ حضرت الیاسؑ کو یہاں بھیج دو بلکہ کہنے لگا "میں خود اس سے ملوں گا' وہ کہاں ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔"

عبدیاہ' اخی اب کو لے کر حضرت الیاسؑ کے پاس آیا اور انہیں دیکھتے ہی کہا "اے اسرائیل کو ستانے والے' کیا یہ تو ہی ہے؟"

حضرت الیاسؑ نے فرمایا "میں نے اسرائیل کو نہیں ستایا اور تیرے باپ کے گھرانے نے البتہ ستایا ہے کیونکہ تو نے خداوند کے احکام کو ترک کیا اور بعل کا پیرو ہو گیا۔"

بادشاہ اخی اب نے کہا "تجھ کو معلوم ہے کہ ایزابیل تجھ سے کس قدر ناراض ہے۔ وہ تجھے قتل کروا دینا چاہتی ہے مگر میں نے تجھے زندگی دے رکھی ہے۔ بتا اب تو کیا چاہتا ہے؟"

حضرت الیاسؑ نے کہا "میں اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم لوگ بت پرستی سے باز آ جاؤ اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔"

بادشاہ نے پوچھا "میں کس طرح مان لوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو' وہ درست ہے اور میں اور میری قوم جو بعل کی پرستش کرتی ہے' وہ غلط ہے؟"

آپؑ نے فرمایا "تب پھر تم ایسا کرو کہ بعل کے مندر کے چار سو پچاس پجاریوں کو کوہِ کرمل پر لے چلو' میں

بھی وہیں چلتا ہوں۔ وہاں ہم دونوں کا امتحان ہو جائے گا اور یہ پتا چل جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون حق پر نہیں ہے۔"

بادشاہ اخی اب' حضرت الیاسؑ کو قتل کرنے سے باز رہا' وہ مویشیوں کے چارے' چراگاہ اور پانی کی تلاش میں نکلا تھا اور اسے یاد تھا کہ تین سال پورے ہو چکے تھے اور حضرت الیاسؑ بھی واپس آ گئے تھے۔ اس کا اس نے یہ مطلب لیا تھا کہ اب بارش بھی ہو گی اور علاقے سے قحط اور خشک سالی کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔

بادشاہ اخی اب نے پوچھا "کیا اب بارش ہو گی اور علاقہ سرسبز و شاداب ہو جائے گا؟"

آپؑ نے جواب دیا "ایسا ہی ہو گا اور اب کوہِ کرمل پر ہمارا امتحان بھی ہو جائے گا پھر جو حق پر ہو گا دوسرا اس کی پیروی کرے گا اور اللہ اس علاقے کو چشموں اور چراگاہوں سے نواز دے گا۔"

بادشاہ اخی اب نے ایزابیل کو بتایا کہ اکیلا الیاس ساڑھے چار سو پجاریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہم سب کو کوہِ کرمل پر پہنچنے کا حکم ہوا ہے۔ تجھے بھی ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"

چنانچہ ساڑھے چار سو پجاری اور اخی اب کوہِ کرمل پر پہنچے تو وہاں حضرت الیاسؑ پہلے سے موجود تھے اور اس وقت آپؑ کے پاس ایک بیل بھی تھا۔ ملکہ ایزابیل نہیں آئی تھی۔

حضرت الیاسؑ نے بادشاہ اخی اب سے کہا "ان پجاریوں کے لیے ایک بیل منگوا دیا جائے۔"

بادشاہ اخی اب نے پوچھا "اس بیل کی کیا ضرورت ہے؟"

حضرت الیاسؑ نے کہا "ہم دونوں یہاں اپنی طرف سے قربانیاں پیش کریں گے پھر جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول فرمائی جائے گی' وہی حق پر ہو گا اور اس کو سچا مانا جائے گا۔"

ساڑھے چار سو پجاری آپؑ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپؑ نے ان سب سے کہا "تمہارے پاس اگر کچھ کہنے کے لیے ہے تو کہو میں سنوں گا۔"

سارے پجاری خاموش کھڑے رہے' ایسا لگتا تھا جیسے ان سب سے قوتِ گویائی چھین لی گئی ہو۔

ایک پجاری نے پوچھا "اے الیاس! تم بعل کی مذمت کرتے ہو اور حق کی تلقین کرتے ہو' اب تم خود یہ بتاؤ کہ ہم کس طرح یہ فیصلہ کریں کہ تم حق پر ہو یا ہم حق پر ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا "لوگو! میرے مقابل چار سو پچاس پجاری ہیں اور میں تنہا ہوں۔ آؤ حق و باطل کے فیصلے کے لیے ہم یہ صورت اختیار کریں کہ تم ایک بیل لو اس کو ذبح کر کے اس کے ٹکڑے لکڑیوں پر رکھ کر کوہِ کرمل کی چوٹی پر رکھ دو لیکن لکڑیوں کو آگ نہ دینا۔ میں بھی اپنے ساتھ ایک بیل لایا ہوں اور میں بھی اسے ذبح کر کے اس کے ٹکڑے لکڑیوں پر رکھ کر کرمل پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دوں گا پھر تم سب مل کر دیوتا سے دعا کرو گے کہ وہ تمہاری قربانی قبول کر لے پھر آسمان سے آگ ظاہر ہو کر جس کی قربانی قبول کر لے وہ حق پر ہو گا۔"

آپؑ کی اس پیش کش کو سب ہی نے پسند کیا۔ پہلے پجاریوں کو دعوت دی گئی کہ تم لوگ بیل کو ذبح کرو اور

بیل کے ٹکڑے یکجا کر کے کوہِ کرمل کی چوٹی پر پہنچا دو۔ اب اگر اللہ تمہاری قربانی قبول کر لے گا تو آسمان سے آگ نمودار ہوگی اور وہ قربانی کی چیزوں کو جلا کر خاک کر دے گی۔ اسی طرح میں بھی کروں گا۔"

پجاریوں نے بیل کو ذبح کر کے اس کے ٹکڑے کرمل پہاڑ کی چوٹی پر رکھوا دیے اور دیوتا بعل سے التجا کرنے لگے کہ ان کی قربانی قبول کی جائے۔"

وہ دیر تک دعائیں کرتے رہے مگر کوئی ردِعمل ظاہر نہیں ہوا۔

آپؑ نے پجاریوں سے کہا "تم لوگ اپنے بعل دیوتا کو بیدار کرو' شاید وہ سو گیا ہے۔"

پجاری ذبح کیے ہوئے بیل کے ٹکڑے لکڑیوں کے جنگلے پر رکھے ہوئے دیکھ رہے تھے اور انہیں دعائیں کرتے ہوئے صبح سے دوپہر ہوگئی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "اے بعل دیوتا ہماری سن"۔

توریت کے بقول کہ "تمام پجاری مذبح کے گرد کودتے رہے پر نہ تو کوئی آواز آئی اور نہ کوئی جواب دینے والا تھا۔"

حضرت الیاسؑ نے ان سے کہا "ذرا بلند آواز سے پکارو کیونکہ وہ دیوتا ہے کسی سوچ میں ہوگا' شاید وہ سو گیا ہے' سو ضروری ہے کہ اسے جگایا جائے۔"

پجاری 'بعل دیوتا کو زور زور سے پکارتے رہے۔ ان کے ہاتھوں میں خنجروں اور نشتروں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ پجاریوں نے جوش میں آکر خود کو لہولہان کر لیا۔"

دوپہر آئی اور رخصت ہوئی پھر سہ پہر بھی ڈھل گئی اور شام ہونے لگی۔

حضرت الیاسؑ نے پجاریوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا "اب میری باری ہے' میں اپنا بیل ذبح کرتا ہوں۔"

حضرت الیاسؑ نے لکڑیوں کو تلے اوپر رکھنا شروع کیا اور پھر لوگوں سے کہا "جاؤ چار مٹکے پانی بھر کر یہاں لاؤ۔"

چار مٹکے پانی بھی آگیا۔ آپؑ نے اللہ کا نام لے کر بیل کو ذبح کیا اور اس کے ٹکڑے لکڑیوں کے انبار پر چن دیے اور لوگوں سے کہا "اس ذبیحے اور لکڑیوں کے اوپر پانی ڈال دو۔"

ایک مٹکے کا پانی ڈالا گیا تو آپؑ نے کہا "دوسرے مٹکے کا پانی بھی اسی طرح ڈال دو۔"

یہ دوسرا مٹکا بھی خالی ہوگیا۔

پھر تیسرے اور چوتھے مٹکے کا پانی بھی ذبیحے اور لکڑیوں پر ڈال دیا گیا اور پانی چاروں طرف بہنے لگا۔

حضرت الیاسؑ نے دستِ دعا دراز کیے اور کہا "اے خداوند ابراہیمؑ' اسحاقؑ اور اسرائیل کے خدا' آج معلوم ہو جائے کہ اسرائیل میں تو ہی خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے یہ سب کچھ تیرے ہی حکم سے کیا ہے۔ میری سن اے خداوند۔ میری سن تاکہ یہ لوگ جان لیں کہ اے خداوند تو ہی خدا ہے۔"

اچانک آسمان سے آگ نمودار ہوئی اور اس نے آپؑ کی قربانی اور لکڑیوں کو جلا دیا اور پانی کو خشک کر دیا۔

بہت سے پجاری سجدے میں گر گئے اور وہ سب کہنے لگے "خداوند ہی خدا ہے' خداوند ہی خدا ہے۔"

جن لوگوں نے اب بھی اللہ کو سجدہ نہیں کیا تھا اور وہ بدستور بعل کی معبودیت کے قائل تھے' ان کے لیے حضرت الیاسؑ نے لوگوں سے کہا "اے لوگو! بعل کے ان پجاریوں کو پکڑ لو۔ کوئی بھاگنے نہ پائے۔"

بادشاہ اخی اب یہ سب دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ وہ اتنا حیرت زدہ تھا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔

کچھ دیر بعد حضرت الیاسؑ نے اخی اب سے کہا "تو کرمل پہاڑ کے اوپر چڑھ جا اور کھا پی کیونکہ اب کثرت کی بارش ہونے والی ہے۔"

اخی اب کرمل پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا۔

آپؑ بھی مراقبے میں بیٹھ گئے۔ باہر آپؑ کے ماننے والے آپؑ کے حکم کے منتظر بیٹھے تھے۔

کچھ دیر بعد آپؑ نے اپنے خادم سے کہا "سمندر کی طرف دیکھ' کیا نظر آتا ہے؟"

خادم پہاڑ پر چڑھ گیا اور واپس آ کے بتایا "وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

آپؑ نے اپنے اس خادم کو سات بار پہاڑ کی چوٹی پر بھیجا اور تب وہ ہاتھ کے برابر ایک چھوٹا سا ابر کا ٹکڑا دیکھنے میں کامیاب ہو سکا اور جب یہ خبر اس نے حضرت الیاسؑ کو پہنچائی تو آپؑ نے اس سے کہا "اب تو اخی اب کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ وہ شہر روانہ ہو جائے۔"

خادم نے اخی اب کو خبر دے دی اور وہ شہر روانہ ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سارے آسمان پر گھٹا چھا گئی اور زور کی بارش شروع ہوئی۔"

اخی اب نے حضرت الیاسؑ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی کیونکہ اس نے جو کچھ دیکھا تھا' اس سے بہت متاثر و مرغوب ہو گیا تھا۔

ایزابیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ اخی اب کے سامنے کوہِ کرمل پر بہت سے پجاری قتل کر دیے گئے تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے حضرت الیاسؑ کے پاس قاصد روانہ کیا۔ اس قاصد نے انہیں ملکہ ایزابیل کا پیغام پہنچایا "جناب! ملکہ ایزابیل نے کہا ہے کہ اگر میں کل اس وقت تک تیری جان' قتل ہونے والے پجاریوں کی جان کی طرح نہ بنا ڈالوں تو دیوتا مجھ سے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ کرے۔"

حضرت الیاسؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ ہجرت فرمائیں۔

آپؑ نے کرمل پہاڑ کو چھوڑا اور یہودا کے علاقے میں داخل ہوئے۔ یہاں بیر سبع شہر میں قیام فرمایا پھر اپنے خادم سے کہا "تو یہیں رہ میں آ جاؤں گا۔"

آپؑ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک دن کی منزل ختم ہوئی۔ اس وقت وہ ایک دشت میں تھے۔ یہاں انہیں جھاڑ کا ایک درخت نظر آیا اور آپؑ اس کے سائے میں لیٹ گئے۔ نیند آئی اور سو گئے۔

کتنی دیر سوئے' انہیں کچھ پتا نہ چلا۔ کسی نے انہیں بیدار کیا۔ دیکھا قریب ہی تازہ پکی ہوئی روٹی اور پانی ایک صراحی رکھی ہے۔ آپؑ کھا پی کر پھر سو گئے۔

فرشتے نے دوبارہ آپؑ کو بیدار کیا اور کہا "آپؑ اچھی طرح کھا پی لیجئے کیونکہ ایک بہت لمبا سفر آپؑ در پیش ہے۔"

آپؑ نے کھایا اور اس کھانے کی قوت سے چالیس دن اور چالیس رات چل کر آپؑ کوہِ حورب پہنچ گئے یہ پہاڑ جزیرہ نمائے سینا میں واقع ہے۔ کوہِ حورب کے عقب میں ایک جانب جنوب مشرق کوہِ سینا ہے جسے کوہ طور بھی کہتے ہیں۔ آپؑ یہاں کے ایک غار میں مقیم ہو گئے۔

اسی دوران میں انہیں ایک آواز سنائی دی "اے ایلیاہ (الیاس) تو یہاں کیا کرتا ہے؟"

انہوں نے ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہیں آیا۔ جواب دیا "خداوند لشکروں کے خدا کے لیے مجھے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھایا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں' سو وہ میری جان کے در پے ہیں۔"

انہیں حکم دیا گیا "باہر نکل اور پہاڑ پر خداوند کے حضور کھڑا ہو جا۔"

اس کو سن کر توریت کے مطابق "ایلیاہ نے اپنا منہ چادر میں لپیٹ لیا اور باہر نکل کر اس غار کے منہ پر کھڑا ہو گیا۔"

یہاں بھی ان سے پوچھا گیا "ایلیاہ! تو یہاں کیا کرتا ہے؟"

اور آپؑ نے یہاں بھی اپنا سابقہ جواب دہرا دیا۔

انہیں حکم دیا گیا "اے ایلیاہ! تو اپنے راستے لوٹ کر دمشق کے بیابان کو جا اور جب وہاں پہنچے تو حزائیل کا مسح کر کہ آرام کا بادشاہ ہو اور عمی کے بیٹے یاہو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور ابیل محولہ کے الیشع بن سافط کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو۔"

اب آپؑ کو واضح حکم مل چکا تھا۔ آپؑ فوراً کوہِ حورب سے دمشق روانہ ہو گئے۔ دمشق کے بیابان میں آپؑ نے ایک شخص کو کھیت میں ہل چلاتے دیکھا۔ اس کے ساتھ بارہ جوڑی بیل تھے اور یہ سب کھیت جوت رہے تھے۔

حضرت الیاسؑ کھیت کے کنارے کھڑے ہو گئے اور ہل چلانے والے کو قریب بلا کر اس سے پوچھا "تم سافط کے بیٹے الیشع ہو؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "ہاں میں الیشع ہوں۔ سافط کا بیٹا۔"

حضرت الیاسؑ نے اپنی چادر الیشع پر ڈال دی اور الیشع از خود رفتہ ہو گئے کہ بیلوں اور ہلوں کو کھیت میں چھوڑا اور حضرت الیاسؑ کے پیچھے پیچھے چلتے گئے۔

حضرت الیاسؑ نے پوچھا "میں نے تجھ سے کیا کہا ہے' لوٹ جاؤ۔"

الیشع نے کہا "مجھے اپنے باپ اور اپنی ماں کو چوم لینے دے پھر میں تیرے پیچھے ہو لوں گا۔"

الیشع نے کھیتوں سے بیلوں کو لیا۔ انہیں ذبح کیا۔ ان کا گوشت ابالا اور لوگوں میں تقسیم کر دیا اور حضرت الیاسؑ کی رفاقت اختیار کر لی۔

○☆○

سامریہ میں جہاں بادشاہ اخی اب کا محل تھا' وہیں انگوروں کا ایک باغ تھا اس باغ کا مالک نبوت نامی ایک شخص تھا۔ یہ نبوت کا تاکستان کہلاتا تھا۔ یہ باغ نبوت کی میراث ہے۔

ملکہ ایزبیل... اس باغ پر قبضہ کرنا چاہتی تھی پہلے تو اس نے اسے خریدنا چاہا مگر جب اس کا مالک اسے بیچنے پر آمادہ نہ ہوا تو ملکہ ایزابیل نے اسے حیلے سے قتل کروا دیا اور تاکستان پر قبضہ کر لیا۔

حضرت الیاسؑ کو پھر حکم دیا گیا کہ وہ سامریہ جائیں اور اخی اب کو ظلم سے روکیں۔

آپؑ سامریہ تشریف لے گئے اور بادشاہ اخی اب کو پیغام بھیجا کہ میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ اخی اب نے انہیں بلوالیا اور آپؑ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا "خداوند فرماتا ہے کہ تو نے جان بھی لی اور قبضہ بھی کر لیا۔ اسی جگہ کتوں نے تاکستان کے مالک کا خون چوسا تھا۔ کتے تیرے لہو کو بھی چاٹیں گے اور سن ایزابیل کے لیے بھی سن! یاکستان کی فصیل کے پاس کتے ایزابیل کو کھائیں گے۔ اخی اب کا جو کوئی شہر میں مرے گا... اسے کتے کھائیں گے اور جو میدان میں مرے گا اسے ہوا کے پرندے چٹ کر جائیں گے۔"

اخی اب نے یہ سب سنا تو بہت خوف زدہ ہوا۔ اس نے ٹاٹ پہنا' روزہ رکھا اور جھک کر چلنے لگا۔

اب حضرت الیاسؑ کو وحی کے ذریعے اطلاع دی گئی "چونکہ اب اخی اب نے خاکساری اختیار کر لی ہے۔ اس لیے اس کے گھرانے پر یہ بلا اس کی حیات میں نہیں بلکہ اس کے بیٹے کے زمانے میں نازل ہوگی۔"

آپؑ نے سکوت اختیار کیا اور تین سال امن و امان کے گزرے۔ تیسرے سال یہودا یہوسفط شاہ اسرائیل اخی اب کے پاس ملنے آیا۔"

اخی اب نے یہوسفط سے کہا "رامات جلعاد ہمارا ہے مگر آرام کے بادشاہ نے اس پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے آپ ہماری مدد کریں تاکہ ہم لڑ کر اس کو واپس لے لیں۔"

یہوسفط آمادہ ہو گیا اور دونوں نے مل کر رامات جلعاد پر حملہ کر دیا۔ شاہ آرام نے بڑھ کر سخت مقابلہ کیا اور اخی اب اس لڑائی میں مارا گیا۔ اس کی لاش تلاش کی گئی' جب وہ ملی تو کتے اس کا لہو چاٹ رہے تھے

اس کی لاش سامریہ لائی گئی اور اسے وہیں دفن کر دیا گیا۔ اخی اب کے بعد اس کا بیٹا اخزیاہ تخت نشین ہوا اور یہ بھی کچھ عرصے بعد سامریہ میں اپنے محل کی بالائی منزل سے گر کر بیمار ہو گیا۔ اس نے دیوتا بعل کے مندر یہ معلوم کرنے کے لیے کچھ قاصد روانہ کیے کہ اسے چوٹ سے شفا ہوگی یا نہیں۔

حضرت الیاسؑ کو بذریعہ وحی حکم دیا گیا کہ آپؑ سامریہ جائیں اور قاصدوں سے ملیں۔

آپؑ روانہ ہوگئے اور راستے میں قاصدوں سے ملاقات ہوئی۔

آپؑ نے قاصدوں سے پوچھا "تم لوگ کہاں اور کیوں جا رہے ہو؟"

قاصد نے جواب دیا "ہمیں عقرون کے دیوتا بعل زبوب کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ بادشاہ اخزیاہ کو چوٹ کی بیماری سے شفا حاصل ہوگی یا نہیں۔"

حضرت الیاسؑ نے فرمایا "لوگو! کیا اسرائیل میں خدا نہیں ہے جو تم عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھنے جا رہے ہو۔ اس کو جاکے بتا دو کہ اب خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو اس پر پلنگ پر سے جس پر دراز ہے اترنے نہ پائے گا بلکہ تو ضرور ہی مرے گا۔"

اخزیاہ نے جب یہ سنا کہ اس کے قاصدوں کو حضرت الیاسؑ نے راستے ہی سے واپس بھیج دیا ہے تو اس نے پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔

اس وقت حضرت الیاسؑ ایک ٹیلے کی چوٹی پر تشریف فرما تھے۔ جب یہ پچاس سپاہی حضرت الیاسؑ کو گرفتار کرنے ٹیلے کے قریب پہنچے تو حضرت الیاسؑ کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔

توریت میں ہے کہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور پچاس سپاہی مع سردار اس میں جل کر مر گئے۔

اخزیاہ کو پچاس سپاہیوں کے جل کر مرنے کی خبر کی گئی تو اس نے حکم دیا کہ پچاس سپاہی مزید روانہ کر دیے جائیں۔

چنانچہ یہ پچاس سپاہی حضرت الیاسؑ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے حضرت الیاسؑ کو ٹیلے پر کھڑا دیکھا اور ابھی وہ حضرت الیاسؑ کو گرفتار کرنے کا ہی منصوبہ بنا رہے تھے کہ آسمان سے آگ نازل ہوئی اور ان سپاہیوں کو بھی جلا گئی۔

جب یہ خبر اخزیاہ کو پہنچی تو اس نے پوچھا "جب یہ دو واقعے پیش آئے تو وہاں دیکھنے والا کوئی موجود تھا؟"

بادشاہ کو بتایا گیا "بستی کے کئی آدمی دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔"

بادشاہ نے پوچھا "یہ شخص جو ٹیلے پر کھڑا ہے اور میرے آدمیوں کو جلا جلا کر ہلاک کر رہا ہے' اس کا حلیہ کیا ہے؟"

جن لوگوں نے یہ منظر دیکھے تھے اور حضرت الیاسؑ کو بھی قریب سے دیکھا' ان میں سے کسی نے جواب دیا "اس کے جسم پر بال بہت زیادہ ہیں اور اس کی کمر سے چمڑے کی پٹی ہر وقت کسی رہتی ہے۔"

بادشاہ نے کہا "یہ حلیہ تو الیاس کا ہے"

بادشاہ نے حکم دیا کہ پچاس سپاہی حضرت الیاسؑ کے پاس جائیں اور جس طرح مناسب سمجھیں ان کو میرے پاس لائیں۔

ان پچاس سپاہیوں کا سردار نہایت سمجھ دار تھا۔ اس نے ٹیلے کے نیچے سے ہی حضرت الیاسؑ کو آواز دی اور کہا "ہم آپؑ کو گرفتار کرنے نہیں آئے بلکہ ہماری خواہش ہے کہ آپؑ ہمارے ساتھ بیمار بادشاہ کے پاس چلیں اور اپنا پیغام بادشاہ کو براہِ راست پہنچائیں۔"

آپؑ ٹیلے کی بلندی سے نیچے آئے اور سردار سے کہا "میں تیرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلنے کو تیار ہوں مگر کیا تیرا بادشاہ میری سچ باتوں کو برداشت کرلے گا؟"

سردار نے کہا "کیوں نہیں برداشت کرے گا وہ تو اپنے سو آدمیوں کے جل جانے سے انتہائی ملول اور افسردہ ہے اور اسے آپؑ کی ذات سے یہ اندیشہ ہے کہ اگر آپؑ کو ستایا گیا تو ستانے والے کا وہی حشر ہوگا جو سو آدمیوں کا ہو چکا ہے۔"

آپؑ پچاس سپاہیوں کے ساتھ بے خوف اخزیاہ بادشاہ کے پاس پہنچے اور اس وقت بھی الیشع ان کے ساتھ تھے۔

بادشاہ پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے حضرت الیاسؑ کی طرف دیکھا اور دریافت کیا "اے الیاس! میں چند آدمی عقرون کے دیوتا بعل زبوب کے مندر یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجے تھے کہ وہ دیوتا سے معلوم کریں کہ مجھے اس بیماری سے شفا ہوگی یا نہیں لیکن تم نے ان کو راستے ہی میں روک لیا۔"

آپؑ نے غصے میں وہی الفاظ دہرا دیے "کیا اسرائیل میں خدا نہیں جو تم عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے یہ سوال پوچھنا چاہتے ہو کہ تو اپنی بیماری سے شفا پائے گا یا نہیں اس لیے اب خداوند فرماتا ہے کہ تو اس پلنگ پر سے جس پر تو دراز ہے' اترنے نہ پائے گا اور بلکہ تو ضرور ہی مرے گا۔"

بادشاہ اخزیاہ نے الیشع کی طرف دیکھا "تیرے ساتھ یہ دوسرا کون ہے؟"

حضرت الیاسؑ نے جواب دیا "ابیل محولہ کا الیشع بن سافط ہے جو میرے جگہ نبی ہوگا۔"

اخزیاہ بادشاہ نے مایوسی سے آنکھیں بند کرلیں اور کہا "اگر میں زندہ نہ رہوں تو میرے باپ کے بیٹے یورام کو تخت نشین کر دیا جائے اور الیاس نبی کو جانے دیا جائے۔"

حضرت الیاسؑ الیشع کے ساتھ دربار سے باہر آئے اور جلجال روانہ ہوگئے۔ جلجال پہنچ کر الیشع سے کہا "اب مجھے بیت ایل پہنچنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے تو یہیں ٹھہر جا اور مجھے بیت ایل جانے دے۔"

الیشع کو خود بہ خود شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ حضرت الیاسؑ کی وقتی مفارقت کہیں دائمی مفارقت میں نہ بدل جائے اس لیے انہوں نے کہا "خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

حضرت الیاسؑ نے کہا "اچھا اگر یہ بات ہے تو تو بھی میرے ساتھ بیت ایل چل۔"

یہ دونوں بیت ایل روانہ ہوگئے۔

بیت ایل پہنچنے کے بعد حضرت الیاسؑ نے الیشع سے کہا "تم یہیں رک جاؤ اور مجھے اریحا جانے کا حکم دیا گیا ہے۔"

الیشع نے کہا "لیکن میں آپؑ کے ساتھ اریحا بھی جاؤں گا۔"

حضرت الیاسؑ نے اصرار نہیں کیا اور الیشع کے ساتھ اریحا پہنچے۔ یہاں چند دن قیام کیا اور الیشع کو بتایا "تم یہیں رک جاؤ مجھے دریائے اردن تک جانے کا حکم دیا گیا ہے۔"

الیشع نے کہا "آپؑ کے ساتھ میں بھی دریائے اردن تک چلوں گا۔"

اریحا میں ان دونوں کو پچاس نبی زادے ملے اور انہوں نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش کی۔

حضرت الیاسؑ نے انکار نہیں کیا اور کہا "تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

یہ سب دریائے اردن کی طرف روانہ ہوگئے لیکن دریائے اردن ابھی کچھ دور تھا کہ پچاس نبی زادے رک گئے اور کہا "ہم آگے آپؑ کے ساتھ نہیں جائیں گے کیونکہ ہمیں یہیں تک رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

ان دونوں نے پچاس نبی زادوں کو دریائے اردن سے دور چھوڑا اور دونوں دریائے اردن کے ساحل پر پہنچے۔ یہاں کوئی کشتی نہیں تھی مگر ان دونوں نے دریا کے اس پار جانا تھا۔

حضرت الیاسؑ نے کاندھے سے چادر اتاری اور اسے لپیٹا اور پانی پر مار دیا جس سے پانی میں خشک راستہ پیدا ہوگیا۔

دونوں نے دریا پار کیا اور دوسرے کنارے پہنچ گئے۔

ابھی یہ دونوں کنارے پر پہنچے ہی تھے کہ تیز ہوا چلنے لگی اور ایک زبردست بگولہ نمودار ہوا۔ اس بگولے میں سے ایک آتشی رتھ نکلا جس میں آتشی گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ حضرت الیاسؑ کو اس آتشی رتھ میں سوار ہوتے دیکھا گیا اس کے بعد رتھ بگولے میں غائب ہوگیا۔

یہ منظر دیکھ کر الیشع چلائے "اے میرے باپ، میرے باپ اسرائیل کے رتھ اور سوار۔"

الیشع صدمے سے نڈھال تھے کیونکہ وہ حضرت الیاسؑ سے جدا ہو چکے تھے۔ انہوں نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور جب کچھ قرار آیا تو انہوں نے بگولے کی جگہ حضرت الیاسؑ کی چادر پڑی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے یہ چادر لپیٹی اور دریا کے کنارے واپس پہنچے پھر جس طرح حضرت الیاسؑ اور الیشع دریا کے پار چادر ڈال کر پہنچے تھے، الیشع نے بھی چادر لپیٹی اور پانی پر جیسے ہی ماری دریا پھٹ گیا اور خشکی کا راستہ نمودار ہوگیا۔

الیشع دریا کے دوسرے کنارے پہنچے اور انبیا زادوں کے پاس پہنچے جو کچھ ان کے ساتھ پیش آیا اس سے انبیا زادوں کو آگاہ کیا۔

انبیا زادوں کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا "ہم الیاس کو تلاش کریں گے۔ پہاڑوں میں، بیابانوں میں، جنگلوں میں۔"

الیشع نے کہا "انہیں مت تلاش کرو، انہیں تو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ وہ تمہیں کہیں نہیں ملیں گے۔"

لیکن انبیا زادے نہیں مانے اور حضرت الیاسؑ کو پہاڑوں میں ڈھونڈتے پھرتے رہے۔ یہاں سے مایوس ہونے کے بعد بیابانوں اور جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے اور یہاں بھی انہیں ناکامی ہوئی۔

کہتے ہیں پچاس انبیا زادوں نے الیشع میں پتا نہیں کیا دیکھا کہ چیخ اٹھے "ایلیاہ کی روح الیشع پر ٹھہری ہوئی ہے۔"

ان سب نے الیشع کا شاندار استقبال کیا اور جھک کر تعظیم و تکریم بجالائے گویا اب الیشع نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے۔

○☆○

انبیائے یہود میں حضرت الیسعؑ کا ذکر بھی آتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ مشہور نبی حضرت الیاسؑ کو حکمِ ربّی ہوا کہ وہ حضرت الیسعؑ کو اپنا کام سونپ دیں اور ان کا جو کام باقی رہ گیا ہے وہ حضرت الیسعؑ انجام دیتے رہیں گے۔ ان کا طریقۂ تبلیغ حضرت الیاسؑ سے مختلف تھا۔ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں سے بے دھڑک مخاطب ہوتے تھے اور جان کی پروا نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ حکمرانوں کو راہِ راست پر لے آئو، قوم خود بہ خود راہِ راست پر آجائے گی۔ جب کہ حضرت الیسعؑ نے اپنا کام نیچے سے شروع کیا کہ اگر عام لوگوں کی اصلاح ہوگئی تو حکمران بھی قوم کے دبائو میں آکر راہِ راست پر آجائیں گے۔

مضمون کے ماخذ

کتاب الہدیٰ	توریت	انبیائے قرآن	قصص القرآن	قصص الانبیاء
یعقوب حسن	(عہد نامہ عتیق)	جمیل احمد	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	مولانا عبدالمنان

حضرت الیسع علیہ السلام

(875 ق م)

بحرِ میت اور بحرِ گلیلی کے درمیان ایک شہر ابیل محولہ واقع تھا۔ اس شہر کے کنارے دریائے اردن بہہ رہا تھا۔ یہاں کے لوگ جہاں دوسرے کئی پیشے اختیار کیے ہوئے تھے وہیں کھیتی باڑی بھی عام تھی۔ زمین زرخیز تھی اور پانی کی بھی کمی نہ تھی۔ یہاں سافط نامی شخص کی خاصی زمین تھی اور اس کے پاس مویشیوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ اس خاندان کے ایک نوجوان کے سپرد یہ زمینیں کی گئیں تھیں۔ وہ ان میں ہل چلاتے تھے' بیج بوتے تھے اور فصل کی تیاری تک خوب محنت کرتے تھے۔ یہ شریف نوجوان اپنی دیانت اور محنت کی وجہ سے خاصے مقبول تھے۔ یہ صبح تاروں کی چھاؤں میں بستر چھوڑ دیتے اور کھیتوں میں اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ شام تک محنت کرتے اور جب گھر واپس پہنچتے تو رات ہو چکی ہوتی اور ستارے جھلملا رہے ہوتے۔

ان کا نام حضرت الیسعؑ تھا۔ اس کام کو انتہائی لگن سے انجام دینے کے باوجود انہیں کچھ کمی محسوس ہوتی۔ ایسا لگتا جیسے انہیں کچھ ملنے والا ہے مگر مل نہیں رہا۔ وہ اپنے کام کو اپنا کام نہیں سمجھ رہے تھے۔ گویا انہیں جو کرنا تھا وہ کام ابھی تک انہیں نہیں ملا تھا اور انہیں جیسے کسی ایسے شخص کا انتظار تھا جس سے وہ واقف نہیں تھے مگر یہ یقین تھا کہ وہ شخص انہیں ضرور ملے گا۔

اسی طرح وہ اس روز بھی اپنے کام میں مشغول تھے۔ بارہ جوڑی بیل ہل کو کھینچ رہے تھے کہ اچانک سامنے کی پگڈنڈی پر ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے اور کمر کو چمڑے کی پٹی سے کس رکھا تھا۔ کاندھے پر چادر اس طرح پڑی ہوئی تھی کہ اس کا نصف حصہ پشت پر لٹک رہا تھا اور نصف سامنے سینے اور ناف سے گزر کر ران تک لٹکا ہوا تھا۔

اس اجنبی نے دور سے اشارہ کیا۔ گویا وہ کہہ رہا تھا "میرے پاس آؤ۔"

اس شخص نے کہا "میں کوہِ سینا کی پشت پر کوہِ حوراب کے ایک غار میں روپوش تھا کہ مجھے ایک غیبی

آواز نے حکم دیا کہ اے الیاس! تم ابیل محولہ پہنچو اور سافط کے بیٹے الیسعؑ کو مسح کرو تاکہ وہ تمہاری جگہ نبی ہو۔ سو میں یہاں چلا آیا۔"

یہ کہتے ہوئے حضرت الیاسؑ نے اپنے کاندھے کی چادر اتار کر حضرت الیسعؑ پر ڈال دی۔

چادر کا پڑنا تھا کہ حضرت الیسعؑ کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان کے دل و دماغ کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔

اسی وقت بیلوں کی جوڑی سنبھالی اور ہل کو لے کر گھر روانہ ہو گئے۔ حضرت الیاسؑ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔

گھر والے حیران تھے۔ آج انہوں نے کسی کو کچھ بتائے بغیر بیل ذبح کر دیے اور گوشت لوگوں میں تقسیم کیا۔ اصل معاملہ کیا ہے اور یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کوئی نہیں جانتا تھا۔

انہوں نے گھر والوں کو بتایا "مجھے الیاس کے سپرد کیا گیا ہے اس لیے اب میں زندگی بھر ان کے ساتھ رہوں گا۔"

اس کے بعد انہوں نے حضرت الیاسؑ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا اور سفر کرنا شروع کر دیا۔

حضرت الیاسؑ نے انہیں ساتھ لیا۔ یہ دونوں چلتے چلتے سامریہ پہنچے اور لوگوں کی اصلاح شروع کر دی۔ وہ حضرت الیاسؑ سے تربیت لے رہے تھے کیونکہ ان کے بعد حضرت الیسعؑ ہی کو نبوت کے فرائض انجام دینے تھے۔

اسی دوران میں بادشاہ اخی اب کے بیٹے اخزیاہ کا واقعہ پیش آیا اور انہیں معلوم ہوا کہ یہاں ہر طرف بعل دیوتا کی پرستش ہو رہی ہے اور بنی اسرائیل بھی بت پرستی کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ حضرت الیاسؑ اسی دیوتا کے خلاف بولتے رہتے تھے۔ حضرت الیسعؑ کو اب معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی قوم کا اصل مسئلہ بت پرستی ہے اور ان کی قوم ایک خدا کے تصور سے عاری نظر آ رہی ہے۔

انہوں نے حضرت الیاسؑ سے پوچھا "یہ آپ اپنی قوم کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"

حضرت الیاسؑ نے کہا "میں ان کے پیچھے نہیں پڑا بلکہ یہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ میں انہیں بعل دیوتا کی پرستش سے کیوں روکتا ہوں اور ایک خدا کی عبادت کا حکم کیوں دیتا ہوں۔"

حضرت الیسعؑ نے پوچھا "کیا آپ انہیں اپنی کوششوں سے باز رکھ سکیں گے اور یہ بعل دیوتا کی پرستش سے باز آ جائیں گے۔"

حضرت الیاسؑ نے جواب دیا "میں نہیں جانتا کہ میری کوششوں کا کیا نتیجہ برآمد ہو گا۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا ہے' میں اس کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

حضرت الیاسؑ۔۔۔ کچھ بے چین نظر آتے تھے اور حضرت الیسعؑ کو محسوس ہو رہا تھا کہ اب ان کا ساتھ زیادہ عرصے نہیں رہے گا وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ "خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند

میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

حضرت الیاسؑ نے کئی بار حضرت الیسعؑ سے جدا ہونا چاہا مگر حضرت الیسعؑ نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اور وہ ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کا اعلان کرتے تو وہ بھی فرماتے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

آخر ان دونوں کو راستے میں پچاس انبیا زادے مل گئے اور یہ بھی ان دونوں کے ساتھ چلنے لگے' یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے یہ سب دریائے اردون کے کنارے پہنچے۔ یہاں پچاس انبیا۔۔۔ زادوں نے ان دونوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور ساحل سے دور کھڑے ہو کر ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

دریا کے کنارے پہنچ کے دونوں نے ادھر ادھر کسی کشتی کو تلاش کیا مگر جب کشتی نظر نہ آئی تو حضرت الیاسؑ نے اپنے کاندھے سے چادر اتاری اور اسے لپیٹ کر پانی پر مارا۔ دریا کا پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور درمیان میں خشکی کا راستہ نمودار ہوا۔

حضرت الیاسؑ حضرت الیسعؑ کو لے کر دریا کے اس پار پہنچے اور ان سے پوچھا "اے الیسعؑ! اس سے پیشتر کہ میں تجھ سے لے لیا جاؤں' بتا کہ میں تیرے لیے کیا کروں؟"

حضرت الیسعؑ نے جواب دیا "میں تیری منت کرتا ہوں کہ تیری روح کا دونا حصہ مجھ پر ہو۔"

حضرت الیاسؑ نے کہا "تو نے بہت مشکل سوال کیا ہے۔ تب بھی اگر تو مجھے اپنے سے جدا ہوتے دیکھے تو تیرے لیے ایسا ہی ہو گا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہو گا۔"

یہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک بگولا اوپر سے اتر کے نیچے آیا اور اس میں سے ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑے نمودار ہوئے۔

حضرت الیسعؑ نے حضرت الیاسؑ کو رتھ میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور پھر یہ رتھ بگولے میں غائب ہو گیا۔ حضرت الیاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا چکے تھے۔ یہ منظر دور سے پچاس انبیا زادے بھی دیکھ رہے تھے۔

چنانچہ جس طرح چادر کو پانی پر مار کر حضرت الیاسؑ انہیں دوسری طرف لے گئے تھے اسی طرح حضرت الیسعؑ حضرت الیاسؑ کی چادر کو پانی پر مار کر دریا کے پار ہوئے اور انبیا زادوں میں جا کے اصل واقعہ بتایا۔

انبیا زادوں نے کہا "یہ جو کچھ آپ بتا رہے ہیں' اسے ہم نے بھی یہاں سے دیکھا ہے اور یقین نہیں آتا کہ رتھ اور گھوڑے کہاں سے آئے تھے' بگولا کیا تھا اور وہ اس میں کہاں گم ہو گئے؟ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ وہ اب بھی یہیں پہاڑوں میں موجود ہوں گے یا پھر بیابان اور جنگل میں کہیں ہو سکتے ہیں۔ ہم انہیں تلاش کریں گے۔"

حضرت الیسعؑ نے کہا "اب تم لوگ ان کو نہیں پاؤ گے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ معاملہ رفع الیٰ سما۔ کا ہے یعنی حضرت الیاسؑ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔" (لیکن قرآن پاک میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے)

لیکن انبیا زادے۔۔ ان کی تلاش سے باز نہیں آئے اور ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت الیاسؑ کو پہاڑوں میں تلاش کیا گیا' بیابانوں میں دیکھا گیا اور جنگلوں میں ڈھونڈا گیا۔ جب وہ کہیں نہیں ملے تو یہ انبیا زادے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دریا کے اس پار حضرت الیاسؑ کے جانے سے پہلے جو کچھ دیکھا تھا اسے دیکھ کر پکار اٹھتے تھے "ایلیاہ (الیاس) کی روح الیسعؑ پر ٹھہری ہوئی ہے۔"

اب انبیا زادوں کا راستہ کوئی اور تھا اور حضرت الیسعؑ کی منزل کوئی اور۔

وہ کچھ دن اریحا میں رہے اور پھر بیت ایل تشریف لے گئے۔ بیت ایل سے کوہ کومل پہنچے اور وہاں سے سامریہ کا رخ کیا۔

یہاں اخزیاہ بادشاہ کا انتقال ہو چکا تھا اور نئے بادشاہ یورام کی تخت نشینی کے چرچے تھے۔ یورام بھی اخی اب کا بیٹا تھا۔ یہ واقعہ آٹھ سو چوالیس سال قبل مسیح میں پیش آیا۔

یورام کو' بادشاہ بننے کے بعد بعل دیوتا پر خاص توجہ دینا پڑی۔ وہ دیکھتا چلا آرہا تھا کہ بعل دیوتا کی وجہ سے اس کے محل میں کئی تباہیاں ہو چکی ہیں اور اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ان دیکھے خدا کا ایک بندہ اس کی سلطنت سے بھی مرعوب نہیں ہوتا تھا۔ خدا کا یہ بندہ بعل دیوتا کو برا کہتا تھا اور اسے نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ یہ سارے مشاہدات اس کو بعل دیوتا کی طرف سے برگشتہ کر رہے تھے۔ چنانچہ یورام جیسے ہی بادشاہ بنایا گیا' اس نے پہلا کام یہ کیا کہ بعل دیوتا کے ستون کو توڑ دیا اور حضرت الیسعؑ پر یہ ظاہر کیا کہ وہ بعل دیوتا کو پسند نہیں کرتا۔

لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ بھی اپنے باپ دادا کا پیرو تھا اور دینِ حق سے اسے بھی نفرت تھی۔

جب تک اس کا باپ اخی اب زندہ رہا' مواب کا بادشاہ میشا (MESHA) اخی اب کو ہر سال ایک لاکھ بھیڑوں اور ایک لاکھ مینڈھوں کی اون بطور نذرانہ دیا کرتا تھا مگر اخی اب کے مرتے ہی اس نے یہ نذرانہ دینا بند کر دیا۔

یورام نے اپنے وقار اور اقتدار کو بحال رکھنے کے لیے شاہِ یہوداہ اور شاہِ ادوم سے مدد مانگی۔ ان تینوں نے مواب کے بادشاہ پر حملہ کر دیا ابھی جنگ جاری تھی کہ شاہِ یہوداہ نے شاہِ ادوم سے کہا "یورام کو ساتھ لے کر ہم تینوں الیاس کے قائم مقام الیسعؑ کے پاس چلتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ ہم تینوں نے میشا پر جو حملہ کیا ہے تو اس کا انجام کیا ہو گا؟"

یورام نے کہا "ہاں الیسعؑ سے پہلے الیاس سے جب بھی ایسے موقعوں پر کچھ پوچھا جاتا تو اس کا

جواب حرف بہ حرف درست ہوتا۔"

چنانچہ یہ تینوں حضرت الیسعؑ کے پاس پہنچے۔ اب تینوں میں یہ بحث ہونے لگی کہ یہ سوال ان سے کون کرے گا؟

دونوں فریقوں نے یورام سے کہا "الیاس نے بھی جلعاد سے چل کر سامریہ میں قیام کیا تھا اور اب الیسعؑ بھی یہیں تشریف رکھتے ہیں اس لیے تجھی کو الیسعؑ سے ملنا چاہیے اور اس جنگ کے انجام کے بارے میں ان سے پوچھنا چاہیے۔"

حضرت الیسعؑ کرمل پہاڑی کی ایک چٹان پر بیٹھے تھے۔

یورام ان کی خوشامد کرنے لگا۔ آپ نے اس کی منت سماجت کے پیش نظر فرمایا "رب الافواج کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں' اگر مجھے یہوداہ کے بادشاہ کا خیال نہ ہوتا تو میں تیری طرف نظر بھی نہ کرتا اور نہ تجھے دیکھتا۔"

یورام نے کہا "مجھے اس لڑائی سے ایک بڑا نقصان یہ پہنچ سکتا ہے کہ یہاں اکثر پانی کی تکلیف ہو جاتی ہے اور ہمارے مویشی بھی پانی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اب کچھ ایسا انتظام ہو جائے کہ ہم یہ جنگ بھی جیت جائیں اور ہمیں پانی کا مسئلہ بھی پریشان نہ کرے۔"

آپ نے یورام کو مشورہ دیا "تم یہ کرو.... کہ ایک طویل خندق کھودو اور یہ مت سوچو کہ اس میں پانی کہاں سے آئے گا۔ تمہارا کام خندق کھودنا ہے۔"

یورام نے کہا "چلیں میں خندق کھدواتا ہوں مگر میرے اصل سوال کا جواب تو ابھی باقی ہے۔ میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔"

حضرت الیسعؑ نے کہا "میں نے تجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ کر' اسی سے تجھے کامیابی حاصل ہو گی اور جب میں تجھ کو کامیابی کی خوش خبری سناتا ہوں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تو یہ جنگ جیت لے گا۔"

یورام مطمئن ہو کے ایک طویل خندق کھدوانے میں مشغول ہو گیا۔

چنانچہ مزدور خندق کھودنے لگے۔ یہ خندق ادوم کی طرف کھدتی ہوئی جا رہی تھی جو یورام کا حلیف تھا۔ کچھ عرصے بعد خندق کھد گئی اور حیرت انگیز طور پر ادوم کی طرف سے پانی بہتا ہوا آیا اور خندق پانی سے بھر گئی۔

پانی نے یورام کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔

موابی فوج جو بادشاہ میشا کی سرداری میں یہ جنگ لڑ رہی تھی اس نے بھی اس نئی خندق میں پانی کے ریلے آتے دیکھا۔

میشا حیران تھا کہ وہ یہ کیا دیکھ رہا ہے۔ یہاں تو اکثر و بیشتر پانی کی کمی رہتی ہے۔

اور جب اس نے غور سے یہ پانی ادوم کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تب بھی وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ پانی کہاں سے آ رہا ہے۔ کیا ادوم میں دریا کا کوئی پشتہ ٹوٹ گیا ہے یا بارشیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔

خندق میں پانی جنوب سے بہہ بہہ کر آتا رہا اور فوج اسے دیکھتی رہی پھر رات ہو گئی اور فوج آرام کرنے لگی۔ دوسرے دن صبح بیدار ہوئی تو نیند سے جاگے ہوئے لوگ پھر خندق کا پانی دیکھنے لگے۔ اس وقت شفق پھیل رہی تھی اور اس کا عکس خندق کے پانی پر پڑ رہا تھا۔ مواب کے فوجیوں نے خندق کے پانی میں سرخی کی جھلک دیکھی تو انہیں شبہ ہوا کہ تینوں حلیفوں میں غالباً کسی بات پر ان بن ہو گئی ہے اور وہ آپس میں لڑ گئے ہیں جس سے ان کے مقتولوں کا خون پانی میں شامل ہو کر خندق میں آ رہا ہے۔ یہ ان کے لیے بڑی خوش خبری تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب یورام کو سبق دیا جاسکے گا' انہوں نے یورام پر حملہ کیا تو یورام نے یہوداہ کے بادشاہ اور ادوم کے بادشاہ کے ساتھ مواب کے بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں یورام کو فتح حاصل ہوئی۔ وہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے حضرت الیسعؑ کی خدمت میں حاضری دی اور شکریہ ادا کیا۔

یورام کی وجہ سے اخی اب کی ملکہ ایزابیل کا اثر کم ہو چکا تھا اور وہ حکومت کے معاملات میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے کے لائق نہیں رہ گئی تھی۔ اس کی جگہ یورام کی بیویوں نے لے لی تھی اور انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ مندروں میں کس بت کی پوجا کی جا رہی ہے اور حضرت الیسعؑ کس کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں۔

یورام نے ان کا یہ معجزہ تو دیکھ ہی لیا تھا کہ اس نے آپ کی مدد اور دعا سے مواب کے طاقت ور بادشاہ کو حیرت انگیز شکست دے دی تھی۔ وہ بھی حضرت الیسعؑ کی تبلیغ اور تلقین میں دخل نہیں دیتا تھا۔ انہیں حضرت الیاسؑ کے بعد جو حیرت انگیز روحانی کمال حاصل ہو گیا تھا وہ اس سے لوگوں کو فائدے پہنچا رہے تھے۔ ان کے معاملات عوام اور غریبوں سے رہتے تھے۔ بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ لوگوں میں بہت مقبول ہو گئے۔ عوامی مقبولیت کا اثر اس عہد کے بادشاہوں پر بھی پڑا۔ یہ بادشاہ آپ سے الجھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ کسی ایک جگہ قیام بھی نہیں کرتے تھے لیکن سامریہ میں آپ کا زیادہ قیام رہا۔ یہاں انہوں نے اپنے ساتھ رہنے والوں کے لیے ایک عارضی عمارت بھی تعمیر کروائی اور جب یہ عمارت ان کے ساتھیوں کے لیے ناکافی ہو جاتی آپ اس میں کچھ اور اضافہ فرما دیتے۔

اریحا میں ان سے حضرت الیاسؑ بچھڑ گئے تھے تو آپ یہاں اپنے روحانی رَبّی کی محبت میں آتے جاتے رہتے تھے۔

ان دنوں اریحا میں خراب پانی کی بڑی شکایت تھی۔ لوگ یہ پانی پی کر بیمار ہو جاتے تھے۔ یہاں کی زمین بھی بنجر ہوتی جا رہی تھی۔ اریحا کے رہنے والوں نے سوچا کہ اگر یہی صورتِ حال سالہا سال جاری رہی تو یہاں کی آبادی ختم ہو جائے گی۔ اور زمین بنجر ہو جائے گی۔ لوگ ادھر ادھر چلے جائیں گے۔

آپ اریحا کو اجڑتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب آپ نے اریحا کے پانی کے نقص اور زمین کے بنجر پن کی خبر سنی تو وہاں پہنچے۔

آپ نے ابھی اریحا میں قدم ہی رکھا تھا کہ لوگ ان کے پاس پہنچنے لگے اور انہیں اپنی مصیبتوں سے آگاہ کرنے لگے۔ ان لوگوں نے آپ سے کہا "بتایئے کہ ہم کیا کریں۔ ہماری زمینیں بنجر ہو رہی ہیں اور یہاں کا پانی اتنا ثقیل ہے کہ پیٹ میں اترتے ہی زہر بن جاتا ہے۔"

ان سب نے جب آپ کو اپنی مصیبت سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا "تم لوگ مت گھبراؤ۔ اللہ سے مایوس نہ ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" آپ نے ان سے کہا "تم میں سے کوئی ایک پیالہ لے آئے۔"

جب یہ پیالہ آگیا تو آپ نے فرمایا "اب تم میں سے کوئی ایک تھوڑا سا نمک لے آئے۔"

کچھ دیر بعد یہ نمک بھی آگیا۔ آپ نے پیالے میں پانی ڈالا اور نمک ملا کے اسے گھولنا شروع کر دیا۔ جب نمک پانی میں حل ہو گیا تو آپ نے فرمایا "یہاں پانی کا جو ذخیرہ مسموم ہو اور اسی سے بیماریاں پیدا ہو رہی ہوں' نمک کا یہ پانی' پانی کے اس ذخیرے میں ڈال دیا جائے۔ اللہ نے چاہا تو اس کی برکت سے اریحا کا سارا پانی ٹھیک ہو جائے گا اور یہاں کی زمین کا بنجر پن بھی جاتا رہے گا۔"

لوگوں نے بہت غور کیا تو انہیں اریحا کا ایک چشمہ یاد آیا جس کا پانی کھاری تھا اور اس پانی کو یہ لوگ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔

نمک کا یہ پانی کھاری چشمے کے پانی میں ڈال دیا گیا اور پھر کچھ دیر بعد کھاری چشمے کے پانی کو چکھا گیا تو وہ میٹھا ہو چکا تھا۔

اریحا کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر صرف اس چشمے کا پانی بہتر ہو گیا ہے اور دوسرے چشموں کا پانی مضرِ صحت ہے تو ان سے درخواست کی جائے کہ اریحا کے سارے چشموں کا پانی میٹھا کر دیا جائے اور اس کا مضرِ صحت ہونا دور کیا جائے۔

لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ وہ جہاں بھی جاتے' چشمے کا پانی پیتے تو ان کی کیفیت خوشگوار ہو جاتی اور اسی طرح پورے اریحا کی زمین بھی بنجر پن سے نجات پا گئی۔

لوگوں نے حضرت الیسعؑ کی بڑی تعریفیں کیں اور درخواست کی "اب آپ یہیں رہیں۔ آپ کی ہر آسائش کا خیال رکھا جائے گا۔"

حضرت الیسعؑ نے ان کی یہ پیشکش قبول نہیں کی اور اریحا میں مستقل رہنا گوارا نہیں کیا۔ آپ اریحا سے سامریہ چلے گئے۔ وہاں مواب کی شکست کے بعد مواب کے کچھ لوگ سامریہ میں آباد ہو چکے

تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دین دار تھے اور انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یورام نے فتح حضرت الیسعؑ کی روحانی مدد سے حاصل کی ہے۔ چنانچہ یہ نیک لوگ حضرت الیسعؑ کے قریب رہنے کو غنیمت سمجھ رہے تھے۔ ان میں ایک ایسی بیوہ بھی تھی جس کے دو بیٹے تھے۔ اس نے سامریہ میں سکونت تو اختیار کر لی مگر شوہر کی موت نے اس نیک عورت کو بے سہارا کر دیا تھا۔ شوہر نے لوگوں سے قرض لیا تھا اور وہ ان قرضوں کی ادائیگی سے پہلے ہی مر گیا۔ جن مہاجنوں نے یہ قرضے دیے تھے اب وہ بیوہ کو تنگ کرنے لگے۔ یہ مہاجن بیوہ عورت کی طرف سے کچھ نہ پا کے غضب ناک ہوئے اور بیوہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینے لگے۔

جب تک یہ بیوہ عورت مہاجنوں کو ٹال سکتی تھی' ٹالتی رہی لیکن تا کجے! یہ بھی عاجز آ گئے اور بیوہ عورت بھی شرمندہ ہونے لگی۔

یہ مہاجن آپس میں مشورہ کر کے اس قضیے کو مستقلاً نمٹانے کے لیے بیوہ کے گھر پہنچے۔

سب سے پہلے ان لوگوں نے اس بیوہ عورت کو دباؤ میں لانے کے لیے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور پاس پڑوس کے لوگوں کو جمع کیا۔ انہیں قرض کے مسئلے سے آگاہ کیا اور کہا "لوگو! بتاؤ کہ اس بیوہ کے شوہر نے ہم سے جو قرض لیا تھا وہ ادا کیے بغیر ہی مر گیا۔ اب ہم اس کی بیوہ سے اپنے قرض کی رقم لینے کے لیے آتے ہیں تو یہ ہمیں وعدہ کر کے ٹال دیتی ہے۔ ہم کب تک یہاں آتے رہیں گے اور یہ ہمیں کب تک ٹالتی رہے گی۔ آخر اس کی کوئی حد بھی ہے۔"

پڑوسیوں نے مہاجنوں کا ساتھ دیا اور بیوہ سے کہا "یہ بھلے آدمی بات تو صحیح کر رہے ہیں۔ ان سے کوئی ایسا وعدہ کرو کہ اس کے بعد کوئی وعدہ نہ کرنا پڑے۔"

بیوہ نے کہا "تم ہمارے پڑوسی ہو مگر ساتھ مہاجنوں کا دے رہے ہو۔"

پڑوسی نے کہا "خاتون! یہ سمجھ کا پھیر ہے۔ تم یہ سمجھ رہی ہو کہ ہم مہاجنوں کا ساتھ دے رہے ہیں حالانکہ بات یوں ہے کہ ہم حق کا ساتھ دے رہے ہیں۔ تمہارے شوہر نے قرضے لیے اور ان کو اتارے بغیر مر گیا۔ انہیں تو اپنی رقم چاہیے اور اس لیے تم کوئی جتن کرو اور ان کے قرضے اتار دو۔"

بیوہ عورت نے کچھ وقت مانگا تو پڑوسیوں نے مہاجنوں سے پوچھا "بتاؤ تمہیں کچھ وقت دینا منظور ہے؟"

ایک مہاجن نے کہا "ہم تو کافی دنوں سے وقت دیتے چلے آ رہے ہیں۔ اس بار بھی کچھ وقت دے دیں گے مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ اب جب ہم آئیں گے تو ہمیں اپنی رقم مل ہی جائے گی۔"

بیوہ عورت نے کہا "میں کوشش کروں گی کہ اس بار تم لوگ خالی نہ جاؤ۔"

ایک مہاجن نے کہا "چلو ہم نے وقت دیا مگر تم اپنے وعدے پر پوری نہ اتریں تو اس وقت کیا ہو گا؟"

بیوہ عورت خاموش ہو گئی اور مہاجنوں نے پڑوسیوں سے کہا "ہمارے پاس اس کا بھی حل ہے۔ اگر یہ خاتون اپنے اس وعدے کے مطابق رقم نہ دے سکی تو ہم اپنا قرضہ کس طرح وصول کریں گے' اس کا ہمارے پاس ایک حل موجود ہے۔"

پڑوسیوں نے کہا "اگر کوئی حل ہے تو اسے کام میں لاؤ تاکہ تم دونوں مصیبت سے چھوٹو۔"

بیوہ عورت نے پوچھا "اگر میں اس بار بھی اپنا وعدہ پورا نہ کر سکی تو تم لوگ کیا کرو گے؟"

ایک مہاجن نے جواب دیا "سنو! ہم نے اس سلسلے میں جو کچھ سوچا ہے' اسے غور سے سنو۔ ایمان داری سے اس پر عمل کرو گی تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

بیوہ خاتون نے کہا "مجھے وہ حل بتاؤ تو سہی تاکہ میں بھی غور کروں کہ وہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔"

مہاجن نے کہا "اس بیوہ خاتون کے دو بیٹے ہیں۔ اگر یہ اپنے وعدے کے باوجود ہماری رقم ادا نہ کر سکی تو ہم اس کے دونوں بیٹے چھین لے جائیں گے اور ان سے غلاموں کی طرح کام لیں گے۔ اس کے بعد ہم کبھی اس بیوہ عورت کے در پر نہیں آئیں گے۔"

بیوہ عورت نے شور کیا "نہیں' میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں قرضے کے بدلے اپنے دونوں بیٹے مہاجنوں کے حوالے نہیں کروں گی۔"

پڑوسیوں نے کہا "خاتون! یہ تو آپ کی زیادتی ہے۔ اگر آپ قرضے کی رقم نہیں دے سکتیں تو اس کا کوئی حل بتائیں ورنہ مہاجنوں کی بات مان لیں۔"

ایک مہاجن نے کہا "تب پھر یہ طے پایا کہ اگر یہ بیوہ اپنے وعدے کے مطابق قرضہ نہ اتار سکی تو میں اس کے دونوں بیٹوں کو لے جاؤں گا اور ہمارا حساب بے باق ہو جائے گا۔"

پڑوسیوں نے بھی مہاجنوں کا ساتھ دیا اور کسی نے بھی بیوہ کی ایک نہ سنی۔

یہ سب چلے گئے اور بیوہ عورت اکیلی اپنے نصیبوں کو روتی رہی۔ اسے یہ سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے تھے کہ اس کے دونوں بیٹے مہاجنوں کے غلام بن جائیں گے۔

یہ غریب عورت حضرت الیسعؑ کا پتا پوچھتی ہوئی ان کے پاس پہنچ گئی۔

یہاں اس نے حضرت الیسعؑ کو لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں گھرا ہوا دیکھا پھر معلوم نہیں کس طرح انہیں اس بیوہ عورت کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ ایک نہایت نادار اور مجبور و بے بس عورت ان کے پاس مدد لینے آئی ہے۔ آپ نے اس عورت کو بلوایا۔ وہ اس وقت بھی رو رہی تھی۔

آپ نے پوچھا "تو اپنا مسئلہ بیان کر۔ تجھے کس نے ستایا ہے۔"

بیوہ عورت نے اپنی ساری داستان صاف صاف بیان کر دی اور کہا "جناب! ایک مہاجن میرے

دونوں بیٹوں کو غلام بنا کے لے جانا چاہتا ہے۔"

آپ نے پوچھا "تیرے پاس گھر میں مہاجنوں کے دینے کے لیے کچھ تو ہوگا؟"

بیوہ نے کہا "حضرت! میرے پاس پکانے کے لیے کچھ تیل گھر میں پڑا ہوگا لیکن وہ اتنا ناکافی ہے کہ اگر میں اسے بیچنا چاہوں تب بھی اتنی معمولی رقم ہاتھ آئے گی کہ ہم اس سے قرضے کا بیسواں حصہ بھی نہیں اتار سکیں گے۔"

حضرت الیسعؑ نے کہا "بی بی! تم بالکل فکر مند نہ ہو۔ اب تم پہلا کام یہ کرو کہ اپنے پاس پڑوس سے ان کے سارے برتن مانگ لو اور پھر میرے پاس آؤ۔"

بیوہ عورت کی سمجھ میں آپ کی یہ باتیں نہیں آئیں۔ وہ ان سے قرضہ اتارنے کا حل پوچھ رہی تھی اور وہ پاس پڑوس سے برتنوں کو جمع کرنے کی بات کر رہے تھے۔

بیوہ عورت چلی گئی۔ محلے والوں سے برتن مستعار مانگے تو برتن تو اسے مل گئے مگر سبھی کو حیرت تھی کہ کنگال عورت..... ان برتنوں کا کیا کرے گی۔

جب برتن بہت زیادہ گھر میں جمع ہو گئے تو یہ بیوہ عورت پھر حضرت الیسعؑ کی خدمت میں گئی اور پوچھا "حضرت! برتن تو لوگوں نے مجھے دے دیے' اب میں ان کا کیا کروں؟"

آپ نے فرمایا "تو نے مجھے بتایا تھا کہ تیرے گھر میں تھوڑا سا تیل موجود ہے۔"

بیوہ عورت نے کہا "تیل تو موجود ہے مگر وہ بھی ختم ہونے والا ہے۔"

آپ نے کہا "وہ ختم نہیں ہوگا۔ اب اس تیل کو خالی برتنوں میں انڈیل دے۔"

بیوہ عورت کو حیرت ہوئی کہ تیل اتنا کہاں کہ خالی برتنوں میں انڈیلا جائے۔ اس سے تو ایک چھوٹا سا برتن بھی نہیں بھرے گا۔ اس نے کہا "حضرت! تیل اتنا کہاں کہ اسے سارے برتنوں میں انڈیلا جائے' وہ تو بس ذرا سا ہے۔"

آپ نے سختی سے حکم دیا "تو بحث مت کر۔ میں نے تجھے جو حکم دیا ہے' بس وہ کر۔ جب سارے برتن بھر جائیں تو میرے پاس آ اور پوچھ کہ اب میں کیا کروں؟"

عورت سوچتی ہوئی واپس چلی گئی کہ وہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

سارے برتن یک جا کیے گئے۔ ایک بیٹے نے ایک برتن میں تیل انڈیلا تو وہ بھر گیا۔ گھر کے برتن میں جو تیل پہلے تھا وہ اب بھی موجود تھا۔ عورت حیران ہوئی اور اس کا خوشی سے کچھ عجیب ہی حال ہو گیا۔ برتنوں میں تیل انڈیلا جاتا رہا اور اس طرح سارے برتن بھر گئے اور گھر کے برتن کا تیل ختم نہیں ہوا۔

ایک لڑکے نے کہا "ماں' آپ کوشش کریں کے محلے والے کچھ اور برتن دے دیں۔"

عورت نے محلے والوں سے کچھ اور برتن مانگے جو کسی نے بھی نہیں دیے۔ یہ سیدھی حضرت الیسعؑ

کے پاس پہنچی اور کہا "حضرت! سارے برتن تیل سے بھر گئے اور میں نے محلے والوں سے کچھ اور برتن مانگے جو نہیں ملے۔ اب آپ بتائیں کہ میں کیا کروں۔"

آپ نے فرمایا "تو اس تیل کو فروخت کر دے۔ کچھ گھر کے لیے بچا لے۔ اس تیل کے بیچنے سے اتنی رقم ضرور مل جائے گی کہ تو قرضہ اتار دے اور مہاجن تیرا پیچھا چھوڑ دیں۔"

یہ عورت گھر پہنچی اور آپ کی نصیحت پر تیل بیچنا شروع کر دیا۔ کچھ گھر کے لیے بچا لیا۔ اس سے بڑی رقم ہاتھ آئی۔ اس نے پاس پڑوس والوں کی موجودگی میں مہاجنوں کو بلوایا تو انہوں نے آتے ہی کہا "کیا بات ہے۔ ہم نے تو تیری دی ہوئی تاریخ پر آنے کا وعدہ کیا تھا' یہ تو نے ہمیں پہلے کیوں بلا لیا۔ کیا دی ہوئی تاریخ میں اضافہ چاہتی ہے۔ جو نہیں ملے گا۔"

عورت نے جواب دیا "میں نے سوچا کہ تم لوگوں سے بڑی وعدہ خلافیاں ہوئی ہیں اس لیے اس بار تمہیں تاریخ سے پہلے ہی بلوا کے تمہاری قرض کی رقم دے دی جائے۔"

عورت نے پاس پڑوس والوں سے کہا "اب تم لوگ ان سے باری باری پوچھو کہ مجھے ان کو کتنی رقم دینی ہے تاکہ میں تم لوگوں کی موجودگی میں تمہارے ہی ذریعے ان کی رقوم ادا کر دوں۔"

اب یہ بیوہ عورت مہاجنوں کی نظر میں باعزت خاتون ہو گئی تھی اور محلے والے بھی اس کی عزت کرنے لگے۔ ان کے مستعار لیے ہوئے خالی برتن بھی واپس مل گئے۔ پڑوسیوں کو جستجو ہوئی کہ یہ سب کس طرح ہو گیا۔ یہاں حضرت الیسعؑ کا ذکر آیا تو سبھی ان کی طرف دوڑے گئے۔ آپ ان سب کو ایک ہی تلقین کرتے "بت پرستی چھوڑ دو' بعل دیوتا کی اپنی حیثیت نہیں۔ اللہ ہی سب کچھ ہے۔ اس کی عبادت کرو اور اس سے مانگو۔ وہی سب کو دیتا ہے۔ بتوں میں اتنی قدرت کہاں کہ وہ تمہیں کچھ دیں۔"

○☆○

ایک مال دار عورت جو بے حد مال و زر رکھتی تھی اسے حضرت الیسعؑ کی باتیں اچھی لگیں لیکن حضرت الیسعؑ سامریہ میں تھے اور یہ مال دار عورت شونیم SHUNEM شہر میں رہتی تھی۔ اس کا سامریہ پہنچنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔

اچانک حضرت الیسعؑ نے اپنے ماننے والوں سے کہا "مجھے شہر شونیم جانا ہے۔ وہاں کسی کو میری ضرورت پیش آ گئی ہے۔"

آپ اس عورت کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے لیے بچھ گئی اور کئی دن خاطر تواضع کرتی رہی۔

حضرت الیسعؑ کے ساتھ ان کا خادم حجازی بھی تھا۔ کئی دن بعد آپ نے حجازی سے کہا "یہ مال دار عورت تکلف سے کام لے رہی ہے۔ تو اس سے میری طرف سے پوچھ کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ وہ

اگر بادشاہ یا لشکر کے سردار سے کچھ چاہتی ہے تو میں اس کی سفارش ان دونوں سے کر سکتا ہوں۔"

جب حجازی نے یہ سوال مال دار عورت سے کیا تو وہ کہنے لگی "تم ان سے کہو کہ میرا بادشاہ یا سردار لشکر سے کوئی کام نہیں اور میری کوئی ایسی حاجت بھی نہیں کہ میں آپ کو اس کے لیے زحمت دوں۔"

حضرت الیسعؑ نے بہت کچھ سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے اپنے خادم حجازی سے کہا "تو اس عورت کے قریب رہ اور اپنے طور پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر کہ اس عورت کی آخر وہ کیا حاجت ہے جسے بتانے میں اسے شرم آ رہی ہے۔"

خادم حجازی کئی دن تک عورت کے قریب رہا۔ گھر والوں سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ اس مال دار جوان عورت کے شوہر سے بھی ملاقات ہوئی اور اسے جھرجھری آ گئی۔ اس عورت کا شوہر بالکل بوڑھا تھا۔

خادم حجازی نے گھر والوں سے پوچھا "اس گھر میں کوئی بچہ نظر نہیں آتا، کیا بات ہے؟"

گھر والوں نے بتایا "صاحب! یہ عورت جو جوان ہے اور خوب صورت بھی، اس نے بوڑھے سے اس لیے شادی کر لی کہ اس کے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے۔ عورت نے سوچا ہو گا کہ زندگی اچھی بسر ہو جائے گی۔ شادی کے بعد اس عورت کو بہت کچھ مل گیا مگر یہ اولاد سے محروم رہی۔ شاید یہی غم اس عورت کو اندر سے اذیتیں پہنچا رہا ہے۔ اسے اگر کوئی حاجت ہے تو صرف اولاد کی حاجت ہے مگر شوہر بوڑھا ہے اور اس سے اولاد نہیں پیدا ہو سکتی۔ اسی لیے عورت آپ سے دل کی بات کہتے ہوئے شرماتی ہے۔"

جب آپ کو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں تو آپ اس عورت سے خود ملے اور فرمایا "اے عورت! میں نے تیری مہمان نوازی کے بڑے مزے لیے اور اسی انتظار میں رہا کہ تو اپنی حاجت بیان کرے تو میں اللہ سے اس کے لیے دعا کروں مگر تو ابھی تک خاموش ہے اور میں کسی بھی وقت سامریہ واپس چلا جاؤں گا۔"

عورت نے کہا "حضرت! آپ کو اب میں کیا بتاؤں۔ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے ایک بیٹے کی خواہش ہے لیکن میں نے مال و زر کی ہوس میں اس بوڑھے سے شادی کر لی۔ اب اس سے اگر میں اولاد کی خواہش کروں تو یہ میری بھول کہلائے گی۔"

آپ نے کہا "اے عورت! تو بہت زیادہ شریف اور حیا دار ہے۔ میں تجھ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ وہ تیری خواہش پوری کرے۔"

اسی رات آپ نے اس عورت کے لیے دعا کی اور کہا "اے عورت، میں تو سامریہ واپس جا رہا ہوں۔ میں نے تیرے لیے دعا کی ہے۔ اللہ نے چاہا تو تجھے ایک بیٹا ضرور ملے گا اور یہ بیٹا نہایت سعادت

مند اور صالح ہو گا۔"

عورت نے پوچھا "ایسا کب تک ہو گا؟"

آپ نے فرمایا "اگلے بہار کے موسم میں اس گھر میں بھی بہار آئے گی اور تم سب اس بچے کی آوازیں سنو گے۔ کیا میں اب جا سکتا ہوں۔"

عورت نے کہا "میری کیا مجال کہ میں آپ کو روکوں۔ آپ نے میرے گھر میں رہنے کی جو عزت بخشی ہے، میں اسے زندگی بھر یاد رکھوں گی۔"

آپ سامریہ واپس چلے گئے۔ اگلے سال موسم بہار کی آمد آمد ہوئی تو اس مال دار عورت کے بطن سے ایک خوب صورت لڑکا پیدا ہوا اور پورا گھر خوشی سے جھوم اٹھا۔

○☆○

آپ کچھ دن سامریہ میں رہے اس کے بعد جلجال چلے گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے آپ جہاں کا قصد کرتے تھے وہاں ان کی ضرورت ہوتی تھی اور یہ اللہ کی طرف سے حکم پا کر وہاں پہنچ جاتے تھے۔

جب یہ جلجال پہنچے تو وہاں قحط پڑا ہوا تھا اور لوگ فاقوں مر رہے تھے۔ آپ نے یہ حال دیکھا تو بڑا دکھ پہنچا۔

لوگوں نے بھی انہیں گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے "اے الیسعؑ! ہمیں فاقہ زدگی سے بچاؤ۔"

آپ نے پوچھا "یہاں کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا "کھیتی باڑی ہوتی تو ہے مگر خشک سالی نے کچھ پیدا نہیں ہونے دیا۔"

آپ نے چند آدمیوں کو حکم دیا "تم میں سے کوئی ایک ویران کھیتوں میں کوئی سبزی تلاش کرے۔ اگر مل جائے تو اسے میرے پاس لے آئے۔" اور دوسرے سے کہا "تم لوگ وہاں جاؤ جہاں خود رو پودے اگتے ہیں۔ جتنے بھی پودے ملیں، اکھاڑ دو۔"

ان میں ایک حاسد اور حضرت الیسعؑ سے نفرت کرنے والا بھی موجود تھا۔ ایک شخص تو ویران کھیتوں کی طرف چلا گیا اور حاسد دوسروں کو ورغلا کے ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں اندرائن کے درخت بہت زیادہ تھے اور ان میں پھل بھی لگے ہوئے تھے۔ اس حاسد نے اندرائن کے بہت سے پھل توڑے اور دوسرے لوگوں نے بیلیں اور چھوٹے چھوٹے پودے توڑنے شروع کیے۔ انھوں نے اس حاسد کو اندرائن اور اس کے پھلوں کو توڑتے دیکھا تو منع کیا کہ اس زہر کو مت توڑ کیونکہ اگر یہ کھانے میں شامل کیے گئے تو اس سے کھانے والے مر جائیں گے۔"

حاسد نے کہا "تم لوگ مجھے اس سے نہیں روک سکتے کیونکہ میں الیسعؑ کی ہدایت پر ہی اندرائن اور اس کے پھلوں کو توڑ رہا ہوں۔"

جب یہ ساری چیزیں آپ کے سامنے پہنچیں تو آپ نے لوگوں سے پوچھا "اب ذرا یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی کے گھر میں کوئی دیگ ہے؟"

ایک شخص نے کہا "میرے گھر میں بہت بڑی دیگ ہے۔ کہئے تو لے آؤں۔"

وہ شخص دیگ لینے چلا گیا۔ آپ نے دوسروں کو حکم دیا "اب تم لوگ اس دیگ کے لیے چولھا بناؤ اور اس میں لکڑیاں جلاؤ تاکہ اس پر دیگ کو رکھا جائے اور تم سب کے لیے کھانا تیار کیا جائے۔"

ذرا سی دیر میں چولھا بن گیا' اس کے نیچے لکڑیاں رکھ دی گئیں اور انہیں جلا دیا گیا۔

جب گھاس پھوس' بیلیں اور اندرائن کے پھل وغیرہ بھی آپ کے پاس لائے گئے تو آپ نے حکم دیا "ساری لائی ہوئی چیزیں دیگ میں ڈال دو اور اس سے اپنے لیے کھانا تیار کرو۔"

حاسد نے چپکے سے کہا "اس سے کھانا تو کیا لپسی تیار ہو جائے گی۔"

آپ نے بھی لپسی کا ذکر سنا تو پوچھنے لگے "یہ لپسی کا ذکر کس نے کیا کیونکہ میں تم سب کے لیے لپسی ہی تیار کروا رہا ہوں۔"

کچھ لوگ اداس تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو جانتے تھے کہ دیگ میں اندرائن اور اس کے پھل بھی ڈالے گئے ہیں جس سے لپسی کا مزہ کڑوا ہو جائے گا اور یہ زہریلی ہو جائے گی۔ لوگوں کا اس سے پیٹ تو کیا بھرے گا البتہ ہر کوئی موت کا مزہ چکھ لے گا۔

لپسی تیار ہو گئی۔ جو لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ دیگ میں اندرائن اور اس کے پھل بھی ڈالے گئے ہیں۔ انہوں نے لپسی پینے میں پہل کی اور فوراً تھوکتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے اور آپ سے کہا "اے مردِ خدا! دیگ میں موت ہے۔"

آپ نے حاسد سے کہا "تیرے گھر میں ذرا سا آٹا تو ہوگا' اسے لے آ۔"

وہ شخص گھر گیا اور آٹا لے کر واپس آیا۔ آپ نے اسی شخص سے کہا "تو اس آٹے کو دیگ میں ڈال دے اور اسے کسی موٹی لکڑی سے چلا کے لپسی میں ملا دے۔"

اس شخص نے یہی کیا۔ آپ نے سب سے کہا "اب تم لوگ اس لپسی کو کھاؤ یا پیو۔ تم سب شکم سیر ہو جاؤ گے اور تمہیں اس سے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا۔"

اب جو لوگوں نے حسنِ عقیدت سے لپسی کو کھانا اور پینا شروع کیا تو سب کے پیٹ بھر گئے مگر دیگ کے کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

آپ نے دیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسے اسی طرح چولھے پر چڑھا رہنے دو اور اسی طرح اس میں سبزی اور خودرو بیل بوٹوں کو ڈالتے رہو اور پکا کر کھاتے پیتے رہو۔ تم فاقوں سے نہیں مرو گے۔"

آپ رخصت ہونے لگے تو حاسد آپ کے قدموں میں گر گیا اور کہا "مجھے بعل دیوتا سے عقیدت تھی اور میں آپ کو اور آپ کے اُن دیکھے خدا کو نہیں مانتا تھا مگر اب مجھے بعل دیوتا سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں بنی اسرائیل کے اَن دیکھے خدا پر ایمان لایا۔"

○☆○

ارام کا بادشاہ اپنے سپہ سالار نعمان کو اس کی بہادری اور اس کے اچھے اوصاف کی وجہ سے بہت پسند کرتا تھا مگر اسے نعمان کے بارے میں کسی نے یہ بتا دیا کہ سپہ سالار برص کا مریض ہے اور اس کے کپڑوں کے نیچے جسم پر برص کا مرض پھیلتا جا رہا ہے۔

اسی دوران میں شاہ ارام کا اس کے دشمن سے مقابلہ ہوا۔ میدان جنگ میں نعمان نے بڑی بہادری دکھائی اور بادشاہ کو اپنے کارناموں سے خوش کر دیا۔ فتح مندی کے بعد نعمان کو دوسرے انعام و اکرام کے ساتھ ایک لونڈی بھی دی گئی۔ اس لونڈی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ کبھی تخلیے میں کپڑوں میں چھپے ہوئے جسم پر برص کے نشان دیکھے اور بتائے کہ یہ مرض کس حد تک پھیل چکا ہے۔

کنیز نعمان کے گھر پہنچی تو نعمان کی بیوی نے اس سے کام لینا شروع کر دیا۔

کچھ ہی عرصے بعد اس لونڈی نے بادشاہ کو خفیہ پیغام بھیجا "نعمان سپہ سالار کے سینے پر برص کے نشانات اتنے پھیل گئے ہیں کہ وہ کچھ دنوں بعد گلے کو بھی لے لیں گے اور یہ مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔"

بادشاہ کو نعمان سے ملنے میں کراہت محسوس ہوئی۔

لونڈی کو حضرت الیسعؑ کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ اس کے مالک نعمان کو اچھا کر سکتے ہیں چنانچہ لونڈی نے اپنے آقا کو بتایا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ مجھے آپ کے پاس کیوں بھیجا گیا ہے؟"

نعمان نے جواب دیا "میں نے میدانِ جنگ میں غیر معمولی خدمات انجام دی تھیں۔ انہی کے صلے میں جو مجھے انعامات دیے گئے ان میں تو بھی شامل ہے۔"

لونڈی نے کہا "یہ بات نہیں ہے بلکہ بادشاہ آپ کی بیماری کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ اب وہ میرے ذریعے سے معلوم کر چکا ہے کہ آپ مبروص ہیں۔ وہ آپ کو سپہ سالاری سے نکال دے گا۔"

نعمان بہت گھبرایا۔ اس نے لونڈی سے کہا "میں نے بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ اب ہر طرف سے مایوس ہو کر چپ بیٹھ گیا ہوں۔"

لونڈی نے کہا "اب آپ یہ کریں کہ سامریہ تشریف لے جائیں اور وہاں الیسعؑ نامی شخص سے ملاقات کریں اور ان سے کہیں کہ آپ کو صحت یاب کر دیا جائے۔"

نعمان نے پوچھا "وہ تو مجھے جانتے بھی نہیں اور میں نے یہ سنا ہے کہ وہ بعل دیوتا کی مذمت کرتے

ہیں اور ایک خدا کی عبادت کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ میرا کام کیوں کریں گے؟"

لونڈی نے کہا "آپ میرا مشورہ مانیں۔ آپ کا بادشاہ یورام کو خط لکھے کہ وہ آپ کا علاج الیسعؑ سے کروا دے۔ اس طرح آپ کا کام ہو جائے گا۔"

نعمان اپنے بادشاہ کے پاس گیا اور اسے بیماری سے آگاہ کیا۔

بادشاہ نے کہا "میں تیری مصیبت سے آگاہ ہوں۔ میں یورام کو تیرے لیے ایک خط لکھتا ہوں۔"

بادشاہ نے یورام کے نام ایک خط لکھ دیا۔ وہ یہ خط لے کر سامریہ روانہ ہو گیا۔

یورام نے خط پاتے ہی نعمان کو حضرت الیسعؑ سے ملوایا اور کہا "آپ اپنے خدا سے اس کے لیے دعا کریں اور اسے یہاں سے صحت یاب کر کے رخصت کریں۔"

یورام تو شاہی محل واپس آ گیا اور نعمان ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ آپ نے پوچھا "اے نعمان! سچ بتا کہ تیرے بادشاہ نے یورام کو کیا لکھا ہے اور یہ جو یورام تجھ کو میرے حوالے کر کے واپس ہوا تو وہ اتنا پریشان کیوں تھا؟"

نعمان نے جواب دیا "میرے بادشاہ نے یورام کو لکھا تھا کہ۔۔ یہ نامہ تجھ کو جب ملے تو جان لینا کہ میں نے اپنے خادم نعمان کو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو اسے کوڑھ سے شفا دے اور وہ جو یورام پریشان دکھائی دے رہا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یورام کو شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ چھوٹا سا خط حملہ کرنے کا بہانہ ہے۔ مجھے یہاں سے صحت یابی حاصل نہیں ہو گی تو وہ تیرے بادشاہ پر حملہ کر دے گا۔"

آپ نے کہا "تو اکیلا آیا ہے یا تیرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں؟"

نعمان نے بتایا "حضرت! میں اپنے بادشاہ کا سپہ سالار ہوں اور اس لیے ہمارے ساتھ سپہ سالاری کا کروفر بھی ہے۔"

آپ نے فرمایا "تو تو نے اپنے کروفر کو کہاں چھوڑا اسے بھی یہیں لے آ۔"

نعمان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص اس کو صحت یاب کروے گا پھر بھی اس نے اپنے چشم و خدم کو بلوایا۔ یہاں دور تک خیمے نصب کر دیے گئے۔ گویا یہاں ایک چھوٹا قصبہ آباد کر دیا گیا تھا۔

آپ نے نعمان سے کہا "جا اب تو دریائے اردن میں سات غوطے لگا اور میرے پاس آ کے بتا کہ کچھ افاقہ ہوا یا نہیں۔"

آپ نے اس کے تردد کو محسوس کیا تو سامنے سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ دیر بعد اپنے خادم حجازی کو بھیجا کہ وہ دیکھے نعمان کیا کر رہا ہے۔

حجازی نے واپس آ کے بتایا "وہ ابھی تک بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔"

آپ نے حجازی کو حکم دیا "اس سے کہو کہ وہ در ئے اردن میں سات غوطے لگائے اور اس کے بعد

مجھے بتائے۔"

جب یہ بات حجازی نے نعمان سے کہی تو اس نے غصے میں کہا "واہ' یہ کیا بات ہوئی۔ میں تو یہاں اس امید پر آیا تھا کہ الیسعؑ میرے جسم پر ہاتھ پھیریں گے' میرے لیے دعائیں کریں گے لیکن اب وہ مجھ سے بات بھی نہیں کر رہے اور باہر بھی نہیں آ رہے۔ بس تیرے ذریعے باتیں ہو رہی ہیں۔ میں تو یہاں سے یوں ہی چلا جاؤں گا۔"

حجازی نے کہا "آپ ایسا نہ کریں۔ دریائے اردن میں سات غوطے ضرور لگائیں۔"

نعمان نے بگڑ کر کہا "نہیں جناب' میں تو دمشق واپس جاؤں گا۔ وہاں بھی دریا ہے۔ یہ سات غوطوں کی بات کر رہے ہیں جبکہ میں وہاں چودہ غوطے لگاؤں گا۔"

نعمان کی یہ باتیں اس کے ساتھی بھی سن رہے تھے۔ انہوں نے نعمان کو منع کیا کہ وہ واپس نہ جائے اور دریائے اردن میں سات غوطے ضرور لگائے۔ یہاں لوگ حضرت الیسعؑ کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔

جب لوگوں نے نعمان کو مجبور کیا تو وہ دریائے اردن میں نہانے کے لیے پہنچا۔ اس میں غسل بھی کیا اور سات غوطے بھی لگائے اور ایک بہت بڑی چادر لپیٹ کر اپنے خیمے میں واپس آیا۔ چند ساتھی بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ نعمان نے کہا "یہ شخص ایسا ہے جو نہ تو علاج کرتا ہے اور نہ دعا دیتا ہے پھر مریض کس طرح صحت یاب ہو جاتے ہیں۔"

ایک ساتھی نے کہا "جناب! الیسعؑ نے دریائے اردن میں نہانے کا حکم دیا اور آپ سے سات غوطے بھی لگوائے۔ یہی الیسعؑ کی دوا بھی ہے اور دعا بھی۔ میرا دل کہتا ہے کہ اب آپ صحت یاب ہو جائیں گے۔"

اس رات وہ سو گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ نہانے اور سات غوطے لگانے سے وہ صحت یاب ہو جائے گا۔

دوسرے دن صبح سو کر اٹھا اور اپنے جسم سے چادر ہٹائی۔ سینے پر برص کے نشانات دیکھے تو وہ غائب ہو چکے تھے۔

اب تو یہ دیوانہ وار بھاگتا ہوا حضرت الیسع کے پاس پہنچا اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر معافی مانگنے لگا۔

نعمان نے کہا "میں یہاں آ کے بدظنی کا شکار ہو گیا تھا کیونکہ جب آپ نے فرمایا کہ میں دریائے اردن میں نہاؤں اور سات غوطے لگاؤں تو میں نے سوچا کہ میں تو یہاں علاج کروانے آیا ہوں۔ آپ تبرک کے طور پر کچھ کھانے یا لگانے کو دیں گے اور میرے حق میں دعا کریں گے لیکن آپ نے دریائے

اردن میں نہانے اور سات غوطے لگانے کا حکم دیا تو میں بہت مایوس ہوا۔"

حضرت الیسعؑ نے کہا "اب تو بعل دیوتا کی پرستش چھوڑ دے اور بنی اسرائیل کے خدا کی عبادت کر کیونکہ وہی روئے زمین اور کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔"

کچھ دیر بعد نعمان کئی قیمتی چیزیں لے کر حضرت الیسعؑ کے پاس پہنچا اور کہا "یہ میری طرف سے حقیر سا نذرانہ ہے۔ اسے قبول فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔"

آپ نے کہا "خداوند کی حیات کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں' میں کچھ نہیں لوں گا۔"

نعمان نے بہت اصرار کیا لیکن اس کے بے حد اصرار کے باوجود آپ نے کچھ نہ لیا تو نعمان نے درخواست کی "اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے در سے دو خچر مٹی تبرکاً لے لوں۔"

آپ نے اجازت دے دی اور جب وہ دو خچر مٹی لے کر جانے لگا تو جاتے جاتے کہا "آپ کا یہ خادم آج سے خداوند کے سوا کسی غیر معبود کے حضور نہ تو سوختنی قربانی دے گا اور نہ ذبیحہ چڑھائے گا۔"

حضرت الیسعؑ کا خادم حجازی یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسے انتہائی دکھ ہوا کہ انہوں نے نعمان کا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ نعمان کے چلے جانے کے بعد حجازی نے چوری چھپے اس کا تعاقب کیا اور تقریباً نصف منزل میں اسے جا لیا' اس سے کہا "مجھے میرے آقا نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ مجھے ایک قنطار چاندی اور دو جوڑے لباس عطا فرما دیں۔"

نعمان کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کہا "میں نے تو انہیں پیشکش کی تھی مگر تیرے آقا نے مجھ سے کچھ لینا قبول نہ کیا۔ اب اگر انہوں نے مجھ سے کچھ طلب کیا ہے تو میں تجھے دو قنطار چاندی اور دو جوڑے لباس دوں گا۔"

حجازی یہ دونوں چیزیں لے کر واپس آیا اور خاموشی سے اپنے ٹھکانے پر انہیں چھپا دیا۔

رات کو حضرت الیسعؑ نے حجازی کو طلب کیا اور اس سے پوچھا "دن میں تو کچھ دیر کے لیے غائب ہو گیا تھا' کہاں چلا گیا تھا؟"

حجازی نے جھوٹ کا سہارا لیا مگر حضرت الیسعؑ نے اس پر افسوس کیا "تو نے نعمان سے میرا نام لے کر نذرانے حاصل کئے۔ افسوس کہ تو نے میرے ساتھ زیادتی کی اور دوسری زیادتی یہ کی کہ اب تو جھوٹ بول رہا ہے۔"

خادم حجازی نے معافی چاہی تو آپ نے فرمایا "افسوس کہ میں نے نعمان کو کوڑھ کے مرض سے نجات دلوائی تھی مگر اب وہ مرض تجھے لگ جائے گا اور تیری نسل اس میں مبتلا رہے گی۔"

حجازی بہت رویا۔ وہ اپنے لالچ اور جھوٹ پر نادم تھا۔ اس نے رات بے چینی میں گزاری۔ صبح لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ برف سا سفید پڑ چکا تھا۔ اب وہ کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہا تھا۔

○☆○

جس جگہ آپ کا قیام تھا وہ خاصی کشادہ تھی۔ لوگوں نے آپ کے ساتھ رہنے کے لیے بہت سے حجرے بنا لیے تھے لیکن جب عقیدت مندوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تو انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ انہیں مزید حجرے بنانے کی اجازت دی جائے۔

آپ نے اجازت دے دی اور یہ لوگ حجروں کے لیے لکڑیاں کاٹنے دریائے اردن کے ساحل پر پہنچ گئے۔

لکڑیاں کاٹنے کے دوران میں ایک شخص کی کلہاڑی دریا میں گر کر دریا کی تہ میں غائب ہو گئی۔ وہ شخص زار و قطار رونے لگا۔

اس کے ساتھیوں نے کہا "یہاں تو کئی کلہاڑیاں ہیں۔ تم دوسروں سے کلہاڑیاں لے کر کام چلا سکتے ہو۔"

اس شخص نے روتے ہوئے کہا "دوسری کلہاڑی کا ملنا کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ میں کلہاڑی کسی سے مانگ کر لایا تھا۔ اب میں اسے واپس کیا کروں گا۔"

اس واقعے کی خبر حضرت الیسعؑ کو ہوئی تو آپ بھی وہاں پہنچ گئے اور پوچھا "کیا ہوا' یہ شخص پریشان کیوں ہے؟"

اس شخص نے واقعہ بیان کر دیا اور کہا "کلہاڑی کسی کی امانت تھی۔ اب میں اسے کس طرح واپس کروں گا۔"

آپ نے پوچھا "کلہاڑی کہاں گری تھی؟"

اس شخص نے گرنے کی جگہ کی نشان دہی کر دی۔ آپ نے ایک دوسرے شخص سے کلہاڑی لی۔ ایک لکڑی کاٹی اور یہ کٹی ہوئی لکڑی پانی میں اس جگہ ڈال دی جہاں کلہاڑی گر کے غائب ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ کلہاڑی کا لوہے والا حصہ پانی کی سطح پر ہلکے پھلکے پتے کی طرح نمودار ہو کر تیرنے لگا۔ کلہاڑی کا دستہ غائب تھا۔

آپ نے فرمایا "اب تو اس میں لکڑی کا دستہ لگا کے اس سے کام لے اور پھر جس سے یہ لی ہے اس کو واپس کر دے۔"

آپ نے بہت سے حجرے تیار کروائے جس میں ان کے ماننے والے رہنے لگے۔

آپ کا سامریہ میں قیام تھا اور یہ اسرائیلیوں کی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ شمال میں ارامی حکومت تھی اور وہاں ہدد شاہ کی حکومت تھی۔ ہدد شاہ کو فتوحات حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس نے سامریہ کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی تو ہدد شاہ کو یہاں یہ نئی پریشانی پیش آئی کہ وہ جو بھی جنگی چال چلتا'

اسرائیلی بادشاہ اس سے آگاہ ہو جاتا۔

ہد دشاہ کو شبہ ہوا کہ اس کے جنگی مشیروں میں کوئی شخص اسرائیلی بادشاہ سے ملا ہوا ہے مگر تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ ان دنوں حضرت الیسعؑ بنی اسرائیلی بادشاہ کے مشیروں میں ہیں۔ اور وہ ہد دشاہ کی جنگی چالوں کی قبل از وقت خبر کر رہے ہیں۔

اس نے لوگوں سے پوچھا "یہ الیسعؑ نامی نبی رہتا کہاں ہے؟"

لوگوں نے ان کا پتا بتا دیا۔

اس نے ایک دستہ حضرت الیسعؑ کی گرفتاری پر مامور کر دیا اور حکم دیا "اس شخص کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔"

ہد دشاہ کے فوجی دستے نے آپ کے حجروں کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔

یہ کارروائی رات میں ہوئی۔ صبح آپ کا خادم باہر نکلا تو اسے ہر طرف دشمن کے سپاہی نظر آئے۔ وہ فوراً اندر پہنچا اور حضرت الیسعؑ سے کہا "اے میرے مالک! ہمیں دشمن کے فوجی دستے نے محاصرے میں لے لیا ہے۔ بتایئے اب ہم کیا کریں؟"

آپ نے جواب دیا "ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے دعا کی "خدایا! اس شخص کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ یہ دیکھ سکے جو میں دکھانا چاہتا ہوں۔"

خادم نے سامنے دیکھا تو اسے حضرت الیسعؑ کے چاروں طرف جہاں پہاڑ تھے وہاں آتشی گھوڑے اور رتھ نظر آئے۔ اس منظر نے خادم کے دل سے دشمن کے فوجی دستے کا خوف دور کر دیا۔

اب آپ نے اس فوجی دستے کے لیے دعا کی "خدایا! میں اپنے چاروں طرف خون خرابا نہیں چاہتا۔ تو ان کا محاصرہ کرنے والوں کو عارضی طور پر بینائی سے محروم کر دے اور انہیں میرا مطیع و فرماں بردار بنا دے۔"

اب جو آپ کے ماننے والوں نے باہر نکل کے دیکھا تو فوجی دستے کے لوگ ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر راستہ تلاش کر رہے تھے۔

چنانچہ اس فوجی دستے کو سامریہ کے بادشاہ کے لشکر میں پہنچا دیا گیا۔

ان کے پیچھے حضرت الیسعؑ بھی وہاں پہنچ گئے۔ اندھوں کی بینائی بحال ہو گئی اور وہ یہ دیکھ کر بے حد پریشان ہوئے کہ وہ سب قیدی بنا لیے گئے تھے۔

اسرائیلی بادشاہ نے ان سب کو قتل کروا دینا چاہا مگر حضرت الیسعؑ نے حکم دیا "یہ سب بھوکے ہیں۔

نہیں کھانا کھلاؤ اس کے بعد انہیں چھوڑ دیا جائے۔"

بادشاہ ان کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے جو بھی حکم دیا اسرائیلی بادشاہ اس کی تعمیل کرتا رہا۔

جب یہ فوجی دستہ رہا ہو کر ہد دشاہ کے پاس واپس گیا تو اسے اپنے فوجی دستے کی باتوں پر یقین نہ آیا۔

اس نے سامریہ کو فتح کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا۔

اب اس نے سامریہ کا محاصرہ کیا۔ اس کے چاروں طرف جو علاقے تھے ان سے اسے منقطع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور لوگ فاقوں مرنے لگے۔ شہر میں یہ مشہور ہو گیا کہ انسان اپنے بچوں کو ذبح کر کے کھا رہا ہے۔

اسرائیلی بادشاہ کو اس خبر سے وحشت ہوئی۔ اس نے لوگوں سے کہا "شہر میں اتنی بدحالی پھیلی ہوئی ہے کہ انسان کے دل سے اولاد کی محبت جاتی رہی اور وہ اسے غذا کی جگہ کھانے لگا ہے۔"

ابھی وہ اپنے لوگوں سے یہ شکایت کر ہی رہا تھا کہ اس کے دربار میں ایک عورت دوسری عورت کے بال پکڑے ہوئے اسے گھسیٹتی ہوئی حاضر ہوئی۔

بادشاہ نے پوچھا "کیا بات ہے۔ پورا شہر پریشان ہے اور تم آپس میں لڑ رہی ہو؟"

جس عورت نے دوسری عورت کے بال پکڑ رکھے تھے اس نے بادشاہ سے شکایت کی "بادشاہ سلامت! میرے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے اور یہ زیادتی اس نانجار عورت نے کی ہے۔"

بادشاہ نے پوچھا "پہلے تو تو اس کے بال چھوڑ دے اس کے بعد بتا کہ معاملہ کیا ہے؟"

عورت نے بال چھوڑ دیے اور کہا "بادشاہ سلامت! آپ تو جانتے ہیں کہ پورے شہر میں غذا کی قلت ہے اور لوگ بھوک میں اپنی اولادیں تک ذبح کر کے کھا گئے۔ کل اس عورت سے ہمارا یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم دونوں اپنے اپنے بچوں کو اس طرح ذبح کر کے کھائیں کہ پہلے میں اپنے بچے کو ذبح کروں گی اور دوسرے دن یہ اپنے بچے کو ذبح کرے گی۔ چنانچہ کل میں نے اپنے بچے کو ذبح کیا اور ہم دونوں اسے شام تک کھاتے رہے۔ آج اس کی باری تھی تو اس نے بچے کو کہیں چھپا دیا ہے اور خود بھی کہیں بھاگ رہی تھی۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اب اس کو لے کر آپ کی عدالت میں آئی ہوں۔ آپ اس کے بچے کو ذبح کرائیں۔"

بادشاہ نے اس عورت سے کہا "تو نے اپنی اولاد ذبح کر دی، بہت برا کیا۔ اب اس دوسری عورت کو مجبور نہ کر کہ یہ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ میں شاہی گودام سے تم دونوں کی مدد کر دوں گا۔"

ان دونوں عورتوں کو شاہی گودام سے غلہ دلوایا گیا لیکن بادشاہ پر اس واقعے کا اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ...... اور ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ وہ اپنے مشیروں سے حالتِ غیظ و غضب

میں بس ایک ہی بات کہے جا رہا تھا "جس شہر میں الیسعؑ نبی ہوں وہاں کے لوگ فاقے کریں اور اپنی اولاد کو ذبح کر کے کھائیں یہ تو بڑی شرمناک بات ہے۔ وہ نبی ہیں تو شہریوں کی مدد کریں۔"

بعل دیوتا کے ماننے والوں نے بادشاہ کو ورغلایا "جناب! یہ جو تباہی سامریہ پر آئی ہے اس کا سبب بھی الیسعؑ ہیں۔ یہ ہمارے بعل دیوتا کو برا کہتے ہیں اور ایسے خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں جسے کسی نے دیکھا بھی نہیں۔ بعل دیوتا نے ناراض ہو کے ہدد شاہ کو حکم دیا کہ وہ ہم پر حملہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حملہ کر دیا اور ہم سب اپنے پورے ملک سے کٹ گئے ہیں اور رعایا فاقوں مر رہی ہے۔"

بادشاہ نے غصے میں پوچھا "تب پھر تم لوگ بتاؤ کہ میں الیسعؑ سے کیا سلوک کروں؟"

ایک معتمد نے مشورہ دیا "آپ خاموشی سے انہیں۔ قتل کروا دیں۔"

بادشاہ نے اسی معتمد سے کہا "تو نے یہ مشورہ دیا ہے اب تو ہی یہ کام نہایت سلیقے سے انجام دے اور آج ہی ان کو قتل کر دے۔"

یہ معتمد زہر میں بجھا ایک خنجر لے کر حضرت الیسعؑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

آپ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا "کیا تم لوگ دیکھتے ہو کہ اس قاتل زادہ نے ایک آدمی میرا سر اڑا دینے کے لیے بھیجا ہے۔"

لوگوں نے چاروں طرف دیکھا اور کہا "ہم یہاں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ کیا ہم میں سے کوئی آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

آپ نے فرمایا "نہیں۔ قاتل زادہ کا آدمی تم میں نہیں ہے' وہ تو ابھی راستے میں ہے۔ بس ابھی آنے والا ہے۔ تھوڑا انتظار کر لو۔"

تھوڑی ہی دیر بعد وہ شخص آ گیا۔

آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا "اے شخص! خداوند یوں فرماتا ہے کہ کل اسی وقت کے قریب سامریہ کے پھاٹک پر ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدہ اور ایک ہی مثقال میں دو پیمانے جَو بکے گا۔"

اس شخص کو آپ کی باتوں پر غصہ آیا' کہنے لگا "دیکھ الیسع! اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں لگا دے تو بھی یہ بات نہیں ہو سکتی۔"

حضرت الیسعؑ نے فرمایا "اے شخص! میری بات غور سے سن۔ میں نے جو کچھ کہا ہے تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا لیکن افسوس کہ اس میں سے تو کچھ بھی نہیں دیکھ پائے گا۔"

وہ شخص قتل سے باز رہا اور لوگوں سے کہا "میں یہاں جس ارادے آیا تھا وہ کام نہیں کروں گا لیکن اگر میدہ اور جَو مذکورہ بھاؤ میں نہ بکا تو میں الیسعؑ کے وجود سے سامریہ کو پاک کر دوں گا۔"

رات کو چار مبروص شہر کے پھاٹک پر آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب کچھ بھی

ہو' ہم تو ہدد شاہ کے پاس جائیں گے کہ تیرا جھگڑا اسرائیلی بادشاہ سے ہے۔ ہم کیوں فاقوں مریں۔ ہمیں اپنے ذخیرے میں سے غلہ دے۔"

سامریہ کے فوجی انہیں روکتے رہے کہ وہاں نہ جاؤ' قتل کر دیے جاؤ گے مگر یہ نہ مانے اور کسی نہ کسی طرح نصف شب تک ہدد شاہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پورا لشکر بہت ڈرا ہوا ہے۔

ان چاروں کو ہدد شاہ کے سامنے پہنچایا گیا۔

بادشاہ نے بدحواسی کے عالم میں کہا "کچھ غلہ تو میں تم چاروں کو دے دوں گا مگر تمہارے بادشاہ نے یہ جنگ جیت لی ہے۔ پتا نہیں اسے کہاں سے کمک مل گئی ہے کہ اس نے ہمارا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا ہے۔ میں یہاں سے بھاگنے کی فکر میں ہوں۔"

اس کے بعد اس نے ان چاروں مبروصوں کو وہ فوج دکھائی جس نے ہدد شاہ کو اپنے محاصرے میں لے رکھا تھا۔ ہدد شاہ اس قدر پریشان اور بدحواس تھا کہ اس نے اپنا سارا سامان بھی وہیں چھوڑ دیا اور خود فوج کو لے کر واپس چلا گیا۔ اپنے پیچھے غلے کے ذخائر چھوڑ گیا۔

دوسرے دن یہ غلہ شہر کے پھاٹک پر اسی ارزانی سے فروخت ہوا جس کی آپ نے ایک دن پہلے پیش گوئی فرمادی تھی۔ وہاں بھوکوں کی اتنی کثرت تھی کہ لوگ ایک دوسرے کو دھکے دے کر آگے بڑھ رہے تھے اور غلہ حاصل کر رہے تھے۔

سامریہ کے بادشاہ کا معتمد جو انہیں قتل کرنے آیا تھا' غلہ حاصل کرنے والے ہجوم میں شامل ہو گیا۔

بادشاہ کا معتمد ہجوم کو دھکے دیتا ہوا آگے بڑھا مگر ہجوم نے اسے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ وہ کچلا گیا اور اسی میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہدد شاہ سے اس کے وطن میں پوچھا گیا کہ وہ اتنی بدحواسی میں واپس کیوں آیا کہ اپنا سارا اناج بھی وہیں چھوڑ آیا؟

ہدد شاہ نے کہا "میں نے وہاں مصری فوج کو دیکھا تھا۔ وہی لباس' وہی چہرے مہرے' وہی ہتھیار اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔"

O☆O

سالوں بعد آپ نے اپنے خادم سے کہا "میں شہر شونیم SHUNEM فوراً پہنچنا چاہتا ہوں۔ تو بھی تیار ہو جا۔"

یہ دونوں سامریہ سے شہر شونیم SHUNEM روانہ ہو گئے۔ جب یہ دونوں شہر شونیم کے پھاٹک

میں داخل ہوئے تو انہوں نے سامنے سے خچر پر سوار ایک عورت آتی دیکھی۔ اس عورت نے حضرت الیسعؑ کو دور سے دیکھ کر پہچان لیا۔ آپ نے بھی خادم سے کہا "اس دکھیاری عورت کو روک، کہیں آگے نہ نکل جائے۔"

خادم نے آگے بڑھ کر عورت کو روکا تو عورت نے اسے بتایا "میں نے الیسعؑ نبی کو دور ہی سے دیکھ لیا تھا اور میں انہی کی تلاش میں نکلی تھی۔"

یہ عورت واقعی بہت غم زدہ تھی۔ جب یہ حضرت الیسعؑ کے سامنے پہنچی تو اسے رونا آگیا۔ اس نے کہا "حضرت! آپ کی دعا سے جو بیٹا پیدا ہوا تھا ہم نے اسے پال پوس کر بڑا کیا۔ آج صبح وہ اپنے باپ کے ساتھ کھیتوں پر گیا۔ باپ سے سر کے درد کی شکایت کی۔ باپ نے کہا کہ بیٹے گھر جا کر آرام کر۔ وہ گھر آیا تو درد میں اضافہ ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ چل بسا۔ میرا تو گھر ہی اجڑ گیا۔ بتایئے اب میں کیا کروں؟"

آپ نے فرمایا "مجھے اپنے بیٹے کے پاس لے چل۔"

عورت ان کو اپنے گھر لے گئی اور مردہ بیٹے کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔

آپ نے خادم کو اپنا عصا دیا اور کہا "اس لڑکے کے منہ پر یہ عصا رکھ دے۔"

کچھ دیر بعد خادم نے کہا "میں نے لڑکے کے منہ پر عصا رکھ دیا تھا مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔"

آپ نے خادم سے فرمایا "اسی قسم کا ایک واقعہ صارپت میں پیش آیا تھا اور اسے میرے رہنما، میرے آقا اور اللہ کے نبی الیاس نے ایک طریقۂ خاص سے دوسری زندگی عطا فرمادی تھی۔ آج میں بھی اسی طرح کرتا ہوں، شاید اللہ میری سن لے۔"

آپ نے اپنے خادم اور لڑکے کی ماں سے کہا "تم دونوں باہر رہو اور جب تک میں خود نہ بلاؤں، تم لوگ آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

اس کی بعد آپ نے دروازہ بند کر دیا۔

آپ بچے کے اوپر لیٹ گئے۔ اس کے منہ پر اپنا منہ اور اس کی آنکھوں پر اپنی آنکھیں اور اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے اور خدا سے دعا کی۔

کچھ دیر بعد لڑکا مسلسل سات بار چھینکا اور آنکھیں کھول دیں۔

آپ نے دراوزہ کھولا اور عورت سے کہا "تیرا بیٹا زندہ ہے۔"

عورت اپنے بیٹے کو زندہ دیکھ کر از خود رفتہ ہوگئی۔ اس نے آپ کا بے حد شکریہ ادا کیا۔

آپ نے فرمایا "اے عورت! اب تو اس شہر کو چھوڑ دے اور اپنے خاندان سمیت کسی اور شہر میں چلی جا۔"

عورت نے پوچھا "اس کی کوئی خاص وجہ؟"

آپ نے جواب دیا "یہاں ایک ایسا قحط پڑنے والا ہے جو سات سال تک رہے گا اس لیے اسے جتنی جلدی ممکن ہو چھوڑ دے اور کسی دوسرے ملک میں چلی جا۔"

اس عورت نے اپنے خاندان کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ یہاں سات سال تک قحط رہے گا۔

ان سب نے آپس میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ یہاں سے فلسطیوں کے ملک نکل چلیں۔ چنانچہ وہ عورت اپنے خاندان سمیت فلسطیوں کے ملک چلی گئی۔ یہ فلسطیوں کا ملک آج فلسطین کہلاتا ہے۔

سات سال تک شونیم SHUNEM قحط کا شکار رہا اور جب یہ زمانہ گزر گیا تو یہ عورت وطن واپس آئی۔

اس وقت تک اس کی املاک پر بادشاہ کا قبضہ ہوگیا تھا۔ یہ عورت بادشاہ کے دربار میں پہنچی اور کہا "سات سال پہلے الیسعؑ نبی کے کہنے پر میں اپنے خاندان کے ساتھ فلسطیوں کے ملک میں چلی گئی تھی۔ الیسعؑ نبی کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور یہ علاقہ قحط کی زد میں رہا۔ اب یہاں کے حالات صحیح ہیں اس لیے میری املاک مجھے واپس کی جائے۔"

بادشاہ نے پوچھا "یہ جو کچھ تو نے کہا، میں کس طرح اس پر یقین کروں؟"

عورت نے کہا "بادشاہ سلامت! یہاں کے لوگوں سے پوچھیں۔ وہ مجھے جانتے ہیں اور وہ میری ضرور گواہی دیں گے۔"

بادشاہ نے کہا "اے عورت! تو جانتی ہے کہ یہاں سات سال تک قحط پڑا رہا۔ بہت سے لوگ مر کھپ گئے اور بہتوں نے تیری طرح اس علاقے کو ہی چھوڑ دیا تھا۔ اب انہیں تو کہاں پائے گی اور ان سے کس طرح گواہی دلوائے گی؟"

عورت کو اپنی بے بسی پر رونا آرہا تھا کہ ان حالات میں واقعی اسے کوئی گواہ نہیں ملے گا۔ اس نے بادشاہ سے کہا "اب میرے بیان کی تصدیق کرنے والے صرف دو آدمی رہ گئے ہیں جو زندہ ہیں اور سچے ہونے کی گواہی دے سکتے ہیں۔"

بادشاہ نے پوچھا "ان دونوں کے نام بتا، وہ کہاں ہیں؟"

عورت نے جواب دیا "وہ سامریہ میں کرمل پہاڑی پر موجود ہوں گے۔ ان میں سے ایک الیسعؑ نبی ہیں اور دوسرا ان کا خادم ہے لیکن ہم میں سے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں کہ انہیں بلایا جائے۔"

بادشاہ نے کہا "تو نے تو اپنا مسئلہ ہی حل کر دیا۔ الیسعؑ نبی کو واقعی ہم نہیں بلا سکتے مگر ان کا خادم یہاں ضرور آسکتا ہے۔"

عورت نے پوچھا "ان کا خادم یہاں کس طرح آئے گا؟ اگر الیسعؑ نبی نے اس کو یہاں آنے کی اجازت نہ دی تو وہ کس طرح آئے گا؟"

بادشاہ نے کہا "مجھے لوگوں نے بتایا تھا کہ اس قحط کے بارے میں الیسعٰ نبی نے بہت پہلے بتا دیا تھا چنانچہ میں نے اپنا آدمی بھیج کے ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے خادم کو میرے پاس بھیج دیں۔ اس سے ان کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں چنانچہ الیسعٰ نبی نے اپنا خادم میرے پاس بھیج دیا اور وہ اس وقت یہاں موجود ہے۔"

یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کا خادم یہیں دربار میں موجود ہے' عورت کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ سامنے بلوائے۔ بادشاہ نے اسے اپنے سامنے طلب کر لیا۔

جب حضرت الیسعؑ کے خادم اور اس عورت کا آمنا سامنا ہوا تو خادم نے برجستہ کہا "ہاں یہی وہ عورت ہے جس کے بچے کے لیے الیسعٰ نبی نے دعا کی تھی اور اس کے بوڑھے شوہر سے ایک بیٹا پیدا ہو گیا تھا اور پھر بڑا ہو کر یہ بیٹا مر گیا تھا مگر الیسعٰ نبی نے اسے دوبارہ زندہ کیا اور عورت کو مشورہ دیا کہ وہ فی الحال اس علاقے کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلی جائے چنانچہ یہ لوگ فلسطیوں کے ملک چلے گئے اور وہاں سات سال رہے۔ اب یہ عورت جن چیزوں کا مطالبہ کر رہی ہے وہ اس کی ملکیت ہیں اور انہیں اسے واپس ملنا چاہیے۔"

بادشاہ اس عورت کی ساری املاک واپس کرنے کے بعد بھی مطمئن نہ ہوا اور اس نے انعام میں اپنے طور پر بھی بہت کچھ دیا۔

○☆○

اچانک رہتے رہتے حضرت الیسعؑ کے دل میں خیال آیا کہ انہیں دمشق بلا رہا ہے۔ آپ نے اعلان کیا "اب میں دمشق..... جاؤں گا۔ مجھے دمشق بلا رہا ہے۔"

لوگوں نے مشورہ دیا "آپ دمشق نہ جائیں کیونکہ دمشق پر آپ کے دشمن بادشاہ ہددشاہ کا قبضہ ہے اور وہ آپ سے پہلے ہی سے ناراض ہے۔"

آپ نے فرمایا "میں دمشق ضرور جاؤں گا۔ مجھے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں فوراً دمشق پہنچوں۔"

آپ نے خادم کو ساتھ لیا اور دمشق روانہ ہو گئے۔ دمشق کے پھاٹک پر آپ کی ملاقات ہددشاہ کے ایک درباری سے ہوئی۔ اس کے ساتھ بہت سے تحائف تھے۔

حزائیل کے کسی ساتھی نے حضرت الیسعؑ کو دیکھ کر پہچان لیا "یہی تو وہ نبی ہیں جس نے ہمیں اندھا کر دیا تھا اور ہم سب گرفتار کر لیے گئے تھے اور پھر اس نے ہمیں اپنے بادشاہ سے کہہ کر کھانا کھلوایا تھا۔"

حزائیل آپ کے گدھے کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا "حضرت! میں تو آپ ہی کے پاس جا رہا تھا اور یہ

جو آپ میرے ساتھ بہت سے تحائف دیکھ رہے ہیں' یہ سب ہددشاہ کی طرف سے آپ کے لیے ہیں۔"

آپ نے پوچھا "وہ تو ان دنوں بیمار ہے۔ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

حزائیل نے جواب دیا "وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ جس بیماری میں وہ مبتلا ہے وہ اس سے شفا پائے گا یا نہیں۔"

آپ نے جواب دیا "اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ وہ اس مرض سے تو ضرور شفا پائے گا پھر بھی مر جائے گا۔"

حضرت الیسعؑ نے حزائیل کو کسی قدر غور سے دیکھا اور پھر رونے لگے۔

حزائیل نے پوچھا "حضرت! ابھی تو آپ بہت خوش تھے پھر اچانک آپ کو رونا کیوں آیا؟"

آپ نے فرمایا "اے بدبخت! میں اس بدی سے آگاہ ہوں جو تو بنی اسرائیل سے کرے گا۔ تو ان کے قلعوں میں آگ لگائے گا۔ ان کے جوانوں کو تہ تیغ کرے گا اور ان کے بچوں کو پٹک پٹک کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا اور ان کی حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر ڈالے گا۔"

حزائیل نے کہا "حضرت! میں آپ کا خادم ہوں اور آپ کے خادم کی حقیقت ہی کیا ہے' یہ تو کتے کے برابر ہے۔ اس میں اتنی ہمت ہی کہاں ہے جو ایسی بڑی بات کرے۔"

آپ نے فرمایا "تو کیا بکتا ہے۔ مجھے تو خداوند نے بتایا کہ تو ارام کا بادشاہ بن جائے گا۔"

حزائیل آپ سے رخصت ہو گیا اور بادشاہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت بادشاہ صحت یاب نظر آ رہا تھا۔

حزائیل نے ہددشاہ کو بتایا "الیسعٰ نبی فرما رہے تھے کہ آپ کو شفا حاصل ہو گی۔" مگر اس نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پھر بھی بادشاہ مر جائے گا۔

ہددشاہ نے کہا "میں بھی خود کو صحت مند محسوس کر رہا ہوں۔"

دوسرے دن بادشاہ نے غسلِ صحت کا اہتمام کیا اور حزائیل سے کہا "تو مجھے غسلِ صحت دے گا۔"

پانی غسل کے لیے رکھا گیا اور گرم پانی کو موٹے کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔

حزائیل نے تخلیے میں بادشاہ کو نہلایا' موٹے بالا پوش کو گرم پانی میں بھگویا اور بیماری سے اٹھے ہوئے کمزور بادشاہ کے ناک اور منہ پر رکھا اور بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ شفا پا کے مر گیا اور حزائیل اُس کی جگہ بادشاہ ہو گیا۔

اسرائیلی بادشاہ یورام بن اخی اب کو حکومت کرتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔ وہ کئی بار ارامی

بادشاہ کے خلاف فوج کشی کر چکا تھا اور ہر مرتبہ اتحادی بادشاہ اس کی مدد کرتے تھے۔ اسے حضرت الیاسؑ کے وطن جلعاد سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ اسے ہمیشہ اپنا علاقہ کہتا تھا اور اسے اس نے کئی بار چھیننے کی کوشش کی۔

دمشق کا نیا ارامی بادشاہ حزائیل برسرِ اقتدار آیا تو یورام نے یہ سوچا حزائیل اپنے آقا کو قتل کر کے بادشاہ بنا ہے اس لیے فوج اور رعایا اس کی مخالف ہو گی اور اس وقت جلعاد پر سہ فریقی اتحادی حملہ اسے کامیاب کر دے گا۔ اسی خیال اور اندازے کے مطابق وہ حزائیل پر حملہ آور ہوا لیکن شکست اٹھائی اور زخمی حالت میں یزرعیل نامی شہر میں پناہ لی لیکن یورام کا سپہ سالار یاہو اس وقت بھی فوج کی کمان سنبھالے ہوئے تھا۔

حضرت الیسعؑ نے اپنے خادم کو طلب کیا اور اسے بتایا ”آسمانوں میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یورام بن اخی اب کو بادشاہت سے ہٹا دیا جائے۔ وہ زخمی ہو چکا ہے اور اسی نوعیت کے زخمی صحت یاب نہیں ہوتے۔ دیکھو! تم سامنے طاق پر رکھے ہوئے تیل کو میرے پاس لاؤ۔“

خادم نے طاق سے تیل اٹھا کے آپ کو دیا۔ حضرت الیسعؑ نے کہا ”اس تیل کی مجھے نہیں اسرائیلی بادشاہ کے سپہ سالار یاہو کو ضرورت ہے۔ تو اس کے پاس جا اور میری طرف سے یہ تیل اس کے سر میں لگا دے کیونکہ کل رات اسرائیل کی بادشاہت یاہو کے نام منتقل کر دی گئی ہے۔“

خادم نے تیل سنبھالا اور یاہو کو تلاش کرتا ہوا روانہ ہو گیا۔ راستے میں لوگوں نے اسے بتایا کہ یاہو جلعاد کے نواح میں اپنی فوج کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت الیسعؑ... کا خادم وہاں پہنچ گیا۔

خادم نے فوجیوں سے یاہو کا پتا پوچھا اور کہا ”یاہو جہاں کہیں بھی ہو اسے بتا دیا جائے کہ نبی نے اپنا خادم ایک خاص پیغام کے ساتھ اس کے پاس بھیجا ہے اس لیے مجھ سے فوراً ملے۔“

وہ فوج سے الگ تھلگ ایک گاؤں میں بیٹھ گیا۔ یاہو خادم کو تلاش کرتا ہوا آدھی رات کو اس کے پاس پہنچا۔

خادم نے اس کے ساتھ کچھ آدمی دیکھے تو کہا ”ان سب کو ہٹا دے تاکہ میں اپنا کام کروں اور تجھ کو تیرے فائدے کی باتیں بتاؤں۔“

یاہو حضرت الیسعؑ کا مداح تھا۔ اس نے سب کو ہٹا دیا اور خادم کے پاس بیٹھ گیا۔

خادم نے تیل نکالا اور کہا ”مجھے الیسعؑ نبی نے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہ تیل تیرے سر میں لگاؤں تاکہ تو اسرائیل کا بادشاہ بنایا جائے۔“

یاہو نے سر پر تیل تو لگوا لیا مگر پوچھا ”دوسرے سردار میری بادشاہی کو پسند نہیں کریں گے اس لیے میں کس طرح بادشاہ بن سکتا ہوں؟“

خادم نے کہا ”تو تمام سرداروں کو بتا دے کہ الیسعؑ نبی نے مجھے بادشاہ بنایا ہے۔ یہ فیصلہ آسمانوں میں ہوا ہے۔ تیری کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔“

یاہو تیل لگوا کے اپنے لشکر میں پہنچا۔ اپنے ماتحت سرداروں کو جمع کیا اور انہیں صاف صاف بتا دیا ”اب میں تم سب کا بادشاہ ہوں۔“—

کئی سرداروں نے حضرت الیسعؑ کے خادم کو دیکھا تھا۔ ان سب نے باری باری یاہو سے پوچھا ”کیا یہ واقعی الیسعؑ نبی کا قاصد یا خادم ہے؟“

یاہو نے اپنے سرداروں کو بتایا ”الیسعؑ نبی نے آج تک جتنی پیش گوئیاں کی ہیں وہ درست نکلتی رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پیش گوئی سچ نکلے گی اور میں بادشاہ بنا دیا جاؤں گا۔“

سرداروں نے کہا ”یورام تو یوں بھی تھک چکا ہے اور اب زخمی حالت میں کیا لڑے گا اس لیے ہم سب تجھ کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔“

حضرت الیسعؑ کے خادم نے یاہو کے بادشاہ بننے کے بعد اس سے کہا ”اب تجھ کو بت پرستی سے باز آ جانا چاہئے اور یہ جو شاہی مندر میں بعل دیوتا کی پرستش ہوتی ہے‘ اب اسے بند ہو جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ تقریباً نو سو پجاری جو بیٹھے بیٹھے حرام کی کھا رہے ہیں‘ جب تو یہ قدم اٹھائے گا وہ تجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور تیرے خلاف ہنگامے کھڑے کریں گے اس لیے ان پجاریوں کو فوراً قتل کروا دیا جائے۔“

یورام گرفتار ہو گیا اور جلعاد کو فتح کر لیا گیا۔ حالانکہ یورام کا ساتھ اتحادی فوجوں نے دیا مگر ان سب کو شکست ہوئی اور سبھی مارے گئے۔

یاہو نے صرف یورام کی لاش اپنے ساتھ لی اور سامریہ واپس آیا۔ محل میں یورام کی ماں ایزابیل اپنے بیٹے یورام کا انتظار کر رہی تھی۔

راستے میں نبوت نامی نیک آدمی کا تاکستان پڑا۔ یہیں نبوت کو قتل کیا گیا تھا اور تاکستان پر یورام کے باپ اخی اب نے قبضہ کر لیا تھا حالانکہ حضرت الیاسؑ نے اسے اس برے کام سے روکا تھا اور پیش گوئی فرما دی گئی تھی کہ جس طرح نبوت کو قتل کیا گیا ہے اسی طرح اخی اب اور یورام بھی مارے جائیں گے اور ملکہ ایزابیل بھی ہلاک ہو گی اور ان کی لاشیں کتے کھائیں گے۔

یاہو نے یورام کی لاش تاکستان میں پھینک دی۔ یاہو کے شاہی محل میں پہنچنے سے پہلے ہی ملکہ ایزابیل کو یہ خبر پہنچا دی گئی کہ اس کا بیٹا یورام مارا گیا۔ اس کی جگہ یاہو بادشاہ بن چکا ہے اور وہ فوج کے ساتھ محل کی طرف آ رہا ہے۔

ملکہ ایزابیل کو اب بھی اپنے حسن پر ناز تھا۔ اس نے نہایت بن سنور کر محل کے جھروکے میں بیٹھ

کریا ہو کا انتظار شروع کیا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ یاہو کے آدمی اس کا کام تمام کرنے کے لیے محل میں پہنچ چکے ہیں۔

یاہو فتح کے شادیانے بجاتا ہوا محل کے سامنے پہنچا تو اس کی نظر بنی سنوری ملکہ ایزابیل پر پڑی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے یاہو کو دیکھا۔ اس کے پیچھے یاہو کے چند آدمی کھڑے تھے۔ یاہو نے انہیں مخصوص اشارہ کیا اور اس کے آدمیوں نے ملکہ ایزابیل کو جھروکے سے نیچے پھینک دیا۔ ملکہ ایزابیل نیچے یاہو کے قدموں میں سسک رہی تھی۔

یاہو نے جھک کر اس سے کہا "اے ملکہ ایزابیل! تجھے وہ دن یاد ہے جب ناکستان کے نبوت کو ہلاک کیا گیا تھا اور اس کی لاش کئی دن تک کتے کھاتے رہے تھے پھر الیاس نبی نے تم لوگوں کے بارے میں یہی پیش گوئی کی تھی کہ تمہاری لاشیں بھی کتے کھائیں گے۔"

ملکہ ایزابیل سسک رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکی۔ جب وہ مر گئی تو اس کی لاش بھی ناکستان میں پھکوادی گئی اور اسے کئی دن تک کتے کھاتے رہے۔

اب یاہو قابض ہو چکا تھا۔ اس نے خادم سے جو وعدہ کیا تھا اس پر عمل شروع کر دیا۔

پہلے تو اس نے تمام پجاریوں کو گرفتار کیا اس کے بعد ان سب کو قتل کروا دیا۔

اب حضرت الیاسؑ کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی یاہو نے ہر طرف امن قائم کر دیا۔ اخی اب کے ستر بیٹے روپوش ہو چکے تھے۔ انہیں بھی تلاش کیا گیا اور وہ بھی قتل کر دیے گئے۔

یاہو کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا اور اس نے بت پرستی اختیار کی۔ حضرت الیسعؑ کو اس کی بت پرستی پسند نہ آئی اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور خود سامریہ میں کوہِ کرمل پر خاموش زندگی گزارنے لگے۔

حضرت الیسع کا طریقہ تبلیغ ہی کچھ اور تھا۔ یہ صرف قوم کو یا افراد کو خبردار کر دیا کرتے تھے اور اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ جو کہتے، لوگ اس پر عمل کرتے۔ یورام نے بھی آپ کی بات مان لی تھی اور بعل دیوتا کے مندر کو تڑوا دیا تھا۔ پجاری قتل کروا دیے گئے تھے۔

یاہو کے بعد جب اس کا بیٹا بادشاہ بنا تو شاہی محل میں برائیاں عود کر آئیں۔ عوام میں بھی وہی خرابیاں پیدا ہو گئیں جو بادشاہ اور اس کے درباریوں میں پیدا ہو چکی تھیں۔

ارای بادشاہ حزائیل نے اسرائیلی حکومت پر حملہ کر دیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل کر دیا ہو۔

حزائیل نے وہی کیا جس کی حضرت الیسعؑ اس کی شکل دیکھتے ہی پیش گوئی فرما چکے تھے۔ حزائیل نے بنی اسرائیلیوں کو بے تحاشا قتل کیا۔ ان کے بچوں کو دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر ہلاک کروایا۔ حاملہ

عورتوں کے پیٹ چاک کیے گئے حالانکہ حزائیل نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔

یاہو کے بیٹے یہیو آخذ نے کرمل پہاڑی پر حضرت الیسعؑ سے ملاقات کی اور حزائیل کی آفت سے آگاہ کیا۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور کہا "واپس جاؤ کیونکہ یہ نوشتہ تقدیر ہے۔"

یہیو آخذ نے کہا "حضرت! اس طرح تو اسرائیل کے خدا کو ماننے والے کسی اور ہی خدا کو ماننے لگیں گے۔"

حضرت الیسع نے فرمایا "تم لوگ تو یوں بھی بت پرستی اختیار کر چکے ہو اور اس کی سزا تمہیں حزائیل دے رہا ہے۔"

لیکن حضرت الیسعؑ حزائیل کے پاس گئے اور اس سے پوچھا "تو نے مجھ پہچانا؟؟"

حزائیل نے غور سے دیکھا اور کہا "جناب! آپ کو جو ایک بار دیکھ لے گا ہمیشہ یاد رکھے گا۔ میں جو ذرۂ بے بساط تھا اب آفتاب آثار ہوں۔ جو کچھ میں ہوں، آپ ہی کے طفیل ہوں۔ بتائیں آپ کیوں آئے ہیں؟"

حضرت الیسعؑ نے فرمایا "میں بنی اسرائیل کا ہمدرد اور بہی خواہ ہوں لیکن ان کی بت پرستی سے عاجز ہوں۔ اللہ نافرمان اور گمراہ بندوں کو پسند نہیں کرتا اسی لیے ان پر دوسری قوموں کو مسلط کر دیتا ہے۔ اے حزائیل! تو اسرائیلیوں کو معاف کر دے۔"

حزائیل نے جواب دیا "حضرت! میں بھی مجبور ہوں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں، وہ آپ کی پیش گوئی کا ایک حصہ ہے۔"

آپ نے پوچھا "وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تو یہ سلسلہ کب تک جاری رکھے گا۔"

حزائیل نے جواب دیا "آپ مجھے پیش گوئی کے ذریعے بتا دیں کہ یہ سلسلہ کب تک ختم ہو جائے گا؟؟"

آپ نے فرمایا "بہت ہو لیا، اب تو واپس چلا جا ورنہ اللہ تجھ پر کسی کو مسلط کر دے گا۔"

حزائیل واپس چلا گیا۔

آپ زندگی بھر لوگوں کے کام آتے رہے اور ان کی اصلاح فرماتے رہے۔ آپ کو یہ دکھ بھی تھا کہ حزائیل نے ان کی بات مان تو لی تھی مگر اس نے یہ طنز بھی کیا تھا کہ اس نے اسرائیلیوں پر جو ظلم کیے وہ انہی کی پیش گوئی کا ایک حصہ تھے لیکن باز آنے کے بعد بھی اس نے کئی بار سامریہ پر حملہ کیا اور بہت نقصان پہنچایا۔

آپ نے یاہو کے بیٹے یہیو آخذ سے مایوسی کے عالم میں کہا "تو حزائیل کو روک نہیں سکتا اس لیے

آسمانوں میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ تیرے بیٹے کو تیری جگہ بادشاہ بنا دیا جائے۔"

یہوآخز کو حکومت کرتے ہوئے سترہ سال ہو چکے تھے۔ اس کا بیٹا یہوآس اپنے باپ کی حکومت سے بالکل مطمئن نہیں تھا۔

یہوآس نے حضرت الیسعؑ سے ملاقات کی اور ان سے حکومت کی بدنظمی کا ذکر کیا "اے نبی! ایسا لگتا ہے کہ جیسے اسرائیل کی حکومت ہی نہ ہو۔ حزائیل جب چاہتا ہے' حملہ کر دیتا ہے اور لوگوں کا قتلِ عام شروع کر دیتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ یہ سلسلہ کب تک رہے گا۔ اس نے ہمارے کئی شہروں پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔ آب آپ یہ بتائیں کہ یہ حالات کب تک رہیں گے؟"

حضرت الیسعؑ نے جواب دیا "اسرائیل کے خدا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اسرائیل کے چھینے ہوئے علاقے اسے دوبارہ دیے جائیں۔ حزائیل کو شکست دی جائے اور یہوداہ کے بادشاہ کو تین بار پسپا کیا جائے اور یہ سب کچھ تیرے ذریعے ہوگا۔ تیرے باپ کی حکومت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اس کی زندگی کا جام بھی لبریز ہو گیا۔ کسی وقت بھی چھلک جائے گا۔"

یہوآس نے پوچھا "کیا میرے باپ کی موت طبعی ہوگی؟"

آپ نے جواب دیا "ہاں اس کی زندگی کا جام خود چھلکے گا۔ تو یا کوئی اور نہیں چھلکائے گا۔ خبردار جو تو نے اپنے باپ کے بارے میں بدسوچ اختیار کی۔ میں نے تجھے بتایا تو ہے کہ آسمانوں میں تیری بادشاہی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

یہوآس اس خوش خبری کے بعد اپنے محل واپس آ گیا۔ اس کے باپ کو حکومت کرتے ہوئے سترہ سال ہو چکے تھے۔ وہ بیمار پڑا اور مر گیا اور اس کا بیٹا یہوآس تخت نشیں ہوا۔ اس نے اقتدار سنبھالتے ہی پہلے یہوداہ کے بادشاہ امصیاہ پر حملہ کیا اور اپنے سارے علاقے اس سے چھین کر امصیاہ کو گرفتار کر کے سامریہ لے آیا۔

اب اس کی نظریں دمشق کے بادشاہ حزائیل کی طرف تھیں۔

حزائیل مر چکا تھا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا ہدد حکومت کر رہا تھا۔ اس سے تین بار جنگیں ہوئیں اور یہوآس نے تینوں بار شکست دی اور اپنے سارے علاقے اس سے چھین لیے۔

اب حضرت الیسعؑ کی صحت جواب دے گئی تھی۔ ان کی عمر پچانوے سال تھی۔ وہ بہت کم نکلتے تھے۔ زیادہ تر اپنے حجرے میں موجود رہتے تھے۔ سامریہ کے لوگ صبح سے لے کر شام تک عیادت کے لیے پہنچتے رہتے تھے۔ یہوآس بھی آپ کی مزاج پرسی کے لیے کرمل کی پہاڑی پر گیا۔

حضرت الیسعؑ کو بتایا گیا کہ یہوآس عیادت کے لیے آیا ہے۔

آپ نے پوچھا "وہ خالی ہاتھ آیا ہے یا اپنے ساتھ ہتھیار بھی لایا ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا "اس کے داہنی طرف کمان لٹکی ہوئی ہے اور سیدھی طرف پشت پر تیروں سے بھرا ترکش ہے۔"

آپ نے حکم دیا "اسے فوراً اندر بھیجو۔"

چنانچہ وہ اندر آ گیا۔ وہ آپ کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔

آپ نے اسے رونے سے منع کیا اور کہا "تو کمان میں تیر جوڑ اور کھڑکی کے باہر تیر چھوڑ دے۔"

یہوآس نے آپ کے حکم پر ایک تیر چلا دیا۔ آپ نے دوبارہ حکم دیا "اب دوسرا تیر بھی چھوڑ دے۔"

اس نے دوسرا تیر بھی چلا دیا۔ آپ نے تیسرا تیر چلانے کا حکم دیا اور یہوآس نے یہ تیسرا تیر بھی چلا دیا۔

تیسرے تیر کے بعد جب اسے چوتھے تیر کے چلانے کا حکم دیا گیا تو یہوآس کو خیال گزرا کہ حضرت الیسعؑ تو اس طرح پورا ترکش خالی کروا دیں گے اور بلاوجہ تیر ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

آپ نے اس پر افسوس کیا اور کہا "میں تجھ کو دمشق پر فتح دلوا رہا تھا۔ اب تو دمشق کے بادشاہ کو تین بار شکستیں دے گا۔ اگر تو چار پانچ چھ بار بھی تیر چلاتا رہتا تو دمشق پر فتوحات حاصل کرتا رہتا مگر اب تو نے تین پر ہی قناعت کر لی۔"

اس واقعے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۸۷۵ قبل مسیح اور تاریخ وفات ۷۸۰ قبل مسیح بتائی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت الیسعؑ کا ذکر دوسرے نبیوں کے ساتھ آیا ہے جیسے سورۂ الانعام میں ارشاد ہوا ہے۔

"اور اسمٰعیل اور الیسعؑ اور یونس اور لوط کو ہدایت بخشی اور ان سب کے جہان کے لوگوں پر فضیلت عنایت کی اور بعض بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں بھی اور ان کو برگزیدہ بھی کیا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم دیا (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی۔ اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی کہ تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ (اے محمدﷺ) کہہ دو کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا۔"

○☆○

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

(800 ق م)

حضرت ذوالکفل ؑ کا قرآن میں دو جگہ ذکر ہوا ہے۔ ایک تو سورۂ انبیا میں اور دوسرا سورۂ ص میں۔ نہیں بنی اسرائیل کے نبیوں میں بتایا گیا ہے جیسے کہ سورۂ ص میں ذکر ہوا "اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کرو۔ وہ سب خوبی والے تھے۔" (ص ۴۸)

سورۂ انبیا میں مذکور ہے "اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو۔ یہ سب صبر کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیکو کار تھے۔"

طبریؒ نے ان کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ ان کا نام بشر تھا اور لقب ذوالکفل ؑ۔ ان کے بیٹے کا نام عبدان تھا۔

کسی شخص پر مقدمہ چل رہا تھا اور یہ شخص کسی ضامن کی تلاش میں تھا۔ اس کی غریب الوطنی کی وجہ سے کوئی اس کی ضمانت لینے کو تیار نہ تھا اور اس کا کہنا تھا "مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں وطن جاکے اپنے بیوی بچوں کی روزی روٹی کا انتظام کردوں اس کے بعد اگر مجھے سزا بھی ہوجائے تو کوئی پروا نہیں۔"

جب کوئی ضامن نہ ملا تو اس نے عدالت سے درخواست کی "میں آپ لوگوں میں ایک عرصے سے رہا ہوں گو کہ لوگ میرے حسب نسب اور خاندان سے واقف نہیں ہیں لیکن لوگ مجھے ذاتی طور پر اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں ایک امانت دار اور سچا آدمی ہوں۔ عدالت میرے قول و قرار پر یقین کرلے اور مجھے چھوڑ دے۔ عدالت میری واپسی کے لیے جو مدت کردے گی میں اس سے پہلے ہی واپس آجاؤں گا۔"

عدالت نے اس کی یہ درخواست رد کردی اور کہا "تو خود اپنا ضامن کس طرح بن سکتا ہے۔ عدالت کو کسی ایماندار، صاحبِ کردار اور پارسا شخص کی ضمانت درکار ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو تو
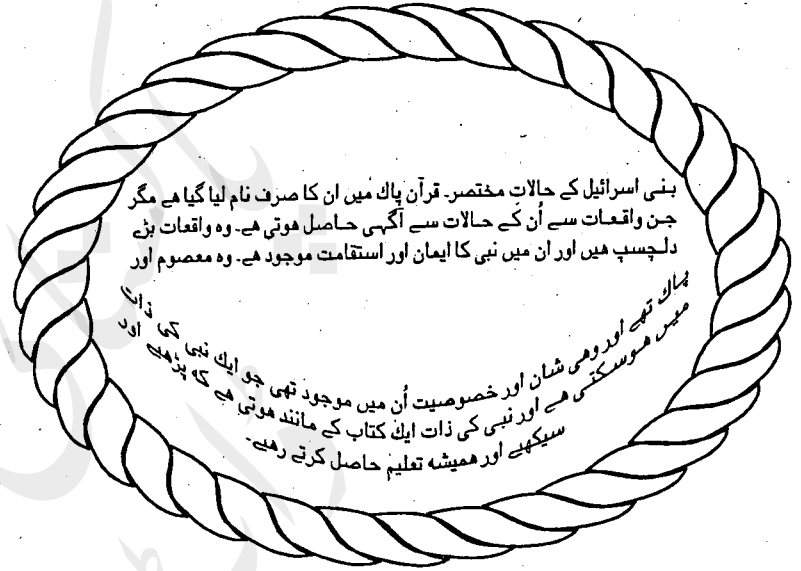
عدالت میں پیش کیا جائے۔ اس کی ضمانت پر تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔"

بستی کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ ہر شخص اس سے اچھی طرح واقف تھا مگر اس کا ضامن بننے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ اس شخص پر مایوسی نے غلبہ کیا۔ یہ اپنی بیوی بچوں کے ممکنہ حشر کا اندازہ لگا چکا تھا۔ وسائل سے محروم بیوی اور جوان بیٹی کہاں جائے گی۔ کون ان کو سہارا دے گا۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کون کرے گا۔ اتنی بڑی بستی میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو اس کی ضمانت لے لے اور اس کے خاندان کو تباہی سے بچا لے۔

اس دردمند درخواست پر بھی کسی نے کوئی توجہ نہ دی اور سب ہی منہ پھیر کر چلے گئے۔ اس غریب کا دل بیٹھنے لگا۔

پیغمبر زادے حضرت بشرؑ کئی دن سے اس غریب الوطن کی درخواست سن رہے تھے اور اس کی بے بسی محسوس کر رہے تھے۔ آخر آگے بڑھے اور عدالت سے کہا "میں اس کی ضمانت لینے کو تیار ہوں۔"

عدالت نے ان سے پوچھا "تم نے اس شخص کا گھر دیکھا ہے، کبھی اس کے وطن گئے ہو، اس کے بیوی بچوں سے ملے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "میں اس شخص کو اس بستی کی حد تک جانتا ہوں۔"

عدالت نے خطرہ ظاہر کیا "اگر یہ شخص واپس نہ آیا تو تمہیں سزا بھگتنا پڑے گی۔"

انہوں نے جواب دیا "میں یہ سب سوچ سمجھ کر ضامن بن رہا ہوں۔"

عدالت نے کہا "اے پیغمبر زادے! ایک بار پھر سوچ لے کیونکہ ضامن بننے سے لوگ بہت گھبراتے ہیں۔"

حضرت بشرؑ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور عدالت سے کہا "مجھے اس کے وعدے پر اعتبار ہے کہ یہ اپنے وعدے کے مطابق ضرور واپس آئے گا۔"

عدالت نے کہا "اے بشر! عدالت تمہیں سوچنے کا موقع دیتی ہے، خوب اچھی طرح کل تک سوچ لو۔ اگر یہ شخص تمہارے پاس نہ آیا تو تمہیں کئی سال قید خانے میں گزارنے ہوں گے۔"

انہوں نے کہا "عدالت مجھے ایک دن بھی سوچنے کا موقع نہ دے اور آج ہی اس شخص کو میری ضمانت پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ میں یہ ضمانت اللہ واسطے میں دے رہا ہوں۔"

عدالت نے دو معزز لوگوں کو گواہ بنا لیا اور کہا "آپ دونوں گواہ رہیں کہ یہ شخص بشر اس غریب الوطن کی ضمانت لے رہا ہے۔ اگر یہ اصل آدمی ایک خاص مدت تک واپس نہ آیا تو بہ حیثیت ضامن یہ سزا کاٹے گا۔"

انہوں نے کہا "میں نے اس معاملے میں اپنے اللہ کو گواہ بنا لیا ہے اس لیے دوسرے گواہوں کی

ضرورت نہیں۔ وقت پڑنے پر میں مکروں گا بھی نہیں۔"

حضرت بشرؑ کو عدالت نے اپنی تحویل میں لے لیا اور غریب الوطن کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

اس شخص نے گھر جا کے بیوی کو بتایا "مجھ پر ایک مقدمہ چل رہا ہے اور شاید اس میں مجھے سزا ہو جائے۔ ایک پیغمبر زادے نے میری ضمانت لی ہے اس لیے مجھے معینہ مدت میں وہاں پہنچنا ہے۔"

بیوی بچوں کو فکر لاحق ہو گئی اور بیوی نے کہا "اب تم آ ہی گئے ہو۔ وہ شخص یا عدالت تمہیں کہاں تلاش کرے گی اس لیے اب واپس جانے کی ضرورت نہیں۔"

اس شخص نے جواب دیا "اے نیک بخت! تو کیسی بات کرتی ہے۔ اس نے بیچ میں اللہ کو ڈال دیا ہے۔ اب اگر میں نہیں گیا تو اسے ناحق سزا بھگتنا پڑے گی۔"

دونوں میاں بیوی میں بحث ہوتی رہی۔ اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ معینہ مدت سے پہلے ہی اس شخص کا انتقال ہو گیا اور اس نے مرنے سے پہلے اپنی بیوی سے کہا "یہ تجھے تیری نیت کے فتور کی سزا مل رہی ہے۔"

اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ حضرت بشرؑ اور عدالت اس شخص کا انتظار ہی کرتے رہے۔

عدالت کو حضرت بشرؑ کو سزا دینے میں تامل تھا۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ سزا اصل آدمی کو ملنی چاہیے۔ تاجروں کا کوئی قافلہ ادھر جا رہا تھا۔ عدالت نے کچھ لوگوں سے کہا "تم اس شخص سے ملو اور اس سے کہو کہ اس کی وعدہ خلافی کی وجہ سے بشر کو خواہ مخواہ سزا ہو جائے گی۔"

قافلے کے تاجروں کو آنے میں دیر ہوئی اور عدالت نے حضرت بشرؑ کو سزا دے دی اور انہیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

اس سزا کا عدالت کو بھی دکھ تھا اور لوگوں کو بھی اور عموماً لوگ کہہ رہے تھے کہ کبھی کسی کی ضمانت نہیں دینا چاہیے۔ اس کے بدلے نقد رقم دے دینا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت بشرؑ قید خانے میں عبادت اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ہمدرد اور غمگسار ان سے ملنے جاتے۔ کلماتِ ہمدردی ادا کرتے اور کہتے "آپ کو ضامن نہیں بننا چاہیے تھا۔"

یہ لوگ اس شخص کی دیانت داری اور پارسائی کا بھی ذکر کرتے اور تعجب سے کہتے "اب آدمی کس چیز کا اعتبار کرے؟"

سزا کاٹنے کی بعد وہ گوشہ نشین ہو گئے۔ اسی دوران میں تاجروں نے آ کر خبر دی کہ وہ شخص اس لیے واپس نہیں آیا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔"

○☆○

یہ بنی اسرائیلی نبی حضرت الیسعؑ کا زمانہ تھا۔ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن ان کی توانائی، نظم وضبط اور استقلال کا یہ حال تھا کہ قوم کی رہنمائی سے غافل نہیں تھے۔ وہ ہر روز لوگوں کو جمع کرتے، انہیں اچھی اچھی باتیں بتاتے اور برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے۔

عمر رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے قوم کو بھی یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ حضرت الیسعؑ کے بعد ان کی کون رہنمائی کرے گا۔ وہ خود بھی اپنے جانشین کی فکر میں گم رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کے ہر لائق آدمی پر نظر ڈالی اور انہیں ان کے معیار پر اترنے والا ایک شخص بھی نہ ملا۔

آخر ایک دن شام کو انہوں نے قوم سے کہا "مجھے اپنے قائم مقام کی حیثیت سے ایک ایسا شخص درکار ہے، جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے اور اس پر پورا بھی اترے تو میں اسے اپنی جگہ دے دوں گا۔"

اس ہجوم میں کوئی اتنی ہمت والا بھی نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر ان سے پوچھتا کہ جناب! وہ تین شرطیں تو بتائیں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت الیسعؑ نے اپنے اہل لوگوں کو خیال میں جانچا۔ وہ سب بہت ڈھیلے ڈھالے نظر آئے۔ آخر یہ خبر حضرت بشرؑ تک پہنچی۔ سزا کے بعد انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور بہت کم لوگوں سے ملتے جلتے تھے۔ اب جو انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت الیسعؑ کو اپنے جانشین کی جستجو ہے اور وہ اس میں کوئی تین خوبیاں دیکھنا چاہتے ہیں تو حضرت بشرؑ بھی حضرت الیسعؑ کی مجلس میں پہنچ گئے اور ایک گوشے میں خاموشی سے بیٹھ گئے۔ ان کا سر جھکا ہوا تھا۔ کسی نے ان کو پہچانا بھی نہیں۔

حضرت الیسعؑ بدستور فرما رہے تھے "میں تم میں سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے؟"

حضرت بشرؑ کھڑے ہو گئے اور ان سے پوچھا "وہ کون سی تین شرطیں ہیں؟"

لوگوں نے انہیں دیکھا اور آپس میں کہنے لگے "یہ تو وہی سزا یافتہ بشر ہے جو اب مارے شرم کے کسی کو اپنی شکل نہیں دکھاتا۔"

دوسرے نے کہا "اللہ کی شان دیکھو کہ کرتوت تو یہ ہیں کہ ابھی کچھ دن پہلے قید خانے سے نکلے ہیں اور نبی کا منصب سنبھالنے کی فکر کر رہے ہیں۔"

حضرت بشرؑ کھڑے ہوئے حضرت الیسعؑ سے پوچھ رہے تھے "آپ اپنی تینوں شرطیں بیان کریں۔ ممکن ہے کہ میں ان شرطوں پر پورا اتر جاؤں۔"

حضرت الیسعؑ نے کہا "تم میرے قریب آؤ تا کہ میں اپنی شرائط بتاؤں۔"

وہ ان کے قریب پہنچے اور کہا "ہاں اب آپ بات کریں۔ وہ تین شرطیں کیا ہیں؟"

انہوں نے فرمایا "وہ تین شرطیں دراصل تین عہد ہیں۔ اول یہ کہ وہ دن بھر روزہ رکھے، دوم یہ

شب کو یادِ خدا میں مشغول رہے اور تیسرا عہد یہ کہ وہ کبھی غصہ نہ کرے۔"

حضرت بشرؑ نے کہا "میں یہ عہد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

لوگوں میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ شخص تینوں عہد پر پورا اترے گا۔

حضرت الیسعؑ ان سے دوبارہ کہہ رہے تھے "تم تینوں عہد دوبارہ سن لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں معذرت کرو کہ میں نے عہد غور سے نہیں سنے تھے۔"

انہوں نے جواب دیا "یوں تو میں نے آپ کے تینوں عہد سن لیے اور ذہن نشین کر لیے مگر پھر بھی آپ یہ تینوں عہد دوبارہ فرما دیں تا کہ انہیں یہ سامعین بھی اچھی طرح سن لیں اور میری نگرانی کریں کہ میں ان پر پورا اترتا ہوں یا نہیں۔"

حضرت الیسعؑ نے تینوں عہد دوبارہ بیان کر دیے اور لوگوں سے کہا "تم بھی انہیں غور سے سن لو اور پھر اس شخص کی نگرانی کرو کہ یہ میرے تین عہدوں پر پورا اترتا ہے یا نہیں؟"

جب دوبارہ تینوں عہد بیان کر دیے گئے اور حضرت الیسعؑ نے حضرت بشرؑ کی طرف دھیان نہ دیا تو لوگوں کو گمان گزرا کہ وہ حضرت الیسعؑ کے معیار پر پورے نہیں اترے۔

جب ایک نسل رخصت ہو جاتی ہے اور دوسری نسل اس کی جگہ لے لیتی ہے تو پہلی نسل کے کسی بھی آدمی کے لیے اپنی جگہ بنانا دشوار ہو جاتا ہے۔ حضرت بشرؑ کا بھی یہی حال تھا کہ ان کو ان کی نسل کے لوگ بہت اچھا کہتے تھے اور خاص کر ایک غریب الوطن کی ضمانت لینا اور پھر اس کی خاطر سزا بھگتنا۔ یہ حضرت بشرؑ کی زندگی کا حیرت انگیز اور قابلِ قدر واقعہ تھا اور پرانی نسل کے لوگ ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔

پرانی نسل کے کچھ لوگ موجود تھے باقی مر کھپ گئے تھے۔ اب جو نئی نسل نے یہ دیکھا کہ حضرت الیسع کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں اور اس سے تین عہد بھی لینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ذمے داری قبول کرنے کے لیے نئی نسل کا کوئی فرد آگے بڑھے گا اور حضرت الیسعؑ سے وعدہ کرے گا۔ وہ تینوں عہد پر پورا اترے گا اس لیے اسے خلیفہ بنا دیا جائے گا۔

لیکن نئی نسل کا کوئی شخص بھی حضرت الیسعؑ سے نہیں ملا اور بالآخر پرانی نسل کا وہ آدمی آگے بڑھا جو سزا یافتہ تھا۔ یہ شخص پہلی آواز پر تو حضرت الیسعؑ سے ملا ہی تھا مگر جب لوگوں کے اعتراض اور کہنے سننے پر حضرت الیسع نے دوبارہ آواز دی اور پھر اپنے تینوں عہد بیان کیے تو اس بار بھی ان کی آواز پر لبیک کہنے والا یہی سزا یافتہ شخص تھا۔

اس رات بات آئی گئی ہو گئی اور حضرت الیسعؑ نے حضرت بشرؑ کو نظر انداز کر دیا۔ بات دوسرے دن پر ٹل گئی۔ اس رات لوگوں نے حضرت الیسع سے بطورِ خاص ملاقات کی اور ان سے کہا "حضرت ہمیں افسوس ہے کہ ہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ کے عہد پر قائم رہنے کا وعدہ نہیں کیا اور آپ کے

دوبارہ اعلان کرنے کے باوجود کسی نے خود کو پیش نہیں کیا۔ اس لیے کل صبح بھی یہ مسئلہ درپیش ہوگا اور کل شام بھی یہ مسئلہ زیرِ بحث آسکتا ہے۔ بشر دلیری سے آپ کے روبرو پہنچ جائیں گے۔ اس وقت ہم سب کی یہ درخواست ہے کہ آپ اپنے خلیفہ کے انتخاب میں سستی اختیار کریں۔"

حضرت الیسعؑ نے انہیں جھڑک دیا۔ "تم لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ میں نے یہ مسئلہ فوراً اٹھایا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں جو بھی ضروری اور غیر ضروری کام ہے اسے التوا میں نہ ڈالو۔ میں بشر کو اچھی طرح جانتا ہوں اور انہیں کسی وقت بھی اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں مگر تمہیں تمہاری خواہش پر وقت دیا گیا ہے کہ اگر تم میں کوئی شخص موجود ہے جو میرے مذکورہ عہد پر پورا اتر سکے تو میں اسے فوراً ہی نامزد کردوں گا۔"

رات گزر گئی اور پھر دن بھی گزر گیا۔ شام کو حضرت الیسعؑ کے چاروں طرف لوگ جمع ہوگئے۔ انہوں نے ایک بار پھر گرج دار آواز میں اعلان کیا "اے میری قوم کے لوگو! میں کئی دن سے اپنے خلیفہ کی تلاش میں ہوں۔ میں نے تم سب کے سامنے اپنا یہ مسئلہ رکھا اور یہ امید کی تھی کہ تم میں سے کوئی شخص سامنے آئے گا اور میں اسے اپنی جگہ خلیفہ بنادوں گا مگر افسوس کہ تم میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو عہد پر قائم رہنے کا وعدہ کرے۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے کوئی ایسا آدمی تلاش کرلیا ہے جو مجھے مطلوب ہے؟"

لوگوں نے پھر سکوت اختیار کیا تو حضرت الیسعؑ نے حضرت بشرؑ کو آواز دی "تم کہاں ہو بشر، پیغمبر زادے؟"

وہ خاموشی سے اٹھے اور حضرت الیسعؑ کے پاس جا کے عرض کیا "میں کل بھی حاضر تھا، آج بھی حاضر ہوں۔ آپ کے تینوں عہد مجھے یاد ہیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تینوں عہد میں ایمانداری سے نبھاؤں گا۔"

حضرت الیسعؑ بہ آواز بلند بولے "بشر! میرے تینوں عہد پھر غور سے سنو اور لوگو، تم بھی سنو، پہلا عہد ہے دن بھر روزہ رکھو گے۔ دوسرا عہد ہے 'شب کو یادِ خدا میں مشغول رہو گے اور تیسرا عہد ہے' کبھی غصہ نہیں کرو گے۔"

انہوں نے حضرت الیسعؑ کی طرح بہ آواز بلند وعدہ کیا "میں پیغمبرِ وقت اور حاضرین کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اللہ نے چاہا تو میں ان تینوں عہدوں پر پورا اتروں گا۔"

کہتے ہیں کہ یہ کارروائی شیطان بھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک کئی لوگوں کو ورغلایا تھا جنہوں نے حضرت الیسعؑ اور حضرت بشرؑ کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ مسلسل ناکام رہا تھا۔

شیطان نے اپنی ذرّیت سے کہا "میں نے کوشش کی تھی کہ الیسعؑ اور بشر میں اختلاف پیدا ہوجائے مگر میں ناکام رہا۔ یہ متقی اور پرہیزگار لاحول پڑھ کر مجھے بھگا دیتے ہیں لیکن میں نے بھی یہ عہد کر رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔"

ابلیس کی نسل سے تعلق رکھنے والے ایک چھوٹے شیطان نے کہا "جناب! آپ نے الیسعؑ اور بشرؑ پر وقت ضائع کیا ہے جب کہ الیسعؑ کی قوم کے نوجوانوں میں یہ کام ہونا چاہیے تھا اور ہم انہی لوگوں کو ورغلائیں گے۔ جب ہمارے دشمنوں کے پایۂ ثبات میں لرزش پیدا ہوگی تو یہ دونوں بزرگ بھی اس سے متاثر ہوں گے۔"

اور ابلیس کی ذرّیت اپنی کوششوں میں مصروف ہوگئی۔ قوم کے لوگ ورغلائے جانے لگے اور ان لوگوں نے حضرت بشرؑ پر سنگین الزامات لگائے لیکن جب ان کی تحقیق ہوئی تو وہ سارے الزامات مسترد کردیے گئے۔ ذرّیتِ ابلیس کو اس محاذ پر بھی ناکامی ہوئی۔

آخر تھک ہار کر ابلیس نے یہ مسئلہ پھر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا "یہ زبردست شکار ہے اسے میں ہی شکار کروں گا۔"

حضرت بشرؑ نے حضرت الیسعؑ کی خلافت سنبھالنے کے بعد اپنا یہ دستور بنالیا تھا کہ دن بھر روزہ رکھتے اور پوری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ دوپہر کو کچھ دیر کے لیے قیلولہ کرلیتے اور یہ قیلولے کا وقت ہی ان کا اپنا ذاتی وقت تھا۔

ابلیس نے ایک معتبر بوڑھے کی شکل اختیار کی اور یہ بوڑھا شخص بنی اسرائیل میں بہت زیادہ نظر آنے لگا۔ اسے سبھی دیکھتے تھے۔

حضرت بشرؑ نے اس بوڑھے کو کئی بار اپنی قوم کے لوگوں سے دور کھڑا دیکھا تھا اور اب بھی دیکھ رہے تھے مگر یہ اجنبی پاس نہیں آتا تھا۔ دور ہی دور سے جھلک دکھا کے غائب ہوجاتا تھا۔

اس نے کئی بار حضرت بشرؑ کی محفل میں بھی کوشش کی کہ وہ دخل در انداز ہو مگر جیسے ہی اس پر لاحول پڑھ کے حملہ کیا جاتا تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔

ایک دن اس نے قوم کے بوڑھے کو پکڑا اور پوچھا "تمہارے خلیفہ کے نظام الاوقات کیا ہیں؟ کس وقت سوتے ہیں، کس وقت عبادت کرتے ہیں؟"

بزرگ نے بتایا "ان کے نظام الاوقات بہت واضح اور عیاں ہیں۔ یہ دن میں تو روزہ رکھتے ہیں۔ رات کو عبادت کرتے ہیں اور جھوٹ تو ان کے پاس پھٹکتا ہی نہیں۔"

ابلیس نے کہا "تم لوگ ان کو سمجھاتے کیوں نہیں کہ اپنا کچھ وقت دوست احباب میں گزارا کریں کیونکہ یہ دنیا چند روزہ ہے، اس لیے اللہ کے بندوں کو نظر انداز کردینا مناسب نہیں ہے۔ تم انہیں میری

طرف سے سمجھاؤ اور اگر یہ تم سے مطمئن نہ ہوں تو مجھے ان سے ملوا دو۔"

بنی اسرائیل کے بزرگ نے پوچھا "بڑے میاں' تم ہو کون؟ اور کہاں سے آئے ہو؟"

ابلیس نے کہا "میں تم لوگوں کا پڑوسی ہوں۔ میری قوم کے لوگ بہت شر پسند ہیں اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتے۔ یہاں تم لوگوں کو اپنے معاشرے کے برعکس دیکھتا ہوں تو سکون حاصل کرنے کے لیے یہاں آجاتا ہوں۔"

بنی اسرائیلی نے پوچھا "تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

ابلیس نے جواب دیا "تم مجھے بشر سے ملوا دو۔ مجھے جو بھی کہنا سننا ہے' انہی کے سامنے کہہ سن لوں گا۔"

بنی اسرائیلی نے وعدہ کیا "میں تمہیں ملوا دوں گا مگر ان کے پاس وقت بالکل نہیں۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ کرتے ہیں۔ اسی میں سے تھوڑا سا وقت تمہیں بھی مل سکتا ہے۔"

ابلیس نے پوچھا "تو میں کب حاضری دوں اور تم مجھے ان سے کب ملواؤ گے؟"

بنی اسرائیلی نے کہا "میں ان سے آج ہی قیلولے کے وقت بات کروں گا۔"

یہ بنی اسرائیلی قیلولے کے وقت حضرت بشرؑ سے ملا اور ابھی اس نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ انہوں نے دروازے پر جا کر دیکھا۔ ایک بوڑھا ان سے بات کرنے کے لیے وقت مانگ رہا تھا۔

بنی اسرائیلی نے خلافِ توقع جب اس بوڑھے کو دروازے پر دیکھا تو کہا "تم یہاں بھی آگئے؟ میں تمہارے ہی سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں۔"

ابلیس نے مسکین صورت بنا کے کہا "جناب! میں نے سوچا آپ کو بیچ سے نکال دوں اور بشر سے براہ راست بات کرلوں۔"

بنی اسرائیلی تو اٹھ کر چلا گیا۔ ابلیس نے اپنی داستان سنانا شروع کردی۔

یہ ان کے قیلولے کا وقت تھا اور یہ چاہتے تھے کہ بوڑھے کو جو کچھ کہنا ہے' کم سے کم وقت میں کہہ دے تاکہ وہ کچھ دیر قیلولہ بھی کرلیں لیکن ابلیس نے ایسی داستانِ غم شروع کی کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ ابلیس کی کوشش تھی کہ حضرت بشرؑ کو غصہ آجائے مگر وہ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے اور آخر میں کہا "یہ جو تم کچھ لوگوں کی شکایت کررہے ہو' اگر وہ بھی سامنے ہوتے تو مناسب ہوتا۔ میں ان سے بات کرتا لیکن مدعی تو موجود ہے اور مدعا علیہ غائب پھر بات کس طرح بنے گی؟"

ابلیس نے پوچھا "کیا میں ان سب کو یہیں لے آؤں؟"

حضرت بشرؑ نے جواب دیا "میرے پاس قیلولے کا جو تھوڑا سا وقت تھا' وہ ختم ہوگیا۔ اب تم اگر

بند کرو تو میں تمہیں شام کو بلوالوں۔"

ابلیس نے پوچھا "اس وقت تو بہت سے لوگ موجود ہوں گے۔ کیا ان سب کی موجودگی میں میرا خفیہ کروادیں گے؟"

انہوں نے وعدہ کیا "تم شام کو آجاؤ اور جن لوگوں سے بھی تمہیں شکایت ہے ان سب کو بھی لے آؤ تاکہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔"

ابلیس نے ان کا سارا وقت خرچ کردیا تھا اور انہیں کسلمندی محسوس ہو رہی تھی مگر انہوں نے اس کی شکایت نہیں کی۔

شام کو بنی اسرائیل کے سب ہی لوگ جمع ہوئے لیکن حضرت بشرؑ کو وہ شخص نہیں دکھائی دیا۔ وہ آدمیوں کے ہجوم میں ابلیس ہی کو تلاش کرتے رہے اور نہایت انہماک اور توجہ سے ادھر ادھر ابلیس کی جستجو میں مصروف رہے۔ آج ان کا دوسرے کاموں میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ انہیں بوڑھے سے ہمدردی تھی۔ بوڑھا نہیں آیا تھا۔ انہوں نے بنی اسرائیلی سے کہا "یہ کیسا بوڑھا تھا کہ وعدے کے باوجود نہیں آیا۔ خدا جانے اس پر کیا افتاد پڑی کہ وہ غریب وعدے کے باوجود نہیں آسکا۔"

بنی اسرائیلی نے کہا "جناب! وہ بہت پریشان ہے۔ پتا نہیں کہ کیا افتاد پڑی کہ وہ نہیں آیا۔ میں اس کو تلاش کروں گا۔"

دوسرے دن دوپہر کو جب انتہائی مصروفیت کے بعد حضرت بشرؑ فارغ ہوئے اور قیلولے کے لیے اندر گئے تو بوڑھا پھر حاضر ہوگیا۔

انہوں نے پوچھا "کل تو کہاں رہ گیا تھا؟ میں نے تیرا بہت انتظار کیا۔"

ابلیس رونے لگا "جناب! وہ بہت خراب لوگ ہیں۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان سب کو لے کر حاضر ہو جاؤں مگر وہ سب ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔"

حضرت بشرؑ نے کہا "انہیں تو یہاں لانا پڑے گا۔ مقدمے کا فیصلہ تو اسی وقت ہوتا ہے جب دونوں فریق موجود ہوں اور تو یکطرفہ روداد سنا کر فیصلہ کروانا چاہتا ہے۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔"

ابلیس نے بے بسی ظاہر کی "جناب! بوڑھا آدمی ہوں' نوجوان مذاق اڑاتے ہیں۔ میرے مخالف بوڑھے مجھ پر ہنستے ہیں۔"

حضرت بشرؑ نے پہلو بدلا۔ یہ بوڑھا آج بھی ان کے قیلولے کا وقت ضائع کرنے آگیا تھا۔ انہوں نے کہا "میں نے کہا تو ہے کہ تو شام کو آجا اور جتنے لوگوں سے تجھے شکایات ہیں' ان سب کو لے آ۔"

بوڑھے نے کہا "تو جناب! بات یہ ہے کہ میں بادشاہ کے پاس بھی دادرسی کے لیے جا سکتا ہوں مگر وہاں دیر لگے گی۔ شاہی آداب اور اصول کچھ ایسے ہیں کہ انسان اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

وہاں جو کوئی بھی آتا ہے، شاہی رسم و رواج میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اب یہاں کی دوسری بات ہے کہ میں کتنے ہی آدمیوں کو لے آؤں، بیٹھنے کی جگہ تو مل ہی جائے گی۔" وہ بالکل صاف محسوس کر رہے تھے یہ شخص بات کو طول دے رہا ہے۔

انہوں نے کہا "دیکھ! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تو اپنا مقدمہ یہاں لاتا ہے یا کہیں اور پہنچاتا ہے۔"

ابلیس نے ان کے قیلولے کا سارا وقت ضائع کر دیا اور پھر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "اب میں چلتا ہوں۔ میں نے آپ کا بڑا وقت لیا۔ شرمندہ ہوں اور شام کو سب کو لے کر آتا ہوں اور آج شام ہی کو اپنے مقدمے کا فیصلہ کرواتا ہوں۔"

یکایک انہیں خیال آیا، یہ شخص مجھے غصہ دلانے کی کوشش کر رہا ہے اور میں مسلسل برداشت سے کام لے رہا ہوں۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔ کہیں یہ ابلیس تو نہیں ہے، جو میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دینا چاہتا ہے۔

اس شام کو بوڑھا پھر نہیں پہنچا اور وہ اس کا انتظار کرتے رہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا بس قیلولے کے وقت نظر آتا ہے اور اس کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔

حضرت بشرؑ نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی "اب کوئی بھی قیلولے کے وقت آئے تو مجھے اس کی خبر نہ کی جائے اور آنے والے سے کہہ دیا جائے کہ شام کے وقت ملاقات ہوگی۔"

وہ شخص روتا ہوا آیا اور لوگوں سے کہا "میں تین دن سے اس پریشانی میں مبتلا ہوں کہ میرے دشمنوں کو بھی یہ پتا چل گیا ہے کہ میں یہاں دادرسی کے لیے آتا ہوں اور قبیلے کے لوگ مجھ سے مرعوب ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اب تو تم دادرسی کے لیے بشر کے پاس ہی پہنچ گئے ہو۔ وہ لوگ مصالحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ دیکھیے مصالحت کب تک رہتی ہے۔"

ایک بنی اسرائیلی نے پوچھا "اگر لوگوں نے تجھ سے مفاہمت کر لی ہے تو تو اب یہاں کیا لینے آیا ہے؟"

ابلیس نے جواب دیا "میں تو یہاں حاضری کی رسم پوری کرنے آیا ہوں۔ خدا نہ کرے کل انہوں نے یہ کہہ دیا کہ جا ہم نے تجھ سے جو وعدے کیے ہیں، ان پر عمل نہیں کرتے، تو ہمارا کیا کر لے گا؟"

بنی اسرائیلی نے کہا "بڑے میاں! برا نہ ماننا، مجھے تو تم بذاتِ خود بہت جھگڑالو معلوم ہوتے ہو۔"

ابلیس نے کہا "یہ بشر کے قیلولے کا وقت ہے۔ اگر میں بشر سے ملنا چاہوں تو وہ مجھ سے ملنا پسند کریں گے؟"

بنی اسرائیلی نے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ تو نے اب تک ان کا صرف وقت ہی ضائع کیا ہے۔"

ابلیس نے کہا "یہ بشر عجیب ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے کہ آج تین دن سے میں اس کے قیلولے کے وقت حاضر ہو جاتا ہوں اور بے سروپا باتوں میں اس کو الجھائے رکھتا ہوں۔ وہ مجھے شام کو پھر بلوا لیتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ اسے غصہ کیوں نہیں آتا؟"

بنی اسرائیلی اس عجیب و غریب گفتگو پر حیران ہوا اور پوچھا "تو ہے کون؟"

ابلیس نے کہا "تم میری ملاقات بشر سے کروا دو اور پھر بتلا دوں گا کہ میں کون ہوں۔"

بنی اسرائیلی نے سختی سے منع کیا "آج تیری ملاقات بشر سے نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے دروازے کو اندر سے بند کر رکھا ہے اور آج کوئی بھی یہ دروازہ نہیں کھولے گا۔"

ابلیس نے اطمینان سے جواب دیا "واہ جناب! دروازہ کیوں نہیں کھولے گا، دروازہ تو میں کھلوا لوں گا۔ یہ تو نہایت معمولی بات ہے۔ میں اس سے زیادہ بڑے بڑے کام کر رہا ہوں اور لوگوں سے اش اش کروا لیتا ہوں۔"

بنی اسرائیلی اندر چلا گیا اور کہا "جناب! آج وہ پھر آ گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ میرا جن لوگوں سے جھگڑا ہے، جب انہوں نے یہ سنا کہ میں بشر سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروا سکتا ہوں تو وہ مصالحت پر آمادہ ہو گئے لیکن بوڑھے کو یقین نہیں کہ یہ مصالحت دیر تک قائم رہے گی۔"

حضرت بشرؑ نے پوچھا "اس وقت وہ کیا چاہتا ہے اور میرے پاس کیوں آیا ہے؟"

بنی اسرائیلی نے جواب دیا "مجھے تو یہی لگتا ہے کہ وہ آپ کے قیلولے کا وقت ضائع کرنے آیا ہے۔"

انہوں نے کہا "میں آج اس سے نہیں ملوں گا۔"

ان کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات ابھی ماحول میں گونج رہی تھی کہ سامنے دیکھا، بوڑھا ہنستا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا "آج حضرت آپ نے بڑی کوشش کی کہ میں آپ سے نہ ملوں مگر میں بھی بڑا ضدی آدمی ہوں۔ آج میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ آپ کے قیلولے کا وقت پھر ضائع کروں گا۔"

انہوں نے پوچھا "جب میں نے باہر کا دروازہ بند کروا دیا تھا اور سب کو ہدایت کر دی تھی کہ میری قیلولے کے اوقات میں کوئی بھی آئے اس کے لیے دروازہ نہیں کھلنا چاہیے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ دروازے بدستور اندر سے مقفل ہیں اس کے باوجود تو اندر موجود ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟"

ابلیس نے جواب دیا "میں صبح اور شام آپ کی مجلس میں بہ آسانی حاضری دے سکتا ہوں لیکن مجھے جو چیز درکار تھی، اس کا صبح و شام کی مجلسوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میرا تعلق آپ کے قیلولے کے وقت سے تھا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ قیلولہ نہ کر سکیں اور بے آرامی سے آپ کو ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچے،

آپ کو غصہ آئے اور آپ معاہدے کی تیسری شق کی ادائیگی میں ناکام ہو جائیں۔"

حضرت بشرؑ نے کہا "او دشمنِ خدا! یہ کیسی بے ہودہ خواہش تیرے دل میں پرورش پاتی رہی کہ تُو ابلیس کی طرح مجھے بھی راندۂ درگاہ کرنا چاہتا تھا؟"

ابلیس نے کہا "آپ نے صحیح پہچانا۔ جب آپ نے الیسعؑ سے عہد پر قائم رہنے کا وعدہ کیا تھا تو مجھے بڑی تکلیف پہنچی تھی اور میں نے اپنی ذرّیت کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح آپ کو کسی ایک عہد میں ناکام کر دیں۔ میری ذرّیت نے بڑی کوششیں کیں لیکن ناکام رہی تب میں نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا اور میں نے آپ کے تینوں عہد پر غور کیا۔ تیسرا اور آخری عہد مجھے آسان لگا کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ رات دن میں بس تھوڑا سا وقت قیلولے کا آپ کو ملتا ہے۔ میں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا اور خیال تھا کہ اس سے آپ میں جھنجلاہٹ پیدا ہو گی اور آپ کو غصہ ضرور آئے گا مگر جناب! آپ نے کمال کر دیا اور ایسا لگا جیسے غصہ نامی کوئی شے سے آپ واقف ہی نہیں۔"

حضرت بشرؑ نے فرمایا "تو نے اپنے متعلقین کے لیے لفظ ذرّیت استعمال کیا اور ذرّیت صرف ابلیس کی ہوتی ہے۔ تو ابلیس ہے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم**۔"

بنی اسرائیلی حیران تھا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اس نے پوچھا "آپ نے ابلیس کو کس طرح پہچانا؟"

انہوں نے جواب دیا "جب اس نے اپنے متعلقین کے لیے لفظ ذرّیت استعمال کیا تو مجھے احساس ہوا کہ ذرّیت تو شیطان کی ہوتی ہے۔"

اس واقعے کے بعد انہیں ذوالکفل کا لقب ملا کیونکہ انہوں نے حضرت الیسعؑ سے وعدہ کیا تھا اور جس ذمے داری کو ادا کرنے کا عہد کیا تھا' وہ اس میں پورے اترے تھے یعنی تکفل میں پورے اترنے والے ذوالکفل۔

O☆O

ایک تو یہ واقعہ ہے جو حضرت ذوالکفلؑ سے منسوب کیا گیا۔

بعض محققین اور مفسرین نے ذوالکفل کو گوتم بدھ قرار دیا کیونکہ گوتم بدھ نیپال کی ترائی میں کپل وستو نامی ریاست کا راج کمار تھا۔ اس نے عرفانِ ذات کے لیے بڑی ریاضت کی تھی اور کپل وستو ریاست کا یہ شہزادہ سدھارتھ ایک دن گوتم بدھ بن گیا۔ لفظ کپل وستو اور کفل کی مشابہت اور صوتی ہم آہنگی نے ان کو گوتم بدھ کی طرف راغب کر دیا تھا۔

لیکن یہ مفسرین اور محققین شاید اس نکتے سے آگاہ نہیں تھے کہ گوتم بدھ کے مذہب میں خدا کا تصور نہیں ہے۔

ہمارے مذہب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی بھلائی کے لیے ہر ملک اور قوم میں نبی بھیجے

ہیں۔ ان سب کا ذکر قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن انہیں ان کی تعلیمات کی روشنی میں پہچانا جا سکتا ہے۔ جملہ پیغمبر احدیت اور وحدانیت پر یقین رکھتے تھے اور کسی نے بھی خدا کی ذات سے انکار نہیں کیا تھا پھر یہ خدا کے وجود سے منکر گوتم بدھ قرآن پاک کا ذوالکفل کیوں کر ہو سکتا ہے؟

ہم اس طرح گویا گوتم بدھ کی تنقیص نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک دلیل محکم کے ذریعے گوتم بدھ اور ذوالکفل کے درمیان خطِ فاصل کھینچ رہے ہیں۔

اگر تعصبات سے بالاتر ہو کر گوتم بدھ کی سوانح حیات پڑھیں تو آپ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہندوستان کا گوتم ذوالکفل ہرگز نہیں ہو سکتا۔

گوتم بدھ نے اپنی نوعمری میں جس قسم کی ریاضتیں کیں اور مدتوں راہِ طلب میں بھٹکنے کے بعد جب اسے عرفانِ ذات ہوا تو اس نے خدا کے وجود سے انکار کر دیا۔ گوتم بدھ کی زندگی کا کوئی ایک واقعہ بھی ذوالکفل کی زندگی سے مطابقت تو درکنار مشابہت بھی نہیں رکھتا۔ اس لیے ذوالکفل کا ریاست کپل وستو کے شہزادے سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں۔

O☆O

امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص کفل تھا۔ یہ حد درجہ فاسق و فاجر تھا۔ اسے حسن و جمال سے خاص لگاؤ تھا۔ ایک دن اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل عورت کسی کام سے آئی۔ یہ عورت افلاس اور بھوک کی ماری تھی اور اس کی یہی حاجتیں اسے کفل کے پاس لائی تھیں۔ عورت نے اپنا مدعا بیان کیا اور مدد کی درخواست کی۔ کفل نے عورت کے سراپا پر نظر کی تو برے خیالات اور خواہشیں سر اٹھانے لگیں۔

اس نے عورت سے کہا "تو نے ہم سے جو طلب کیا ہے' اس کے عوض تو ہمیں کیا دے گی؟"

عورت نے کہا "حضرت! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں نے پہلے ہی یہ عرض کر دیا ہے کہ میں انتہائی مفلس اور نادار ہوں۔ اگر میرے پاس رقم ہوتی تو میں یہاں نہ آتی۔ گھر میں کوئی قابلِ فروخت شے ہوتی تب بھی کام چل جاتا لیکن میں بالکل تہی دست ہوں اور آپ کو بھلا آدمی سمجھ کر یہاں آ گئی ہوں۔"

کفل نے عورت کی حد درجہ ضرورت مندی کا اندازہ لگایا' کہنے لگا "اے نیک بخت! کیسی سادہ لوحی اور بھولے پن کی بات کرتی ہے۔ کیا دنیا میں کہیں ایسا لین دین ہوتا ہے جس میں مبادلہ نہ پایا جاتا ہو۔ ہم جب کبھی کوئی چیز لیتے ہیں تو کسی شے کے بدلے میں لیتے ہیں لیکن تیرا مطالبہ عجیب ہے کہ تیرے پاس

تیری مطلوبہ شے کے عوض دینے کے لیے کچھ بھی نہیں لیکن چیز حاصل کرنے کی امید رکھتی ہے۔ اب تو ہی بتا کہ مسئلہ کس طرح حل ہو۔"

عورت نے بے حد دکھے دل سے کہا "حضرت! میں آپ کا مطلب خوب سمجھ رہی ہوں اور جب آپ کی نظریں میرے وجود کا بے محابانہ جائزہ لیتی ہیں تو میں اندر سے کانپ جاتی ہوں کہ میں کہاں آ گئی۔"

کفل نے کہا "تو باتیں بہت اچھی کرتی ہے مگر تیری باتوں میں میری باتوں کا معقول جواب نہیں ہے۔ اب بتا مجھے کہ تجھے کتنی رقم درکار ہے؟"

عورت نے جواب دیا "میرا تیس دینار سے بھی کام چل جائے گا۔"

کفل نے پوچھا "میں تجھ کو تیس دینار کی جگہ ساٹھ دینار دینے کو تیار ہوں مگر پہلے مجھے یہ بتا کہ تو نے میرا مطلب سمجھ لیا ہے یا نہیں؟"

عورت نے جواب دیا "حضرت! دنیا میں کوئی بھی عورت اتنی بے وقوف نہیں ہو سکتی کہ مرد کی لین دین سے متعلق اس نوعیت کی گفتگو کا مطلب نہ سمجھے۔ میں نے بھی آپ کا مطلب سمجھ لیا ہے۔"

کفل نے عورت کو فوراً ساٹھ دینار دیے اور اسے تخلیئے میں لے گیا۔

عورت سر جھکائے زاروقطار روتی رہی لیکن کفل انتہائے شوق میں کچھ ایسا وارفتہ تھا کہ اس نے عورت کے رونے پر دھیان ہی نہ دیا۔ اسی دوران میں عورت کی سسکیاں بلند ہونے لگیں۔

کفل نے حیرت سے پوچھا "تو رو رہی ہے؟"

عورت نے جواب دیا "ہاں! میں رو رہی ہوں۔"

کفل نے رونے کا سبب پوچھا "میں نے تجھ کو تیس دینار کی جگہ ساٹھ دینار نہیں دیے؟"

عورت نے اثبات میں سر ہلایا "اس سے میں کس طرح انکار کر سکتی ہوں۔"

کفل نے پوچھا "کیا میں بدشکل ہوں جو تو میرے وجود سے کراہیت اور گھناؤنا پن محسوس کر رہی ہے؟"

عورت نے جواب دیا "آپ کو اللہ نے شکل بھی بہت اچھی دی ہے اور صحت بھی لاجواب ہے۔"

کفل نے پوچھا "پھر کیا بات ہے؟"

عورت نے جواب دیا "جناب! اصل بات صرف یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں یہ برا کام کبھی نہیں کیا۔ آج بھوک اور ضروریاتِ زندگی نے مجھے اتنا گرا دیا ہے کہ میں ساٹھ دینار کے عوض اس برے کام پر آمادہ ہو گئی ہوں۔ میرے اندر ایک نشتر سا چبھ رہا ہے اور مجھے آہ و زاری پر مجبور کر رہا ہے۔ خدا کی پناہ۔۔۔ خدا کی پناہ!"

عورت کی ان باتوں کا کفل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سر جھکا کر ان باتوں پر دیر تک غور کرتا رہا پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور کہا "اے عورت! تو مجھے معاف کر دے۔ میں گناہ گار ہوں کہ میں نے تیری مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ میں کتنا برا انسان ہوں۔ تو نے جو کار بد کبھی نہیں کیا تھا' آج وہ محض اپنے فقروفاقے کی وجہ سے کرنے پر مجبور ہو گئی۔ جا عصمت اور عفت کے ساتھ اپنے گھر واپس جا۔"

عورت نے ساٹھ دینار کفل کے سامنے واپس رکھ دیے "انھیں واپس لے لیں۔"

کفل نے جواب دیا "یہ ساٹھ دینار بھی اپنے ساتھ لے جا کیوں کہ یہ تیرے کام کے ہیں اور میرے پاس میری ضرورت سے کہیں زیادہ دینار موجود ہیں۔"

اس کے بعد کفل نے خود بھی رونا شروع کر دیا اور عورت سے کہا "بخدا! آج کی اس گھڑی سے میں کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کروں گا۔"

عورت اپنے گھر چلی گئی اور کفل رات بھر بہت بے چین رہا۔ اسے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ صبح ہوتے ہوتے کفل کا انتقال ہو گیا۔

صبح لوگ اس کے دروازے پر جمع ہو گئے اور انہیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کسی انجانے ہاتھ نے دروازے پر لکھ دیا "بے شبہ خدا نے کفل کو بخش دیا ہے۔"

احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی اس روایت کو بیان کرتے وقت یہ ضرور ذہن نشین رکھنا تھا کہ قرآن میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے' وہ ذوالکفل ہے اور اس واقعے میں کفل نامی ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے۔

دنیا کو اسلام ہی نے ایک ایسا پاک اور مجرد' نیکی اور بزرگی کا تصور دیا ہے جس نے نسل' خاندان' رنگ و روپ' ملک و قوم اور ہر قسم کے تفرقے سے جدا اور بالا ہو کر یہ اعلان کیا ہے کہ خدا ایک ہے تو بے شبہ اس کی صداقت بھی ایک ہی ہونی چاہیے اسی لیے اس کی تعلیم کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر قوم کے اندر خدا کے سچے بشیر و نذیر یہی پیغام صداقت لے کر آئے ہیں۔ ایک مسلم مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اس عقیدے کا اعلان کرے کہ ہم خدا کے کسی نبی کے درمیان فرق کو ناجائز نہیں رکھتے ہیں۔

ذوالکفلؑ کے واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالکفل کا تعلق انبیائے بنی اسرائیل سے تھا۔ ان کے حالات و واقعات میں کسی کا ذکر قرآن پاک میں نہیں کیا گیا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اے پیغمبر! ہم اسی طرح گزری ہوئی سرگزشتوں میں سے خاص واقعات کی خبریں تجھے سناتے ہیں اور بلاشبہ ہم نے اپنے پاس سے تجھے ایک سرمایۂ نصیحت عطا فرما دیا ہے۔" (طٰہٰ)

"اور اے پیغمبر رسولوں کی سرگزشتوں میں سے جو قصے ہم تجھے سناتے ہیں تو ان سب میں یہی بات ہے کہ تیرے دل کو تسکین دیں اور پھر ان کے اندر تجھے امرِ حق مل گیا اور نصیحت مل گئی اور یاددہانی مومنوں کے لیے۔" (ہود)

اور ایک جگہ فرمایا گیا "بعض نبیوں کا ہم نے تم کو نام لے کر ذکر سنا دیا اور بعض کے واقعات تم کو نہیں سنائے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے "اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں خدا کی جانب سے کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔"

کفل کے مذکورہ بالا واقعے میں معصومیت کا عنصر نہیں ہے۔ وہ گناہ کی طرف مائل تھا جبکہ نبی معصوم ہوتے ہیں اس لیے یہ کفل ذوالکفل نہیں ہو سکتا۔

○☆○

حضرت یونسؑ مچھلی کے حوالے سے مشہور ترین پیغمبر ہیں لیکن اُن کی تفصیل سے لوگ نا آشنا ہیں۔ وہ کہاں سے تعلق رکھتے تھے اور کس قوم پر مبعوث ہوئے تھے۔ اُس قوم کے حالات اور وہ جگہ جہاں یہ قوم رہتی تھی۔ یہ قوم کس معاملے میں دُنیا بھر کی اقوام میں منفرد تھی۔ وہ کون سے حالات تھے جن میں حضرت یونسؑ کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ نبی کی شان کیا ہوتی ہے اور اللہ کو اُن کی عاجزی اور انکساری کیوں پسند آئی؟
ایسی بہت سی باتیں جن سے لوگ واقف نہیں، ان مضامین میں اُنہیں آشکارا کیا جارہا ہے۔

مضمون کے ماخذ

عجائب الاسفار	سفرنامہ	قصص القرآن	ترجمان القرآن	کتاب الہدیٰ	قصص الانبیاء
ابن بطوطہ	ابن جبیر	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	مولانا آزاد	یعقوب حسن	مولانا عبدالحنان

حضرت یونس علیہ السلام

(800 ق م)

ایک مشہور دعا ہے "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" (تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں)

ان مختصر الفاظ میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار بھی ہے' اللہ کی حمد و ثنا بھی ہے اور اپنے قصور کا اعتراف بھی موجود ہے۔

یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام نے مانگی تھی اور اسے مقبولیت حاصل ہوئی تھی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص بھی مصیبت میں یہ دعا مانگتا ہے وہ ضرور مقبول بارگاہ انام ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام یروشلم سے تعلق رکھتے تھے۔ زندگی کے اٹھائیس سال یروشلم میں گزارنے کے بعد انہیں اللہ نے حکم دیا۔ "یوناہ بن متی۔ اٹھ اور اس شہر نینوا کو جا اور اس کے خلاف منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے۔"

یہ توریت کا بیان تھا۔

قرآن نے شہر کا ذکر تو نہیں کیا لیکن اس واقعے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ سورہ صافات میں ہے "اور کون (حضرت یونسؑ کو) ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔"

شہر نینوا آج کے ملک عراق کے شمال میں دریائے دجلہ کے کنارے موصل کے علاقے میں واقع تھا۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی آشوری حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ اس کی نہایت مضبوط اور مستحکم فصیلیں ناقابل تسخیر سمجھی جاتی تھیں اور توریت کے مطابق اس وقت نینوا کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ انتہائی خوش حال تھا۔ اسی خوش حالی نے ان کو سرکش اور مغرور بنا دیا تھا۔ یہاں قبائلی طرز حکومت رائج تھا اور ہر قبیلے کا اپنا حکمران ہوتا تھا۔ ان سب پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔

حضرت یونسؑ اپنی بیوی کے ساتھ وہاں پہنچے اور دعوت حق دینا شروع کر دی۔ وہ اس قوم سے کہتے

تھے "لوگو! کہو لا الہ الا اللہ یونس نبی اللہ۔"

یہ بت پرست اس عجیب و غریب تعلیم سے حیران ہوئے۔ ہر قبیلے کا اپنا بت تھا' اپنے دیوی دیوتا تھے۔ حضرت یونسؑ جو کچھ کہہ رہے تھے' وہ بالکل ہی سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ وہ کس طرح مان لیتے کہ اتنی بڑی دنیا کو کسی ایک ہی ذات نے تخلیق کیا ہے۔ وہ آپس میں سوال جواب کرتے تھے "یہ کیسا شخص ہے جو ہمیں گمراہ کرنے آگیا حالانکہ ہمیں جو طاقت اور خوش حالی حاصل ہے' وہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی دی ہوئی ہے اور یہ شخص جو خود کو اپنے نادیدہ خدا کا نبی کہتا ہے' اپنے ساری دیوی دیوتاؤں کو جھٹلا رہا ہے اور ایسی باتیں کر رہا ہے جو ہر کسی کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

یہ لوگ حضرت یونسؑ سے خدا کے بارے میں پوچھتے "اے یونس! تمہارا خدا کہاں ہے' کیسا ہے؟ اس سے کبھی ملواؤ تاکہ ہم اس پر ایمان لائیں۔ یوں اسے دیکھے بغیر ہم ایمان نہیں لائیں گے۔"

حضرت یونسؑ نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا "اگر تم لوگوں نے میری بات نہ مانی اور بت پرستی میں مشغول رہے تو تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔"

ان لوگوں نے عذاب کا ذکر سنا تو پوچھا "یہ عذاب کیا ہوتا ہے؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "اے گمراہ لوگو! تم اللہ کو بھی نہیں مانتے۔ میرا مذاق اڑاتے ہو اور جب میں تمہیں عذاب سے ڈراتا ہوں تو پوچھتے ہو کہ عذاب کیا چیز ہے اور یہ کیسا ہوتا ہے۔"

لوگوں نے کہا "تب پھر بتاؤ کہ عذاب کیا ہوتا ہے؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "عذاب آتش دوزخ ہے۔ تم شرک کرو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا اور مرنے کے بعد جہنم کی آگ میں جھونک دیے جاؤ گے۔"

لوگوں نے حضرت یونسؑ کا مذاق اڑایا اور ان کی تعلیمات کا تمسخر اڑاتے رہے کیونکہ وہ ان کی بات پر غور کرنا فضول سمجھتے تھے۔

قوم میں کچھ سمجھ دار لوگ بھی تھے۔ وہ کسی کو بتائے بغیر سنجیدگی سے سوچ رہے تھے کہ یہ عجیب و غریب شخص جو خود کو اللہ کا نبی کہتا ہے اور کہیں اور سے آکر ان میں بس گیا ہے' اپنے ذاتی فائدے کی کوئی بات نہیں کرتا' مال و دولت یہ نہیں چاہتا' دوسرے جوانوں کی طرح عورتوں کی یہ ہوس نہیں کرتا۔ جوا یہ نہیں کھیلتا' شراب یہ نہیں پیتا۔ دوسرے کے کام آجاتا ہے۔ کسی کی دل آزاری نہیں کرتا۔ ایسا شخص برا تو نہیں ہو سکتا۔ جس عذاب سے ڈراتا ہے اس سے نینوا کے لوگوں کو بچانا چاہتا ہے۔ کیا ایسے مخلص انسان کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے۔"

یہ تو وہ لوگ سوچ رہے تھے جن کے دلوں میں حضرت یونسؑ کی تعلیم نے جگہ بنالی تھی حالانکہ یہ بھی ابھی متذبذب تھے اور ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حضرت یونسؑ کی تائید کرتے' ان کا ساتھ

دیتے' ان کی مدد کرتے اور گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے۔

حضرت یونسؑ کو اس اجنبی قوم میں یہ دشواری پیش آ رہی تھی کہ یہ لوگ ان کے لیے اجنبی تھے اور ان سے یہ امید بھی نہیں کی جا سکتی تھی کہ کوئی ان کی مدد کرے گا۔ اگر وہ مقامی ہوتے تو ان کا قبیلہ ان کا ساتھ دیتا یا ان کے حسب نسب اور آباؤ اجداد کا خیال کیا جاتا۔

نینوا کے قبائلی مدتوں ان کی باتیں سنتے رہے اور درگزر کرتے رہے۔ اس دوران میں ان کے دو بیٹے بھی ہو گئے۔ نینوا والوں نے ان کی باتوں سے تنگ آ کے ان کا مقاطعہ کر دیا یعنی ان سے لین دین' ربط ضبط اور تعلق ختم کر دیا۔

حضرت یونسؑ پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنا کام کرتے رہے۔ نینوا کے لوگوں نے تنگ آ کر ان کو دھمکی دی "اگر تم ہمارے آبائی دیوی دیوتاؤں کی یونہی برائی کرتے رہے تو اب ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے۔ تم نے ہم سے بہت زیادتی کر لی اور ہم نے بہت برداشت سے کام لیا۔"

حضرت یونسؑ نے ان سے کہا "ایک تو تم لوگ بت پرستی کرتے ہو' اس پر اکڑتے بھی ہو۔ مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اس لیے میں اس وقت تک حق تعلیم سے باز نہیں آؤں گا جب تک تم لوگ ایک اللہ کے آگے نہیں جھک جاؤ گے۔"

نینوا کے سرکش اور شری لوگوں نے حضرت یونسؑ کو دھمکی دی "دیکھو یونس! تم کل چار نفر ہو۔ تم میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ ہمارا مقابلہ کرو۔ ہم نے ابھی تو تم پر کسی قسم کی بھی سختی نہیں کی۔ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے رہے اور تم ہماری نرمی اور رحم دلی کا معلوم نہیں کیا مطلب لیتے رہے۔ اب ہم پر نینوا کے لوگوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے اس لیے اب تم پر سختی کی جائے گی اور تمہیں دیوی دیوتاؤں کی مذمت کرنے سے جبراً روک دیا جائے گا۔"

حضرت یونسؑ نے محسوس کر لیا کہ اب یہ لوگ سختی پر اتر آئے ہیں اور اگر انہوں نے اپنی تبلیغ اور تلقین جاری رکھی تو شاید یہ لوگ اس چار نفری چھوٹے سے کنبے کو ہلاک کر دیں۔ انہوں نے کچھ سکوت اختیار کیا اور سوچتے رہے کہ اب ان حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔

جو لوگ حضرت یونسؑ کی تعلیمات کے قائل ہو چکے تھے انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ حضرت یونسؑ کو نینوا کے طاقت ور شری لوگوں نے کسی قسم کی دھمکی دے کر فکر مند کر دیا ہے۔

حضرت یونسؑ نے وحی الٰہی کا بھی انتظار نہیں کیا۔ انہیں اللہ پر ناز تھا لیکن سرکش لوگوں کا خوف بھی تھا۔ لوگوں کی دھمکی انہیں پریشان کر رہی تھی مگر وہ نبوت کے فریضے سے بھی واقف تھے۔ بالا خر انہوں نے نینوا والوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا "تم لوگ میری باتوں پر دھیان نہیں دیتے۔ میں ایک اللہ کی عبادت کی تلقین کرتا ہوں تو تم میرا مذاق اڑاتے ہو۔ جب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تمہاری سرکشی

اللہ کے عذاب کا باعث بنے گی تو تم اللہ کے عذاب کا بھی مذاق اڑاتے ہو اور پوچھتے ہو کہ یہ عذاب کیا ہوتا ہے۔ اب میں تمہاری طرف سے مایوس ہونے کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

کچھ لوگوں نے کہا "یونس! تم ہم میں رہو لیکن جس قسم کی تم باتیں کرتے ہو' ان سے باز آ جاؤ پھر کسی کو بھی تم سے اختلاف نہیں ہو گا۔"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "میں اللہ کا نبی ہوں اور جو کام اللہ نے میرے سپرد کیا ہے' میں اس سے کس طرح باز آ سکتا ہوں۔"

کچھ لوگوں نے کہا "اگر تم صرف خاموشی اختیار کر لو تب بھی ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور تم سے تعلق ختم نہیں کریں گے۔"

حضرت یونسؑ نے انکار کر دیا "میں نے کہہ تو دیا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اللہ کی طرف سے کہتا ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔"

جن لوگوں نے دھمکی دی تھی' انہوں نے مفاہمت کی شرط رکھ دی "اچھا تب پھر تم اپنے اللہ کا دیدار کروا دو تاکہ ہم سب اس پر ایمان لے آئیں۔"

حضرت یونسؑ نے کہا "اللہ کی ذات وہ ذات ہے جسے کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور جو اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اگر دل میں ایمان موجود ہو تو وہ ہر جگہ اور ہر شے میں نظر آئے گا۔ اس کے جلوے عام ہیں بس ذرا غور و فکر اور نور ایمانی کی ضرورت ہے۔"

کسی نے کہا "اب جو تم نے ہم سب کو یہاں جمع کیا ہے اور ہم بھی تمہاری باتیں اخلاقاً سننے آ گئے ہیں تو اب تم آخری بار کوئی ایسی بات کہو کہ اس کے بعد تمہیں بولنے کی ضرورت محسوس نہ ہو اور ہم سب تمہاری مستقلاً باتیں سننے کی زحمت سے محفوظ ہو جائیں۔"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "اب تک میں نے تمہیں اللہ کی طرف بلایا تھا جس کا بالا خر تم نے یہ صلہ دیا کہ اس چار نفری کنبے کو ختم کرنے کی دھمکی دے دی۔ اب میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور اس عذاب کی خبر دے کر کہ میرے جانے کے چالیس دن بعد تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو گا کیونکہ میں نے تمہارے لیے بددعا کی ہے۔"

لوگ ہنسنے لگے کہ یہ خوب رہی کہ جب ان کی کسی نے بات نہیں مانی تو وہ نینوا والوں کو بددعا دے کر شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

مجمع منتشر ہو گیا۔ لوگوں میں ان کے اس ڈراوے سے متعلق پیش گوئی کا ملا جلا رد عمل پایا جاتا تھا۔ جنہوں نے حضرت یونسؑ کو دھمکی دی تھی' وہ ہنسنے لگے کہ جب ان کی پیش نہیں چلی تو وہ بددعا پر اتر آئے۔

جو نیک تھے اور حضرت یونسؑ کو بے ضرر سمجھتے تھے انہیں افسوس تھا کہ اس بے لوث اور بے ضرر انسان کو سخت مزاج شہری لوگوں نے بلاوجہ دھمکی دے دی اور انہیں یہ شہر چھوڑنا پڑ رہا ہے۔

لیکن جن کے دلوں میں حضرت یونسؑ کی تعلیمات نے اثر کیا تھا‘ وہ ان کی بددعا سے خوف زدہ ہو گئے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ حضرت یونسؑ کی بددعا کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا۔

بددعا کے بعد یہ اندیشہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ جو لوگ ان کے خلاف تھے اور ظلم و زیادتی پر اتر آئے تھے اب وہ انہیں اور اس کے کنبے کو ضرور ستائیں گے اور معلوم نہیں کس قسم کا سلوک کریں۔ حضرت یونسؑ نے رات کی تاریکی میں بیوی اور دو بچوں کو ساتھ لیا اور شہر چھوڑ دیا۔

راستے میں ایک ندی حائل ہو گئی۔ وہ صبح تک کشتی کے انتظار میں نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ بیوی سے پوچھا "کیا کیا جائے؟"

بیوی نے جواب دیا "آپ اللہ کے نبی ہیں‘ میں آپ کو کیا مشورہ دے سکتی ہوں۔ اللہ سے معلوم کریں کہ اب آپ کو کیا کرنا چاہیے۔"

بیوی کو یہ نہیں معلوم کہ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو جو بددعا دی تھی اور عجلت میں شہر چھوڑ دیا تھا‘ اللہ کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ وہ اب تک نبوت کا جو فریضہ انجام دیتے رہے تھے انہیں اس میں ثابت قدم رہنا چاہیے تھا۔ جب نینوا کے کچھ لوگ دھمکی دے رہے تھے تو وہ پوری قوم کو بددعا دینے کے بجائے اللہ کی وحی کا انتظار کرتے اور ان حالات میں اللہ نے انہیں حکم دیتا ہے۔ اب وہ جو کچھ کر رہے تھے‘ اپنی عقل‘ اپنی قیاس اور اپنی ذاتی رائے سے کر رہے تھے اور اللہ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔

بیوی نے پھر پوچھا "پھر کیا فیصلہ کیا۔ کیا ہم صبح ہونے کا انتظار کریں کہ ہمیں کوئی کشتی مل جائے اور ہم عافیت سے ندی کے اس پار پہنچ جائیں؟"

اس ویرانے سے گیدڑوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی بھیڑیا بھی کتے کی طرح بھونک رہا تھا۔

حضرت یونسؑ علیہ السلام نے بڑے بیٹے سے کہا "تو کنارے بیٹھ جا۔ میں تیرے چھوٹے بھائی کو کاندھے پر بٹھا کر دوسرے کنارے پر لے جاتا ہوں۔ تیری ماں بھی ہمارے ساتھ جائے گی تاکہ دوسرے کنارے پر تیرے چھوٹے بھائی کو لے کر بیٹھ جائے۔"

بڑا بیٹا ندی کے کنارے بیٹھ گیا۔ حضرت یونسؑ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کاندھے پر بٹھا لیا اور بیوی کا ہاتھ پکڑ کر ندی میں اتر گئے۔ کچھ ہی دور چلے تھے کہ انہیں اندازہ ہو گیا کہ ندی کا بہاؤ بہت تیز ہے۔ ان کے دونوں پاؤں پانی دھکیل رہا تھا۔ بیوی نے آپ کا ایک ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے انہوں نے کاندھے پر بیٹھے ہوئے بیٹے کو سنبھال رکھا تھا۔

بیچ ندی میں پانی کے تیز دھارے نے حضرت یونسؑ کو ہلا دیا اور کاندھے پر بیٹھا ہوا لڑکا چھوٹنے لگا۔ انہوں نے اضطراری طور پر بیوی سے ہاتھ چھڑا کر دونوں ہاتھوں سے بیٹے کو پکڑنا چاہا تو بیوی پانی میں بہہ گئی۔

بیوی کو روکنے کی کوشش کی تو پاؤں پھسلا اور کاندھے سے بیٹا بھی پانی میں گر گیا۔

اب حضرت یونسؑ ندی میں اکیلے کھڑے رہ گئے تھے۔ اندھیرے میں دونوں کہاں بہہ گئے تھے‘ یہ پتا لگانا دشوار تھا۔ پانی کے دھارے میں یہ ان دونوں کو کہاں تلاش کرتے؟ اسی عالم میں بھیڑیے کی آواز ندی کے کنارے سے سنائی دی۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ ان کا بڑا بیٹا بھی خطرے میں تھا۔

بالکل غیر ارادی طور پر وہ اپنے بیٹے کی طرف بھاگے کہ اسے بھیڑیے سے بچائیں۔

یہ ابھی کنارے پر پہنچے بھی نہیں تھے کہ بڑے بیٹے کی چیخ سنائی دی "ابا بچاؤ! بھیڑیا آیا بچاؤ! بھیڑیا ....."

جب تک وہ کنارے پر پہنچتے‘ بھیڑیا بیٹے کو اٹھا کر غائب ہو چکا تھا۔ بیٹے کی آواز کم ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی۔

اب حضرت یونسؑ کے پاس کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ یہ مغموم مگر راضی بہ رضا الٰہی خاموش ندی کے اس پار چلے گئے۔ ایک جنگل میں سکونت اختیار کی اور اس دن کا انتظار کرنے لگے جب ان کی بددعا کا اثر ظاہر ہو اور نینوا والوں پر عذاب نازل ہو۔

وہ نینوا والوں سے یہ کہہ آئے تھے کہ ان پر چالیس دن بعد عذاب نازل ہو جائے گا۔ وہ ایک ایک دن بے چینی سے گزار رہے تھے اور انہیں اپنے اللہ پر یقین تھا کہ ان کی بددعا کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا اور نینوا والوں پر چالیس روز کے اندر عذاب نازل ہو گا۔

جو بھی نینوا سے آتا‘ حضرت یونسؑ اس سے پوچھتے "نینوا والوں کا کیا حال ہے؟"

ہر کوئی انہیں یہی جواب دیتا "نینوا کے لوگ بہت خوش ہیں اور جس طرح وہ سالہا سال سے خوش و خرم اور آسودگی کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔"

اس قسم کے جوابات سے حضرت یونسؑ کو تکلیف پہنچتی کہ اللہ نے ان کی دعا قبول نہیں کی اور نینوا والوں پر کوئی عذاب نہیں نازل کیا۔

کہتے ہیں کہ شیطان کو ورغلانے کے لیے ایک بہترین موقع ہاتھ آ گیا تھا اور ایک دن وہ بھی ایک مسافر کی صورت میں آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے اس سے بھی یہی سوال کیا "اے شخص! تو نے نینوا والوں کو دیکھا؟"

شیطان نے جواب دیا "خوب دیکھا اور اس وقت میں انہی کے پاس سے آ رہا ہوں۔"

آپ نے پوچھا "وہ کس حال میں ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا یا نہیں؟"

شیطان نے انہیں غور سے دیکھا۔ "مجھے تو تم وہی شخص معلوم ہوتے ہو جو نینوا کے لوگوں کو برائیوں سے روک رہا تھا اور جب وہ نہیں باز آئے تو انہیں خوف ناک عذاب کی خبر دے کر چلا آیا۔"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "ہاں، میں وہی شخص یونس ہوں اور انتظار کر رہا ہوں کہ میری بددعا کا اثر ظاہر ہو۔"

شیطان نے جواب دیا "اللہ نے تیری نہیں سنی اور تیری دعا نامقبول ہوئی۔ نینوا کے لوگ پہلے سے زیادہ آسودہ حال اور خوش حال ہیں۔"

حضرت یونسؑ کو اس جواب سے بے حد دکھ پہنچا اور دل میں کہا "اے اللہ! تو نے یہ کیا کیا۔ میں تو اپنی قوم میں جھوٹا ہو گیا۔"

○☆○

حضرت یونسؑ کے چلے آنے کے بعد لوگوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے اللہ کے ایک بے لوث بندے کو مایوس کیا اور وہ آزردہ خاطر ہو کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ گیا۔

اللہ کے صالح بندے اپنی قوم کو ڈرا رہے تھے کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ اگر انہوں نے قوم کو بددعا دی اور آسمان سے نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کیا تھا تو وہ عذاب قوم پر نازل ہو کر رہے گا۔

پوری قوم میں یہ چرچا عام ہو گیا کہ اللہ کے اس نیک بندے کی بددعا کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا اس لیے اسے تلاش کر کے واپس لایا جائے اور کہا جائے کہ وہ انہیں دعا دے کہ وہ عذاب سے محفوظ رہیں۔

قوم کے مفسد اور گمراہ لوگوں نے اپنی قوم سے کہا "تمہیں بلاوجہ کا خوف ہو رہا ہے۔ ہم پر کوئی عذاب نہیں نازل ہو گا کیونکہ ایک اللہ کے مقابلے میں ہمارے دیوی دیوتاؤں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ ایک پر غالب آجائیں گے۔ یونس کی بددعا سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

مگر بددعا کے اثرات اچانک ظاہر ہونے لگے۔ قوم نے دیکھا کہ آسمان پر سیاہ بادل نمودار ہوا اور سیاہ بادل کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا فضائے بسیط پر پھیلنے لگا۔ صبح کی روشنی غائب ہونے لگی اور پھر اس سیاہی سے دھواں بھی خارج ہونے لگا۔ یہ سیاہی نیچے اترنے لگی۔ مکانوں کی چھتیں اس تاریکی میں غائب ہو گئیں۔

بظاہر عذاب کا نزول جاری تھا۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت یونسؑ سچے تھے۔ قوم کے لوگ ان کی تلاش میں نکل گئے۔ حکمران بھی اپنے محل سے باہر آگیا اور لوگوں سے کہا "آؤ ہم سب اپنے دیوی دیوتاؤں کو جھٹلائیں اور یونس کے اللہ پر ایمان لائیں۔ بے شک یونس اللہ کا بندہ ہے اور اللہ ہی ہم سب کا معبود ہے۔"

اب پوری قوم توبہ کر رہی تھی اور اللہ پر ایمان لا رہی تھی۔ وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ جو کچھ حضرت یونسؑ لے کر آئے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ عوام اور خواص نے فیصلہ کیا کہ وہ روزہ رکھیں گے۔

یہ خبریں بادشاہ تک پہنچیں تو وہ بھی اپنی قوم میں شامل ہو گیا۔ اس نے عوام و خواص کو ٹاٹ اوڑھے دیکھا۔ وہ سب اپنے اپنے آگے راکھ کا ڈھیر لگائے بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے ارکان دولت کے ذریعے نینوا میں یہ اعلان کروا دیا کہ ہر جان دار روزہ رکھے۔ انسان ہو یا حیوان، نہ کچھ کھائے نہ کچھ پیئے اور یہاں تک کہ نہ کچھ چکھے۔

• انسانوں کی طرح حیوانوں کی بھی برہنگی دور کی جائے۔ انہیں بھی ٹاٹ پہنا دیا جائے۔ سب مل کے اللہ کے حضور گریہ وزاری کریں اور اپنی روش اور اپنے ظلم سے باز آجائیں۔ شاید اللہ کو ان پر رحم آجائے اور وہ اپنا ارادہ بدل دے۔ ان پر اس کا قہر نازل نہ ہو اور وہ ہلاک نہ ہوں۔

ان سب کی یہ گریہ وزاری اللہ کو پسند آگئی اور اس نے انہیں معاف کر دیا۔ آسمان سے سیاہ بادل غائب ہونے لگے۔

تاریخ میں یہ واحد قوم تھی جس پر عذاب نازل ہوتے ہوتے رہ گیا اور پوری قوم صدق دل سے حضرت یونسؑ کی پیغمبری اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئی تھی جب کہ وہ ان میں موجود نہ تھے۔

حضرت یونسؑ اپنی قوم کے اس انقلاب سے بے خبر کہیں دور چلے جانے کی فکر میں تھے چنانچہ جب شیطان نے انہیں یہ بتا دیا کہ ان کی بددعا بے کار رہی اور نینوا کے لوگ خوشی اور آسودگی کی زندگی گزار رہے ہیں تو انہوں نے اپنی قوم سے دور چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ وہ دریائے فرات کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ دریا کے ساحل پر مسافر سے بھری ہوئی کشتی موجود تھی۔ یہ بھی کشتی پر سوار ہو گئے۔ کشتی پر بیٹھنے کے بعد حضرت یونسؑ کو احساس ہوا کہ آخر انہیں اللہ نے اتنی بڑی آزمائش میں کیوں ڈالا اور ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوئی جب کہ وہ اللہ کے حکم سے نینوا گئے تھے۔ وہ اپنا محاسبہ خود کر رہے تھے تو انہیں احساس ہوا کہ جب وہ خدا کے حکم سے نینوا گئے تھے تو انہیں مایوسی کی حالت میں اپنی مرضی سے نینوا کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ انہیں اللہ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔

حضرت یونسؑ کی نیکی اور بزرگی کا مسافروں پر بھی اثر ہوا۔ ان کے دل گواہی دے رہے تھے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔

کشتی نے ساحل چھوڑا اور وہ آگے روانہ ہو گئی۔ بیچ دریا میں کشتی کے پہنچنے کے بعد ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ سخت ہواؤں کے جھکڑ کشتی کو ادھر ادھر لے جانے لگے اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کشتی ڈوب جائے گی۔ ملاح مایوس ہو چکے تھے اور مسافر مدد کے لیے اپنے دیوتاؤں کو بلا رہے تھے۔

کشتی میں جو زیادہ بوجھ تھا اسے دریا میں پھینک دیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کشتی ہلکی

ہو جائے گی اور انہیں کسی حد تک طوفان سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

حضرت یونسؑ طوفان سے بے نیاز کشتی میں سوئے ہوئے تھے جبکہ سبھی لوگ رو رو کے اپنے دیوی دیوتاؤں سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ کسی نے ملاح کو بتایا کہ ایک شخص اس طوفان میں بھی سویا ہوا ہے۔ وہ بیدار ہو کر دعا کرے تو شاید اس کی دعا قبول ہو جائے اور وہ سب بچ جائیں۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کسی نے یہ مشورہ دیا "اس کشتی پر کوئی گناہ گار بندہ سوار ہوا ہے۔ اگر اسے پانی میں پھینک دیا جائے تو ہم سب عذاب سے بچ جائیں گے۔"

حضرت یونسؑ کو بیدار کر دیا گیا۔ انہوں نے بھی گناہ گار بندے کی بات سنی تو ان سب سے کہا "یہ شخص صحیح کہتا ہے' وہ گناہ گار غلام میں ہی ہوں۔ مجھ سے زیادہ گناہ گار اس کشتی میں کوئی اور نہ ہو گا۔ مجھے دریا میں پھینک دو اور اپنے آپ کو بچا لو۔"

لوگوں کو آپ کی بات پر یقین نہیں آیا اور انہوں نے کہا "تو تو ہمیں درویش صفت انسان لگتا ہے اور جسے ذرا سی بھی عقل ملی ہو گی وہ تجھ پر بدگمانی نہیں کر سکتا۔ اس کشتی میں ایک سے ایک گناہ گار سفر کر رہا ہے۔"

حضرت یونسؑ نے کہا "افسوس کہ تم نہیں جانتے کہ مجھے اللہ نے ایک شہر میں نبی بنا کر بھیجا تھا۔ میں نے اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اس شہر کو چھوڑ دیا۔"

لوگوں نے کہا "پھر بھی ہم تجھے دریا میں نہیں پھینکیں گے۔ اس کشتی میں کون گناہ گار ہے' ہم پر یہ مصیبت کس کی وجہ سے آئی اور ہمیں کس شخص سے نجات حاصل کرنا چاہیے' یہ سب جاننے کے لیے ہم قرعہ اندازی کریں گے۔"

حضرت یونسؑ نے کہا "قرعہ اندازی کر کے دیکھ لو۔ اس میں بھی میرا ہی نام نکلے گا۔"

قرعہ اندازی ہوئی اور اس میں بھی حضرت یونسؑ کا نام نکلا۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ ملاح نے ان سے پوچھا "تو کہاں سے آیا ہے؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "میں نینوا سے آیا ہوں۔"

ملاح نے پھر پوچھا "تیرا وطن کہاں ہے؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "میں یروشلم کا رہنے والا ہوں۔"

ملاح نے پوچھا "تو کس قوم کا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "میں عبرانی ہوں۔"

ملاح نے آخری سوال کیا "اب تو ہم کو یہ بھی بتا دے کہ ہم سب پر آفت کس سبب سے نازل ہوئی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "میں آسمانی خداوند خدا سے جو بحر و بر کا مالک اور خالق ہے' ڈرتا ہوں اور میں خداوند خدا کے حضور سے بھاگا ہوا غلام ہوں۔"

لوگوں نے دیکھا کہ قرعہ بھی ان کے نام کا نکلا ہے اور وہ بہ خوبی اقرار کر رہے ہیں کہ وہ اللہ کے گناہ گار بندے ہیں تو وہ سب مجبور ہو گئے۔

ان سب کو حضرت یونسؑ کو دریا میں پھینکنے میں اب بھی تامل تھا۔ ملاح نے کوشش کی کہ کشتی کو کنارے لے جائے مگر وہ ناکام رہا۔ حضرت یونسؑ کی طرف سے برابر اصرار ہوتا رہا کہ انہیں دریا میں پھینک دیا جائے۔ انہوں نے کہا "تم لوگ بے کار کوششیں مت کرو۔ مجھے اٹھا کر پانی میں پھینک دو تو تمہارے لیے طوفان ساکن ہو جائے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم پر یہ طوفان میرے ہی سبب سے آیا ہے۔"

ملاح نے محسوس کیا کہ موجیں زیادہ شدت اختیار کرتی جا رہی ہیں اور طوفان بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "اے خداوند! ہم تیری منت کرتے ہیں کہ ہم اس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تو خون ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈال کیونکہ اے خداوند! تو نے جو چاہا سو کیا۔"

پھر ان لوگوں نے حضرت یونسؑ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔

ان کے' پانی میں گرنے کے بعد ایسا لگا جیسے وہ پانی کی تہ میں اترتے چلے جا رہے ہیں۔ موجوں نے انہیں گھیر لیا اور پانی اوپر سے گزر رہا تھا۔ اسی عالم میں وہ سوچ رہے تھے کہ شاید اب وہ مقدس ہیکل کو کبھی بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔

پھر بحری نبات ان کی سر پر لپٹ گئی۔ اندر انہیں پہاڑوں کی جوف نظر آ رہی تھی۔ انہیں ایسا لگا کہ شاید اب انہیں زمین دیکھنا نصیب نہ ہو اور وہ پاتال میں اترے چلے جائیں گے۔

اسی عالم میں ایک مچھلی نمودار ہوئی اور اس نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ جانے کے بعد انہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا محسوس ہوا۔ اس وقت بھی انہیں احساس تھا کہ یہ سب کچھ ان کے کسی قصور اور غلطی کی وجہ سے پیش آ رہا ہے۔

انہیں مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے پر حیرت تھی۔ وہ یہاں بھی اللہ سے غافل نہیں رہے اور اللہ سے معافی مانگتے رہے۔ وہ تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہے اور بالآخر یہ دعا مانگی "**لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین**" (تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں)

اس دعا کے طفیل مچھلی کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت یونسؑ کو اگل دے۔

مچھلی نے ساحل پر آکے انہیں ایک وسیع اور فراخ میدان میں اگل دیا۔

اب وہ اس قدر نحیف اور لاغر ہو چکے تھے کہ دھوپ ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ کھال اتنی نرم ہو چکی تھی کہ جیسی کسی پرندے کے نومولود بچے کی ہوتی ہے۔

یہاں اس نرم کھال کو سورج کی تمازت سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ ان پر نیم مدہوشی سی طاری رہی۔ اب انہیں بھوک بھی لگ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ رفتہ رفتہ انہیں احساس ہوا کہ دھوپ کی شدت میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔

کافی دیر بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو انہیں اپنے سر پر ایک سائبان سا محسوس ہوا۔ اس وقت وہ واقعی ایک بیل دار درخت کے سائے میں دراز تھے۔ پتا نہیں یہ بیل کس شے پر چڑھی ہوئی تھی کہ بالکل ایک حجرہ سا بن گیا تھا۔ انہیں اس بیل کے سائے کے نیچے بہت سکون محسوس ہوا۔

بھوک برابر ستا رہی تھی۔ اچانک ان کا ہاتھ کسی شے سے ٹکرایا۔ اس شے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کدو ہے۔ یہ کدو کی بیل تھی جس میں بہت سے کدو لگے ہوئے تھے۔ بیل کا سایہ اور کدو کی موجودگی انہیں یقین دلا رہی تھی کہ اللہ ان پر مہربان ہے۔ انہوں نے کدو کو غذا کے طور پر کھانا شروع کیا۔ پانی کی کوئی کمی نہ تھی' سامنے دریا موجود تھا۔

اب انہیں زندہ رہنے کے سارے وسائل حاصل ہو گئے تھے۔ یہاں انہیں بار بار نینوا کے لوگ یاد آرہے تھے جنہیں وہ بددعا دے کر چلے آئے تھے۔ وہ اللہ سے توبہ و استغفار کرتے رہے۔

انہیں وحی الٰہی کا انتظار تھا کیونکہ انہوں نے وحی الٰہی کے بغیر نینوا چھوڑ کے بڑی مصیبتیں جھیلی تھیں۔

خوش حالی کے دن بھی گزر گئے اور بیل سوکھنے لگی۔ وہ بیل کے سوکھنے کی وجہ سے لاعلم تھے مگر سبب جاننے کی کوشش ضرور کر رہے تھے۔ آخر کار جڑ میں ایسے حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے دیکھے جو بیل کا صفایا کر رہے تھے۔

حضرت یونسؑ کو اس منظر نے بہت دکھ پہنچایا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی "اے اللہ! تو اس بیل پر رحم فرما اور وہ کیڑے مکوڑے جن سے بیل کو نقصان پہنچ رہا ہو' انہیں بھی زندگی دے۔"

ان کی یہ دعا اللہ نے قبول فرمائی اور انہیں متنبہ کیا "اے یونس! ذرا سوچو تو سہی کہ تم ایک بیل کی بربادی کے دکھ کو کتنی شدت سے محسوس کر رہے ہو اور اس کے لیے میری جناب میں دعا کر رہے ہو کہ اس بیل کو بچا لیا جائے۔"

حضرت یونسؑ کو ڈر ہوا کہ اللہ اس بیل کے حوالے سے ان پر معلوم نہیں کیا واضح کرنا چاہتا ہے' عرض کیا "اے اللہ! میں بہت کمزور ہوں اور نادان بندہ ہوں۔ مجھے اب کسی آزمائش میں نہ ڈال کہ میں

پھر بھٹک جاؤں۔"

انہیں غیب سے مطلع کیا گیا "اے یونس! جب تم نینوا میں تلقین کر رہے تھے تو وہاں کتنے لوگ آباد تھے؟ اور وہ شہر کتنے حصے میں آباد تھا؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "اے اللہ! جہاں تک مجھے معلوم ہے نینوا کئی میل میں پھیلا ہوا تھا اور اس کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تھی۔"

غیبی آواز نے پوچھا "جب تو ان کی طرف سے مایوس اور خوف زدہ ہوا تو تو نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "میں اس قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ اگر میں ان لوگوں میں رہ جاتا تو وہ ہمیں ہلاک کر دیتے۔"

ان سے پوچھا گیا "اے یونس! کیا تمہیں میری طرف سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ تم نینوا چھوڑ دو۔"

حضرت یونسؑ نے جواب دیا "مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔"

ان سے پھر پوچھا گیا "تو نے انہیں بددعا دی تھی۔ کیا اس بددعا کا میری طرف سے حکم دیا گیا تھا؟"

حضرت یونسؑ نے اس بار بھی انکار کیا "نہیں الہ العالمین' مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا؟"

حضرت یونسؑ سے پھر پوچھا گیا "یہ بیل جس کے سائے میں تو رہتا تھا' تو نے اس کے اگانے میں کتنی محنت کی تھی؟"

انہوں نے انکار کیا "اس بیل کے اگانے میں میری محنت کو کوئی دخل نہیں تھا۔"

انہیں بتایا گیا "اے یونس! تو اس بیل کے سوکھنے پر اتنا رنجیدہ ہو گیا اور اس کا اتنا خیال کیا حالانکہ اس کے لیے تو نے کوئی محنت نہیں کی تھی بلکہ اسے ہم نے اگایا تھا۔ تو اس بیل کو ذہن میں رکھ کے سوچ کہ تو نے کئی میل میں آباد ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد آبادی کے شہر کو تباہ و برباد کر دینے کی بددعا دے دی تھی۔ صرف اپنی خاطر' اپنی جان بچانے کے لیے۔ کیا مجھے اس کی بربادی پر دکھ نہ ہوتا۔"

حضرت یونس علیہ السلام کانپ گئے اور اللہ کے حضور معافی مانگتے رہے۔ آپ نے پوچھا "اے اللہ! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

انہیں حکم دیا گیا "نینوا! واپس جاؤ اور دیکھو کہ تمہاری تعلیمات نے ان پر کیا اثر کیا۔ تم نینوا سے دور بیٹھے اپنی بددعا کے اثرات کا نتیجہ معلوم کرتے رہے اور جب شیطان نے تم کو بتایا کہ نینوا والے تمہاری بددعا سے محفوظ رہیں اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تو تم بددل ہو کر کشتی میں جا بیٹھے حالانکہ نینوا پر اس لیے عذاب نہیں کیا گیا کہ وہ تمہاری عدم موجودگی میں مجھ پر ایمان لے آئے تھے۔ تم نینوا واپس جاؤ دیکھو کہ وہ گمراہ ہیں یا ایمانداری سے زندگی گزار رہے ہیں۔"

حضرت یونس علیہ السلام کو بڑی شرمندگی ہوئی۔

صحیفے میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "اب اے خداوند! تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان لے لے کیونکہ میرے جینے سے مرجانا بہتر ہے۔"

"اور یونس شہر کے باہر مشرق کی طرف جا بیٹھا۔ وہاں اپنے لیے ایک چھپر بنا کر بیٹھ رہا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔

تب خداوند نے کدو کی ایک بیل اگائی اور اسے یونس کے اوپر پھیلا دیا کہ اس کے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے اور یونس اس بیل کے سائے سے نہایت خوش ہوا لیکن دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سوکھ گئی۔ جب آفتاب بلند ہوا تو مشرق سے خدا نے لو چلائی اور آفتاب کی گرمی نے یونس کے سر پر اثر کیا۔"

وہ بے تاب ہو گیا اور موت کا آرزومند ہو کے کہنے لگا "میرے جینے سے مرجانا بہتر ہے۔"

تب خدا نے یونس سے فرمایا "تو اس بیل کے سبب سے ایسا ناراض ہے؟"

تب خداوند نے فرمایا "تجھے اس بیل کا اتنا خیال ہے، جس کے لیے تو نے کچھ محنت کی اور نہ اسے اگایا جو ایک ہی رات میں اگی اور ایک ہی رات میں سوکھ گئی اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوا کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے لوگ آباد ہیں جو اپنے داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں۔"

حضرت یونس علیہ السلام نینوا کی طرف چل پڑے۔ انہیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ لوگ انہیں اس وقت تلاش کر رہے تھے۔ حضرت یونسؑ کو دیکھتے ہی انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ شہر میں لے گئے۔

پورے شہر نے ان کی واپسی پر اللہ کا شکر ادا کیا اور یہیں انہیں بتایا گیا کہ ان کے دونوں بیٹے اور بیوی محفوظ ہیں۔ ایک بیٹے اور بیوی کو لوگوں نے پانی سے نکال لیا اور دوسرے بیٹے کو بھیڑیے سے چھین لیا گیا تھا۔

حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو دیکھا تو وہ آپ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہی تھی اور ایک اللہ کی عبادت کر رہی تھی۔ انہیں معلوم ہوا کہ اس قوم پر ان کی بددعا کے نتیجے میں عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا تھا مگر ان کی قوم نے عذاب کے نزول سے پہلے ہی توبہ واستغفار کر لیا تھا۔ ان کی توبہ میں خلوص شامل تھا اور کسی تخصیص کے بغیر ہر کسی نے اس توبہ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا۔ بادشاہ ارکان حکومت، قبائلی سردار اور عوام غرض سب نے اجتماعی توبہ کی تھی یہاں تک کہ سب نے ٹاٹ اوڑھ لیا تھا اور روزہ رکھ لیا تھا۔ اس روزے میں مویشیوں کو بھی شریک کر لیا گیا تھا۔ اللہ نے اس قوم کی

الحاح وزاری کو پسند کیا۔ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اللہ نے اپنے نبی کی بات بھی رکھ لی تھی اور جب قوم نے اجتماعی توبہ کر لی اور ایک اللہ کی معبودیت کے قائل ہو گئے تو اس قوم پر سے عذاب کو ٹال دیا گیا اور اسے تباہی سے بچا لیا گیا۔

قوم نے جس طرح اپنے نبی کی واپسی پر ان کا استقبال کیا تھا، اس کا وہ خلوص بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

حضرت یونسؑ نینوا میں اس کے بعد اکتیس سال تک ان کی رہنمائی کرتے رہے اور یہ قوم خوش حالی کی زندگی بسر کرتی رہی۔ دنیا کی یہ واحد قوم ہے، جس نے اپنے نبی کی عدم موجودگی میں توبہ واستغفار کے ذریعے عذاب کو ٹالا اور خسران سے محفوظ رہی۔ اس قوم کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ مدتوں اپنے ناراض نبی کو تلاش کرتی رہی اور پھر انہیں نہایت شاندار طریقے سے اپنے شہر میں واپس لے آئی۔

حضرت یونسؑ کی اس جلدبازی کو بعد میں بحث ومباحثے کا موضوع بنایا گیا کہ انہوں نے وحی الٰہی کا انتظار بھی نہیں کیا اور اپنی قوم کو بددعا دے دی حالانکہ انہیں اللہ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اس کی وجہ سے انہیں کئی تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک تاریکی تو یہ تھی کہ وہ اللہ کی مشیت اور اس کے حکم کی عدم موجودگی میں سفر کرتے رہے اور یہ تاریک راہوں کا سفر تھا۔

دوسری تاریکی پانی کی تہ میں چلے جانے کی تھی کہ تہ میں اترتے چلے گئے یہاں تک پہاڑوں کی جوف کی تاریکی نظر آنے لگی۔

تیسری تاریکی مچھلی کے پیٹ کی تھی اور اس تاریکی میں انہیں تین دن اور تین راتیں گزارنا پڑیں۔

ان وجوہ سے بعد میں لوگوں نے حضرت یونسؑ کے مقام اور مرتبے کو گھٹانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت فرمائی۔

بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) یونس بن متی سے بہتر ہوں۔"

ایک دوسری جگہ پر ذکر آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روای ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کوئی سامان فروخت کر رہا تھا۔ خریدار نے چیز خریدلی مگر اس کی جو قیمت ادا کرنی چاہی، وہ یہودی تاجر کی مرضی کے خلاف تھی۔ اس یہودی نے وہ چیز واپس لینا چاہی اور کہا "اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں افضل بنایا، میں اس قیمت پر اپنی چیز فروخت نہیں کروں گا۔"

خریدار انصاف پسند تھا۔ اسے غصہ آ گیا۔ اس نے طیش میں یہودی کے ایک گال پر طمانچہ رسید

کردیا اور کہا "جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو تو ایسی بات کیوں کہہ رہا ہے اور موسیٰ کو افضل بشر قرار دے رہا ہے۔"

یہودی نے انصار کا ہاتھ پکڑا اور کہا "تو نے مجھ پر ظلم کیا ہے' اب اس مقدمے کا فیصلہ تیرے نبی کریں گے۔"

وہ یہودی انصاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا "اے ابوالقاسم' میں آپ کے عہد اور ذمے داری میں ہوں۔ اپنے ذمی ہونے کی رقم ادا کرتا ہوں۔ اس انصاری نے میرے منہ پر ایک طمانچہ رسید کردیا۔ آپ اس سے دریافت فرمائیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے پوچھا "تو بتا کہ واقعہ کیا ہے؟"

انصاری نے جواب دیا "یا رسول اللہ! میں اس یہودی سے ایک چیز خرید رہا تھا۔ اس نے کچھ قیمت بتائی اور میں کوئی اور قیمت دینا چاہتا تھا۔ ہم دونوں میں بحث ہوئی تو اس نے کہا کہ اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں افضل بنادیا' میں اس قیمت پر اپنی چیز فروخت نہیں کروں گا۔ اس کی اس قسم پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ تو ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں موسیٰ کو تمام انسانوں میں افضل قرار دے رہا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا "لوگو! نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس زمین اور آسمان کے درمیان جتنے بھی جاندار ہیں' وہ سب بے ہوش ہوجائیں گے مگر اللہ جس کو چاہے گا مستثنیٰ کردے گا۔ اس کے بعد ہوش میں لانے کے لیے دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے جو شخص ہوش میں آئے گا' وہ میں ہوں گا اور میں غشی سے بیدار ہونے کے بعد دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کے سہارے کھڑے ہیں۔ کچھ پتا نہیں لگتا کہ وہ غشی سے محفوظ ہیں یا وہ مجھ سے بھی پہلے ہوش میں آگئے۔ ہوسکتا ہے ان کی غشی کا معاملہ طور کی غشی کے واقعے میں محسوب ہوگیا ہو اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی بھی نبی یونس بن متی سے افضل ہے۔"

اس افضل و مفضول کے سلسلے میں بہت بحث و مباحثے ہوئے لیکن دو حضرات نے اس سلسلے میں جو فیصلہ کیا وہ قابل مطالعہ اور قابل قبول ہے۔

حافظ بن حجر لکھتے ہیں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت فرمائی ہے [illegible] لے میں کچھ وضاحتیں ضروری ہیں۔ ایسی فضیلت ممنوع ہے جو اپنی ذاتی رائے سے اختراع کی جائے جبکہ وہ فضیلت ممنوع نہیں ہے جو دلیل شرعی پر قائم کی گئی ہو۔ وہ فضیلت منع ہے جس

سے ایک جنبی کو اس طرح فضیلت دی جارہی ہو کہ اس سے دوسری نبی کی شان میں نقص پیدا ہورہا ہو یعنی ایسی فضیلت اور تنقیص جس سے خصومت اور جھگڑے اٹھ کھڑے ہوں اور ایسی فضیلت ہرگز نہ دی جائے کہ ایک نبی کے اندر اس طرح تمام فضائل جمع کردیے جائیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ دوسرے نبی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس کا نفسِ مطلب یہ ہے کہ نفس نبوت میں ایک نبی پر دوسرے نبی کو فضیلت نہ دو۔"

حلیمی کہتے ہیں "جو احادیث کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت کرتی ہیں اور اس مواقع سے تعلق رکھتی ہیں جب اہل کتاب میں انبیا کے متعلق مجادلہ اور جھگڑا ہورہا ہو یا مسلمان اور عیسائی اپنے اپنے نبی کو دوسرے پر ترجیحی دے رہے ہوں۔

ایسی صورت میں جب دو مذہبوں کے درمیان بحث چھڑ جائے اور یہ امکان پیدا ہوجائے کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہوجائے اور کفر کا سبب بنے' مسلمانوں پر واجب ہے کہ مذاہب کے تمام سچے نبیوں کو اپنا نبی سمجھیں لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ انبیا کی باہمی فضائل کی بحث سے ایک دوسرے کی حقیقی ترجیح کو ثابت کیا جائے تو یہ منع نہیں ہے۔"

قرآن پاک میں حضرت یونسؑ کو دو مختلف القاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ ایک جگہ آپ کو ذوالنون (مچھلی والے) اور دوسری جگہ صاحب الحوت (مچھلی والے) کہا گیا ہے۔ عربی میں حوت مچھلی کو کہتے ہیں اور قدیم عربی میں نون بھی مچھلی کو کہتے تھے۔

مولانا آزاد کے قبول آرامی' کلدانی اور مصری زبانوں میں بھی مچھلی کے لیے لفظ نون استعمال ہوا ہے۔

آپ کی قبر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نینوا میں ہے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے موصل میں ان کے مزار پر حاضری دی تھی اور یہ موصل وہی جگہ ہے جو قدیم تاریخ میں نینوا کہی گئی ہے۔

ایک دوسرے عالم عبدالوہاب بخاری لکھتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی قبر فلسطین کے شہر خلیل سے متصل حل حول نامی بستی میں ہے لیکن آپ کے مزار کے سلسلے میں موصل ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔ ان کی قبر کے قریب ہی ان کی والدہ متی کی قبر بھی موجود ہے۔

○☆○

مضمون کے ماخذ

کتاب الہدیٰ	ترجمان قرآن	قصص القرآن	انبیائے قرآن
یعقوب حسن	مولانا آزاد	مولانا حفظ الرحمن سیوهاروی	جمیل احمد

حضرت عزیز علیہ السلام

(600 ق م)

حضرت مسیحؑ سے تقریباً سات سو سال پہلے بابل ترقی کے انتہائی عروج پر تھا۔ اس کے فرمانروا بخت نصر کو اپنی حدودِ سلطنت کو وسعت دینے کا خبط تھا اور وہ آس پاس کے ملکوں اور شہروں پر حملے کرتا رہتا تھا۔ اچانک اس نے یروشلم کا رخ کیا اور فلسطین پر یکے بعد دیگرے تین حملے کیے۔ بنی اسرائیل کو شکستِ فاش ہوئی۔ بخت نصر نے اپنے مفتوحہ علاقے کو تباہ و برباد کر ڈالا اور یروشلم کی عبادت گاہ سے قیمتی اور متبرک سامان نکلوا کر اپنی فوج کے حوالے کر دیا۔ اس سامان میں ہیکل کے مقدس برتن بھی تھے۔ وہ ایک طرف تو لوٹ مار کروا رہا تھا اور دوسری طرف قتلِ عام۔

جب یہ قتل و غارت گری ہو رہی تھی تو بخت نصر نے یہ واضح حکم دیا کہ قتل صرف ان لوگوں کو کیا جائے جو دنیا کے کام کے نہ رہ گئے ہوں یعنی بوڑھوں' بیماروں اور کمزوروں کو مار دیا جائے۔ صحت مندوں' جوانوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔

فوج اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں مشغول تھی۔ مکانوں اور عمارتوں کو توڑا پھوڑا جا رہا تھا اور بخت نصر بذات خود یروشلم کا جائزہ لے رہا تھا۔ جو لوگ قیدی بنا لیے گئے تھے' ان سے باتیں کر رہا تھا۔ یروشلم کی قابلِ ذکر ہستیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اسے حیرت ہوئی کہ جس شہر میں متواتر برگزیدہ ہستیاں پیدا ہوتی رہی ہوں۔ وہاں گمراہیاں اتنی عروج پر ہوں۔ وہ یروشلم کے زندہ بچ جانے والے بزرگوں سے پوچھ رہا تھا کہ جب ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو اپنے کشف سے آنے والے دنوں سے خبردار کر دیا کرتے تھے' نازل ہونے والی مصیبتوں سے خبردار کر دیا کرتے تھے تو کیا اس مصیبت کا کسی نے ذکر نہیں کیا تھا؟

ایک عورت نے بخت نصر کی یہ باتیں سنیں تو کہا "تیری فوج نے یروشلم کو برباد کر ڈالا' عمارتیں گرا دیں' گھروں کو پھونک دیا' کتابوں کو جلا دیا۔ یہاں تک کہ ہماری عبادت گاہوں میں مقدس کتابوں کے جو

نسخے رکھے ہوئے تھے وہ بھی جلا دیے گئے۔ ہماری توریت جل گئی' نبیوں کے مکاشفے پھنک گئے۔ اب جو تو ہمارے نبیوں اور ولیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے تو اس سے کیا حاصل؟؟"

بخت نصر نے متکبرانہ لہجے میں کہا "میں تمہارے خدا کا بھیجا ہوا عذاب ہوں جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔"

عورت نے کہا "اس عذاب کی خبر ہمارے یرمیاہ نامی بزرگ نے پہلے ہی دے دی تھی اور ان کو اس سلسلے میں قید کر دیا گیا تھا۔ یرمیاہ نے پیش گوئی کی تھی کہ اے بنی اسرائیل! تم نے اپنی اصلاح نہ کی اور یونہی گمراہی میں پڑے رہے تو اللہ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ تمہاری حکومت تم سے چھین لی جائے گی۔ تمہاری آبادی قبرستان میں بدل جائے گی۔ تمہارے گھر جلا دیے جائیں گے۔ ہیکل کی مقدس چیزیں اور برتن چھین لیے جائیں گے۔ ان کی اس پیش گوئی نے میری قوم کے اربابِ حل و عقد کو اتنا برہم کر دیا کہ انہوں نے یرمیاہ کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ان کی پیش گوئی پوری ہوئی مگر افسوس کہ مکاشفوں کا حامل وہ انسان حق گوئی کی سزا بھگت رہا ہے اور وہ قید خانے میں پڑا ہے۔"

بخت نصر نے دوسروں سے بھی اس کی تصدیق کی اور جب تصدیق ہو گئی تو پوچھا "وہ شخص کہاں قید ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا "شاہی قید خانے میں۔"

بخت نصر نے ان سے پوچھا "تم میں سے کوئی رہنمائی کر سکتا ہے' مجھے اس شخص کے پاس پہنچا سکتا ہے۔"

لوگ اس فاتح کی خوشامد میں لگے ہوئے تھے اور ان میں جو لوگ یرمیاہ کی قید ہونے کی جگہ سے واقف تھے' وہ بخت نصر کو یرمیاہ تک لے گئے۔

بخت نصر نے قید خانے میں دیکھا کہ ایک شخص سر جھکائے بیٹھا دردمندی سے کہہ رہا تھا "آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اے میری قوم! تو نے میری باتوں پر دھیان نہیں دیا اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کہاں ہیں تمہارے وہ لوگ جو بڑھ چڑھ کر بڑی بڑی باتیں کرتے تھے۔ آج یہ حال ہے کہ تمہارے بوڑھے اور کمزور قتل کر دیے گئے۔ تمہارے مکان اجڑ گئے۔ انہیں آگ لگا دی گئی۔ تمہارے ہیکل کا مقدس سامان بابل چلا جائے گا اور مقدس برتنوں میں شراب پی جائے گی اور تم ستر سال تک غلام رہو گے اور یروشلم ویران ہو جائے گا۔"

بخت نصر نے یرمیاہ سے کہا "اے محترم شخصیت! سر اٹھا کر مجھے دیکھیں کہ میں وہی شخص ہوں جس کے سپرد آپ کے کشف کی تعبیر کی گئی ہے۔"

یرمیاہ نے سر اٹھایا اور جذبات سے عاری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بخت نصر سے کہا "میں اس

شخص کو کیا دیکھوں گا جسے حالتِ کشف میں بہت پہلے دیکھ چکا ہوں اور عالمِ رویا میں بار بار دیکھتا رہا ہوں۔"

بخت نصر نے درخواست کی "مجھے کوئی نصیحت کریں۔"

یرمیاہ نے کہا "تو بادشاہ ہے اس لیے تیری ذمے داری ایک عام انسان کی نسبت زیادہ ہے۔ تو میری قوم کے لوگوں کو قیدی بنا کے لے جا رہا ہے۔ تو نے ہیکل کا مقدس سامان بھی لوٹ لیا ہے۔ اب تو اور تیری اولاد ہیکل کے مقدس برتنوں میں شراب پیے گی جس سے خدا کے غضب میں اضافہ ہو گا۔ اگر تو غضب سے بچنا چاہتا ہے تو ہیکل کے مقدس برتنوں میں شراب نہ پی۔"

بخت نصر نے پیش کش کی "مجھے آپ جیسے مخلص' صاف گو اور سچے مشیروں کی ضرورت ہے۔ آپ میرے ساتھ بابل چلیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو شایانِ شان عزت دی جائے گی۔ میں' میرا خاندان اور میری حکومت کا ہر فرد آپ کا احترام کرے گا۔"

یرمیاہ نے کہا "افسوس! میری قوم غلامی کی ذلت کے ساتھ بابل جا رہی ہے۔ میں اس عزت کے ساتھ جو اس وقت مجھے حاصل ہے یعنی مجھے بادشاہ نے غلام نہیں بنایا اور مجھ سے ساتھ چلنے کی درخواست کی ہے تو اب میں اپنی عزت کے مقابلے میں جو تو مجھے دینا چاہتا ہے' اپنی موجودہ حالت کو ترجیح دیتا ہوں۔"

بادشاہ نے ان پر جبر نہیں کیا اور ان کی قوم کے لوگوں کو غلام بنا کے بابل لے گیا۔

یروشلم کے اجڑ جانے کے بعد یرمیاہ نے بیت المقدس گھوم پھر کے دیکھا۔ یہاں سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔ اب یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ گھبرا کے کسی جنگل میں گوشہ گیر ہو گئے۔ یہ جنگل میں کچھ عرصے رہے پھر انہیں اللہ کی طرف سے پیغام ملا "اے یرمیاہ! یہ جنگل تمہارے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ تم بیت المقدس جاؤ کیونکہ بیت المقدس نبیوں کی سرزمین ہے۔"

یرمیاہ نے دل میں سوچا کہ بیت المقدس میں اب کچھ بھی نہیں رہا کیونکہ بیت المقدس کے لوگ بابل چلے گئے۔ اب وہ ایک ویرانہ ہے' وہاں ایک بھی متنفس باقی نہیں رہا۔ قبرستان آباد ہے جو کسی زندہ آدمی کے کام کا نہیں پھر میں وہاں رہ کر کیا کروں گا۔

خدا کی طرف سے یرمیاہ کو حکم دیا گیا "تم اس ویرانے میں جاؤ۔ اللہ اسے دوبارہ آباد کرے گا۔ قبرستان کی فکر نہ کرو۔ جو خدا سب کچھ کر سکتا ہے' وہ بیت المقدس کو دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ قبرستان میں لوگ موجود تو ہیں۔ اللہ ان موجود لوگوں میں جان ڈال سکتا ہے۔"

یرمیاہ بیت المقدس واپس گئے۔ اب یہاں کے قبرستان میں گھوم پھر کے دیکھا تو انہیں رونا آگیا اور کہا "اے اللہ! قبرستان میں تو قبریں تک شکستہ ہیں' مردوں کی ہڈیاں تک ناقص حالت میں ہیں'

گوشت و پوست کا کہیں کوئی پتا نہیں پھر ان میں کس طرح جان پڑے گی۔ یہ ٹوٹی پھوٹی ہڈیاں کس طرح جڑیں گی اور ان ہڈیوں پر گوشت و پوست کس طرح آئے گا۔"

یرمیاہ اپنے ایک گدھے پر سوار کھانا ساتھ لیے قبرستان میں گھومتے پھرتے رہے۔

اس دوران میں ان کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو تاجر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اپنا مال لے کر بابل جارہا تھا۔ جب یرمیاہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بابل جارہا ہے تو انہوں نے اپنی غلام قوم کے نام ایک تحریر بھجوائی "اے میری قوم! اب تو ستر سال تک غلام رہے گی پھر تجھے شمال سے آنے والا فاتح آزاد کرے گا۔"

تاجر چلا گیا۔ یرمیاہ کو نیند آرہی تھی۔ گدھے کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ کھانا سرہانے رکھا اور سو گئے۔

○☆○

بخت نصر کو یرمیاہ کا جو تجربہ ہوا تھا اس سے اُسے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ اس قوم میں بہت عقل مند لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ اس نے خواجہ سراؤں کے سردار اسپنز کو حکم دیا "جا' بنی اسرائیلی غلاموں میں سے چند اعلیٰ نسب اور صاحبِ علم و دانش افراد کو میرے دربار میں لا۔ یہ عقل مند لوگ میرے کام آئیں گے۔ میں انہیں اپنے دربار میں رکھوں گا۔"

اسپنز نے بنی اسرائیل میں سے بادشاہ کے مزاج اور معیار کے مطابق آدمی تلاش کیے تو اسے چار ایسے آدمی مل گئے جن میں سے ایک حضرت دانیال' دوسرے حضرت عزیز' تیسرے حنیناہ اور چوتھے میسائیل تھے۔ یہ چاروں نہ صرف انتہائی عقل مند افراد تھے بلکہ اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر تھے۔ ان چاروں کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

بخت نصر نے انہیں دیکھا تو ان کی صحت کی طرف سے فکر مند ہوا۔ اسپنز نے پوچھا "کیا بات ہے' یہ اتنے کمزور کیوں ہیں؟"

اسپنز نے جواب دیا "حضور والا! یہ کمزور ضرور ہیں شاید اس لیے کہ انہیں دورانِ اسیری صحیح غذا نہیں ملی۔ شکل و صورت اس لیے متاثر نہیں کر رہی کہ ان کے جسموں پر لباس بھی درست نہیں ہے۔ اگر انہیں اچھے کپڑے پہنائے جائیں اور کھانے کو اچھی غذا ملے تو کچھ ہی دنوں میں ان کی وجاہت دیدنی ہوگی۔"

بادشاہ نے اسپنز سے کہا "یہ چاروں ہماری زبان سے واقف نہیں ہیں پھر ہم ان سے کس طرح فائدے اٹھائیں گے؟"

اسپنز نے جواب دیا "ان چاروں پر معلم رکھ دیے جائیں جو انہیں بابلی زبان سکھائیں گے اور

آپ ان سے خاطر خواہ فائدے اٹھا سکیں گے۔"

بخت نصر نے حکم دیا "انہیں اچھی غذائیں دی جائیں' انہیں شاہی لباس پہنایا جائے اور ان پر معلم رکھے جائیں تاکہ یہ میرے دربار کے مطابق بن جائیں۔"

بادشاہ نے ان کے نام بھی بدل دیے۔ حضرت دانیال کا نام بیلاشفر' حضرت عزیز کا نام عبدنجو' حنیناہ کا نام سدرک اور میسائیل کا نام میسک رکھ دیا۔

اب ان چاروں کی بادشاہ کے فرمان کے مطابق تربیت شروع ہو گئی۔ انہیں زرق برق لباس پہنا دیے گئے۔ ان پر الگ الگ چار معلم رکھ دیے گئے جو انہیں بابلی زبان سکھانے لگے۔ ان کو کھانے کے لیے شاہی غذا دی گئی۔ کھانے میں شراب بھی شامل تھی۔ ان چاروں نے شراب پینے سے انکار کر دیا اور اسپنز سے پوچھا "ہمیں بتایا جائے کہ شاہی غذا کھلانے کا مقصد کیا ہے؟"

اسپنز نے جواب دیا "تاکہ تمہارے چہروں پر رونق آجائے۔"

حضرت دانیال نے کہا "ہمیں کھانے میں ساگ پات دیا جائے اور دس دن تک شاہی غذا کسی دوسرے کمزور اور لاغر شخص کو کھلائی جائے۔ اسے شراب بھی پلائی جائے اور پھر ہمارا اس سے موزانہ کیا جائے۔ اللہ نے چاہا تو ہمارے چہروں پر رونق زیادہ ہوگی۔"

اسپنز نے حضرت دانیال کا جواب بخت نصر تک پہنچا دیا تو اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ وہ جو چاہتے ہیں' انہیں اسی طرح رکھا جائے اور دس دن بعد ان چاروں کو پانچویں شاہی غذا اور شراب پینے والے شخص کے ساتھ دربار میں پیش کیا جائے۔"

اسپنز نے چاروں کو بتایا کہ ان کی بات مان لی گئی ہے۔ اب دس دن بعد انہیں بادشاہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔

یہ بڑا آزمائشی زمانہ تھا۔ چاروں کو تو ساگ پات ملتا رہا اور پانچویں کو شاہی غذائیں کھلائی گئیں اور پینے کو شراب دی گئی پھر دس دن بعد ان سب کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

بادشاہ نے ان پانچوں کو دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی کہ چاروں کے چہروں پر رونق زیادہ تھی اور پانچویں کے چہرے پر نمایاں حد تک رونق کم تھی۔ بخت نصر نے چاروں کو اجازت دے دی کہ وہ شراب نہ پئیں اور جس طرح کھانا کھاتے پیتے رہے ہیں' کھاتے پیتے رہیں۔

بادشاہ نے ان سے پوچھا "تم چاروں نے بابلی زبان کس حد تک سیکھ لی ہے؟"

ان چاروں میں سب سے کم عمر حضرت عزیز تھے۔ انہوں نے جواب دیا "جناب! ہم چاروں بابلی زبان اس حد تک سیکھ چکے ہیں کہ بادشاہ سے اس زبان میں ہر بات کر سکتے ہیں۔"

اس وقت دربار میں بابل کے مقامی لائق و فائق لوگ موجود تھے۔ اس وقت وہ سب ان چاروں کی

طرف متوجہ تھے اور خود بادشاہ بھی اپنے دربار کے عالموں، نجومیوں، فال گو اور خواب کی تعبیریں بتانے والوں کا موازنہ ان چاروں سے کر رہا تھا۔ ان چاروں سے ہر قسم کی باتیں ہوئیں اور یہ چاروں کسی بھی موضوع پر خاموش نہیں ہوئے۔ درباری عالم، منجم، فال گو اور معبر حیران تھے کہ یہ چاروں کس قسم کے انسان ہیں کہ انہیں سب کچھ آتا ہے۔

پھر جب متفقہ طور پر ثابت ہو گیا کہ ان چاروں کا کوئی ثانی نہیں تو بادشاہ نے انہیں اپنے دربار میں رکھ لیا۔ انہیں شاہی لباس دیئے گئے اور حکم ہوا کہ چاروں بادشاہ کے سامنے موجود رہا کریں تاکہ بادشاہ کو جب بھی کسی بھی سلسلے میں کچھ معلوم کرنا ہو، تو ان سے معلوم کرے۔ اب یہ چاروں حضرات بادشاہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ بادشاہ کو اکثر و بیشتر اپنے معاملات میں فال نکلوانے کی ضرورت پڑتی تھی یا پھر اپنے اہم معاملات میں مستقبل کا حال جاننے کے لیے نجومیوں کی ضرورت پیش آتی تھی اور ان چاروں سے اس کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ اب نہ تو فال گو کی ضرورت تھی اور نہ منجم کی۔ یہ چاروں حضرات بے خوف و خطر بیان کر دیا کرتے تھے۔ انہیں بادشاہ کا بھی کوئی خوف نہ تھا۔

اسی دوران میں بخت نصر نے ایک رات ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا ایک نہایت بلند و مضبوط درخت ہے۔ جس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ تمام جاندار اس کے سائے میں آباد ہیں اور طائر اس کی شاخوں پر بسیرا کر رہے ہیں۔ عجیب شاندار اور دبدبے والا ماحول ہے کہ اچانک آسمان سے ایک مافوق الفطرت شے نمودار ہوئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے تو اس نے جواب دیا "میں ایک فرشتہ ہوں۔"

اس سے پوچھا "تو کیوں آیا؟"

فرشتے نے جواب دیا "مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس درخت کو کاٹ ڈالا جائے اور اس کی جڑ کو زمین کے برابر چھوڑ دیا جائے تاکہ آسمان سے جو شبنم گرے اس سے گھاس اگے۔ یہاں تک کہ اس پر سات دور گزر جائیں۔"

بادشاہ نے یہ سب کچھ بیان کر کے دربار کے خواب کی تعبیر دینے والوں سے پوچھا "مجھے بتاؤ کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟"

تمام تعبیر دینے والے سر جوڑ کے بیٹھے اور کئی دن تک خواب پر غور کرتے رہے اور پھر بے بسی سے اپنے بادشاہ کو آگاہ کیا "افسوس کہ ہمارا علم اس خواب کی تعبیر دینے سے قاصر ہے۔"

بخت نصر نے ان چاروں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور کہا "میرے اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر کوئی بھی نہ دے سکا۔ اگر تم چاروں میں سے کوئی تعبیر دے تو میرے دل کو سکون حاصل ہو۔"

چاروں میں سے تین نے جواب دیا "جب ہم میں ہمارا بڑا دانیال موجود ہے تو یہ تعبیر بھی وہی دے

گا ورنہ یوں..... تو ہم میں سے کوئی بھی اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔"

بادشاہ نے حضرت دانیالؑ سے پوچھا "تیرے تین ساتھی متفق ہیں کہ وہ بھی اس خواب کی تعبیر دے سکتے ہیں مگر وہ تیری موجودگی میں اپنی زبان نہیں کھولیں گے۔ کیا تو میرے خواب کی تعبیر دے سکتا ہے؟"

حضرت دانیالؑ خاموش رہے تو بادشاہ نے انہیں الگ لے جا کر پوچھا "کیا تو میرے خواب کی تعبیر بتا دے گا؟"

حضرت دانیالؑ نے کہا "تو اپنا خواب دوبارہ بیان کر۔ میں تعبیر ضرور بتاؤں گا۔"

بادشاہ نے اپنا خواب بیان کر دیا اور پھر خاموش ہو گیا۔

حضرت دانیالؑ نے کچھ دیر غور کیا اور پھر کہا "اے بادشاہ! تو نے خواب میں جو بلند و بالا درخت دیکھا تھا وہ درخت سلطنت ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تیری سلطنت کا درخت کاٹ دیا جائے یا پھر جب تو حکومت سے محروم ہو جائے گا تو تجھے انسانوں سے نکال دیا جائے گا تو اس وقت تیرے سر پر کوئی چھت بھی نہ ہو گی اور تو جنگل میں بسیرا کرے گا۔ جنگل کی گھاس کھائے گا اور آسمان کی شبنم سے تر بہ تر ہو گا۔ اسی طرح تجھ پر سات دور گزریں گے پھر تجھ کو معلوم ہو گا کہ اللہ انسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے، حکومت دے دیتا ہے۔ جب سات دور گزر جائیں گے تو تجھے تیری حکومت واپس مل جائے گی۔"

چنانچہ بابل میں ایسا انقلاب آیا کہ بخت نصر کو بابل چھوڑنا پڑ گیا۔ بخت نصر خود اپنے بارے میں بیان کرتا ہے۔

"میں بابل سے دور مارا مارا پھرتا رہا پھر جب سات دور گزر گئے تو میں نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے میری عقل واپس مل گئی ہے۔ مجھے دانیال کی باتوں پر یقین کرنا پڑا کہ وہ جس اللہ کی بات کرتا ہے وہ حیّ القیوم ہے۔ میں نے اس کی حمد و ثنا کی اور مناجات کرتے ہوئے کہا کہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے! تیری حکومت ابدی ہے۔ تو جسے چاہے حکومت دے دے۔ جس سے ناراض ہو اس سے سلطنت چھین لی جائے کیونکہ سلطنتوں کا مالک تو ہے۔ تیری سلطنت ابدی ہے۔ ہم زمین کے باشندے ناچیز ہیں۔ تو زمین و آسمان کے ساتھ جو چاہے کرے، تیرا کوئی ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ تجھ سے کوئی یہ نہیں پوچھ سکتا کہ یہ تو کیا کر رہا ہے۔ اب مجھ میں میری عقل واپس آ چکی ہے۔ جس حکومت کو میں نے چھوڑ دیا تھا اس کے مشیر اور امیر مجھے ڈھونڈتے ہوئے میرے پاس آ گئے ہیں۔ وہ مجھے واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا رعب و دبدبہ بحال ہو چکا ہے۔ اب میں بخت نصر آسمان کے بادشاہ کی ستائش، تکریم و تعظیم کرتا ہوں۔ اے آسمانی رب! تو سب سے بڑا عادل ہے۔ بے شک تو

مغروروں کو ذلیل کر سکتا ہے۔

حضرت دانیالؑ کے علاوہ بخت نصر حضرت عزیرؑ کی بھی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس نے حضرت عزیرؑ کو بابل کا گورنر بنا دیا اور ان سے کہا کہ اپنے معاملات میں اپنے دونوں ساتھیوں سے مشورے کرتے رہیں۔

مگر حضرت دانیالؑ کو اپنے ساتھ رکھا۔

ماحول کے اثر اور بتوں کی زیادتی نے بخت نصر کو پھر گمراہ کر دیا۔ لوگوں کے طعنے سنے کہ اس نے جس قوم کو غلام بنایا انہی کے رب کی حمد و ثنا کرتا ہے حالانکہ یروشلم کی فتح اور اس کی تباہی و بربادی میں بابل کے دیوتاؤں کا بڑا ہاتھ تھا۔ اگر بنی اسرائیل کا خدا بنی اسرائیل کا ساتھ دیتا تو یہ کبھی غلام نہ بنائے جاتے اس لیے بخت نصر کو چاہیے کہ بنی اسرائیل کے خدا کو خوش رکھنے کی کوششوں میں اپنے ان دیوتاؤں کو ناراض نہ کرے۔

ملک کے اس دباؤ نے بخت نصر کو بہت پریشان کیا اور یہ جان کر اور زیادہ فکر لاحق ہو گئی کہ اس کا بیٹا ملک کی اس مخالف جماعت کی تائید و حمایت کر رہا تھا۔ کاہن اور پجاری بخت نصر کے خلاف تھے۔

بخت نصر کا بیٹا در پردہ لوگوں کو ورغلا رہا تھا کہ اگر بخت نصر کی حکومت رہی تو یروشلم کے غلام حکمرانی کریں گے اور بابل کے لوگ ان غلاموں کے غلام ہو جائیں گے اس لیے بابل مے مردوخ کو سامنے لایا جائے اور بنی اسرائیل کے خدا سے پیچھا چھڑایا جائے۔

ان برے حالات میں بخت نصر نے سوچا کہ آخر مردوخ کو پس منظر میں رکھنے سے انہیں کیا فائدہ پہنچا۔ یہی کہ اس نے سات سال آوارہ گردی میں گزارے۔ اوپر آسمان کی چھت تھی اور شبنم کی بارش، کھانے کے لیے جنگلی پھل تھے یا گھاس۔

اب جب کہ وہ دوبارہ حکومت پر فائز تھا تو پروہتوں کے بقول یہ مردوخ کی مہربانی تھی جو اسے دوبارہ حکومت مل گئی تھی۔

بخت نصر بہت پریشان تھا۔ وہ اپنے بیرونی دشمن کا مقابلہ کر سکتا تھا مگر اس کے لیے اپنے بیٹے، اپنے پجاریوں اور اپنی رعایا کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا۔ اس نے تین کو تو بابل کی گورنری میں مشغول کر دیا تھا اور یہ دربار سے اتنے دور ہو چکے تھے کہ یہ بوقتِ ضرورت طلبی پر ہی دربار میں حاضری دے سکتے تھے اس لیے اب یہ دباؤ بھی نہیں رہا تھا کہ اگر بخت نصر بت پرستی پر مائل ہوا تو اسے ان تینوں میں سے کوئی روکے گا۔

رہ گئے حضرت دانیالؑ تو وہ دربار میں موجود تو ضرور تھے مگر یہ اسی وقت بادشاہ سے مخاطب ہوتے تھے جب مخاطبت کے معاملے میں بادشاہ پہل کرتا تھا۔

کافی دن بادشاہ یہی سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ ان معاملات میں درباری امرا اور مشیر سب پجاریوں کے ساتھ تھے اور در پردہ اس کے بیٹے سے ملے ہوئے تھے۔ بخت نصر بذاتِ خود خدا کی جستجو میں تھا۔ وہ ملک بھر کے بتوں کو جمع کرنے لگا۔ ابھی تک ذہنی طور پر وہ نہ اِدھر کا تھا نہ اُدھر کا۔

بالآخر بابل کے بڑے پجاری سے تخلئے میں مشورہ کیا تو پجاری نے کہا "آپ اگر بابل کے لوگوں کو قابو میں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے دین اور مذہب میں کوئی تبدیلی نہ کریں۔"

بخت نصر نے پوچھا "میں نے تو ان کو کبھی بھی تنگ نہیں کیا۔ کسی بت خانے کو گرایا نہیں گیا۔ کسی پجاری کو ستایا نہیں گیا۔ کسی درباری مشیر یا امیر کو مذہب کی طرف سے برگشتہ نہیں کیا گیا پھر میرا بیٹا میری کیوں مخالفت کرتا ہے؟"

پجاری نے جواب دیا "آپ نے بنی اسرائیلیوں کو ترجیح دی۔ آج دربار میں دانیال کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے نجومی، فال گو اور معبر دانیال کے مقابلے میں خوار ہیں۔ ہمارے خردمند اور مدبر عرصے سے بیکار ہیں کہ ان سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ عزیر کو آپ نے صوبے دار بنا دیا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ حکومت کر رہا ہے کہ کیا آپ کا بیٹا اپنی قوم کی یہ بے عزتی گوارا کرے گا؟ ہرگز نہیں اسی لیے شہزادہ اور آپ کی رعایا ایک ہو گئی ہے اور اب پجاری بھی شہزادے کا ساتھ دے رہے ہیں۔ آپ خود سوچیں کہ ان حالات میں حکومت کا کاروبار کس طرح چلے گا؟"

بخت نصر نے غصے میں دریافت کیا "تو عجیب آدمی ہے میں وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے کہ یہاں کے لوگ میرے ہم خیال اور میرے زیر اثر ہو جائیں۔"

بڑے پجاری نے جواب دیا "اب آپ سونے کا ایک بت تیار کروائیں جس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ ہو۔ اسے بابل میں نصب کیا جائے۔ صبح شام گھنٹے بجائیں جائیں اور سب کو پابند کیا جائے کہ وہ گھنٹے کی آواز سنتے ہی اس بت کے سامنے پہنچ جائیں اور اس بت کی عبادت کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ چاروں بنی اسرائیلی شاہی فرمان کو تسلیم نہیں کریں گے اور گھنٹیوں کی آواز سننے کے بعد بھی بتوں کو سجدہ نہیں کریں گے۔ اس وقت آپ پورے شہر کے سامنے ان کو سزا دیں گے۔ شہری اس سزا سے بہت خوش ہوں گے۔"

بخت نصر نے حضرت دانیالؑ کے بارے میں بتایا "میں اس شخص کو کیوں کر سزا دوں گا جس کے علم اور مکاشفوں کی مجھے ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔"

بڑے پجاری نے کہا "اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی رعایا کو حمایت میں لے لیں اور اپنے بیٹے کے اثر سے آزاد کرائیں تو آپ کو یہ سب کرنا پڑے گا۔"

بخت نصر نے صاف صاف کہہ دیا "لیکن میں دانیال کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا، چاہے کچھ بھی

ہو جائے۔"

بڑے پجاری نے انتہائی غور و فکر کے بعد کہا "تب پھر اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ آپ دانیال کو نظر انداز کر دیں اور بقیہ تینوں کو بت کو سجدہ کرنے پر پابند کر دیں۔"

بخت نصر بہت زیادہ پریشان تھا' کہنے لگا "وہ تینوں بھی اس کے ساتھی ہیں اور کبھی بھی بت کو سجدہ نہیں کریں گے۔ اس وقت کیا ہوگا؟؟"

بڑے پجاری نے جواب دیا "اس وقت یہ ہوگا کہ ان تینوں کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ کسی کے ساتھ مروت کا سلوک نہیں کیا جائے گا۔"

بخت نصر ان تینوں کو بھی سزا سے بچانا چاہتا تھا' کہنے لگا "وہ تینوں بھی دانیال کی طرح بہت لائق انسان ہیں۔ اگر انہیں سزا دی گئی تو اس کا اثر دانیال پر بھی پڑے گا۔ کوئی ایسی ترکیب بتا کہ وہ تینوں بھی مستثنیٰ قرار پائیں۔"

بڑے پجاری نے افسوس کرتے ہوئے کہا "تعجب ہے کہ آپ ان چاروں پر اپنی حکومت قربان کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک طرف یہ چار دوسری طرف قوم کے افراد ہیں اور آپ کا بیٹا اور رعایا ہے۔ قوم ہے اور دین' آپ کے اپنے پجاری اور اپنی حکومت ہے۔ اب آپ خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں کہ کون زیادہ پسند ہے اور آپ کو کیا کرنا چاہیے۔"

بخت نصر نے پجاری کی بات مان لی اور ایک عظیم الشان سونے کے بت کی تیاری بھی شروع کروا دی یعنی ساٹھ ہاتھ لمبا اور چھ ہاتھ چوڑا سونے کا بت۔

یہاں یہ منصوبے بن رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت عزیرؑ اپنے دونوں ساتھیوں کی مدد سے گورنری چلا رہے تھے۔

حضرت عزیرؑ کو پجاری کام نہیں کرنے دے رہے تھے اور بدامنی کی فضا پیدا کر دی تھی کیونکہ حضرت عزیرؑ کی کوشش یہ تھی کہ لوگ بت پرستی سے باز آجائیں۔ اس کشمکش میں ان کے غصے اور جھنجلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ ان کی یہ جھنجلاہٹ چھوٹے چھوٹے معاملات میں ظاہر ہونے لگی۔

چنانچہ وہ بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے تھے "بابل میں بت پرستی عام ہے۔ بادشاہ بھی بت پرست ہے۔ اگر لوگوں میں اللہ کی عبادت کا ذکر کیا جائے تو وہ ہماری بات اس لیے نہیں مانتے کہ حکومت کا مذہب بت پرستی ہے اور ہم لوگ بابل سے تعلق نہیں رکھتے۔ میری قوم غلام بنالی گئی ہے۔ اگر اس غلام قوم کے چار آدمی کسی منصب جلیلہ پر فائز ہیں تو یہاں کے مقامی لوگ نہ تو اس سے متاثر ہوتے ہیں نہ مرعوب۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

دونوں نے بالاتفاق حضرت عزیرؑ کو مشورہ دیا "ہمیں توحید پرستی کی تعلیم دینی چاہیے اور بت پرستی

سے روکنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ کامیابی سے ہمکنار کرنا اللہ کا کام ہے۔"

حضرت عزیرؑ کو اپنے ماحول سے کچھ اتنی زیادہ مایوسی ہو رہی تھی کہ اس کے اثرات ان کے دونوں ساتھی بھی محسوس کر رہے تھے۔ حضرت عزیرؑ نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ سونے کے بت کی تیاری کا منظر بھی دیکھا۔ وہ بت بنانے والوں کو روک تو نہیں سکتے تھے کیونکہ بت کی تیاری بادشاہ کے حکم سے ہو رہی تھی اور بابل کی رعایا بادشاہ کے اس فعل سے بہت خوش تھی۔

بابل کے سب سے بڑے پجاری نے ان تینوں کو دیکھا کہ یہ بت کی تعمیر و تیاری کے عمل کو کراہیت سے دیکھ رہے ہیں تو اس نے ان تینوں کو منع کیا۔ "تم تینوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ بابل میں تمہاری فضول باتیں نہ کوئی سنے گا اور نہ مانے گا اس لیے تمہیں اپنی زبانیں بند رکھنی چاہئیں۔"

حضرت عزیرؑ نے مہا پجاری کو خبردار کیا "اے پجاری اور اے لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جانے والے انسان! ابھی تو ہماری باتیں تیری سمجھ میں نہیں آتیں لیکن جب تجھ سے سب کچھ چھن جائے گا اور یہاں ایک اللہ کی عبادت کرنے والے کی حکومت ہو جائے گی تب کہیں شاید تیری سمجھ میں بات آئے کہ میں تجھ کو اور تیری قوم کو گمراہ نہیں کر رہا تھا بلکہ گمراہی کی دلدل سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

مہا پجاری نے حضرت عزیرؑ کو متنبہ کیا "یہ تم تینوں کس دین کی باتیں کرتے رہتے ہو۔ اس دنیا کے پیچیدہ کارخانے کو کوئی ایک ذات نہیں چلا سکتی۔ اسی طرح کوئی ایک بادشاہ تنہا ملک کے نظم و نسق کو نہیں سنبھال سکتا۔ بابل کے لوگ اور میں خود یہ ساری باتیں کسی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ تمہارا کام صوبے داری کرنا ہے' وہ کرتے رہو اور ہماری مذہبی زندگی میں خلل نہ ڈالو۔ تمہیں ابھی ہماری طاقت کا اندازہ نہیں ہوا۔"

حضرت عزیرؑ نے بڑے تحمل سے پجاری کو سمجھایا "تو اب بھی ہماری بات نہیں سمجھ سکا۔ میں اللہ کی وحدانیت کی جب بات کرتا ہوں تو تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ ذات واحد جسے میں اور میرے ساتھی اللہ کہتے ہیں' وہ اتنی چھوٹی نہیں ہے کہ ہم اسے بادشاہ کی مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر تم اسے بادشاہ کی مثال سے سمجھنا چاہتے ہو تو سمجھو۔ میں تمہارے ہی انداز فکر سے سمجھا دوں گا کہ اللہ کس طرح ایک ہے اور یہ ذات واحد کس طرح یہ دنیا کا کارخانہ چلا رہی ہے۔ بادشاہ کا وزیر کچھ کرتا ہے' مشیر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں' فوجی سپہ سالار اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور سپاہی لڑتے مرتے ہیں مگر یہ سب کسی مرحلے پر خود بادشاہ نہیں کہلائیں گے۔ بادشاہ کے تابعدار ہی رہیں گے۔ ابھی میں نے جن جن کے نام لیے ہیں اور ان کے ذمے کام بتائے ہیں' یہ سب متحرک لوگ ہیں۔ اسی طرح اللہ کے کارخانے کو چلانے والے کارکنان قضا و قدر ہیں اور یہ کارکنان قضا و قدر اللہ کی مشیت اور ارادوں

کے پابند ہیں۔ اپنی من مانی نہیں کرسکتے اور کسی بھی مرحلے پر اللہ نہیں کہلاسکتے کہ تم ان کی پرستش کرنے لگو۔ کیا تمہارا بادشاہ پسند کرے گا کہ اس کی تعظیم و تکریم کسی اور کو دی جائے۔ یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو' انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں پھر پتا نہیں کیوں تم ان کی پرستش کرنے لگ جاتے ہو۔ ہماری یہ باتیں اتنی پیچیدہ بھی نہیں ہیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آئیں۔ بس دشواری یہ ہے کہ انسان اپنے آباؤاجداد کی غلطیوں کو غلطی نہیں مانتا اور آنکھیں بند کرکے آبا پرستی میں مشغول رہتا ہے۔"

مہا پجاری نے بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم لوگ یعنی تم تینوں اور تمہاری قوم کے لوگ اس عظیم الشان بت کو تیار ہوتے دیکھ لو۔ کل اس کو تم سب سجدہ کرو گے۔ نہیں کرو گے تو سزا پاؤ گے۔"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔"

مہا پجاری نے غصے میں کہا "اگر ایسا نہیں ہوگا تو تم تینوں بھی نہیں رہو گے۔"

حضرت عزیرؑ کی مہا پجاری سے بہت بک بک جھک جھک ہوئی۔ جب وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ واپس گھر پہنچے تو بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد ایک چیونٹی نے ان کے داہنے پاؤں میں کاٹ لیا۔ تلملا کر جھکے' چیونٹی کو نیچے اترتے دیکھا۔ وہ اذیت کی کیفیت میں بل کی طرف رینگ کر جاتی ہوئی چیونٹی کو دیکھتے رہے۔ چیونٹی سوراخ میں غائب ہوگئی۔ دوسری طرف سے بھی چیونٹیاں رینگتی چلی آرہی تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بھی سوراخ میں غائب ہوگئیں۔

حضرت عزیرؑ نے اذیت اور غصے کی کیفیت میں سوراخ میں چھوٹے چھوٹے انگاروں کے ٹکڑے ڈال دیے تاکہ چیونٹیاں جل جائیں اور کسی دوسرے کو اذیت نہ پہنچائیں۔

کچھ ہی دیر بعد اللہ کی طرف سے بتایا گیا کہ ان کا یہ عمل اللہ کو بہت ناگوار گزرا کہ انہوں نے ایک چیونٹی کے کاٹنے کی وجہ سے بہت سی چیونٹیوں کو جلا ڈالا۔

حضرت عزیرؑ کو اللہ کی تنبیہہ سے ندامت ہوئی اور وہ توبہ و استغفار کرنے لگے۔

بت تیار ہوگیا اور بابل میں منادی کرادی گئی کہ صبح و شام جب اس بت کے مندر سے گھنٹے بجائے جائیں تو تمام شہری اس بت کی عبادت کو مندر پہنچ جائیں۔

اس فرمان کے بعد لوگوں نے گھنٹیوں کی آوازیں سن کر مندر پہنچنا شروع کردیا اور صبح شام وہاں ایک میلہ سا لگنے لگا لیکن یہ تینوں حضرات مندر جانے سے گریز کرتے رہے۔

مہا پجاری نے پجاریوں کے ہجوم میں ان تینوں کو تلاش کیا اور جب یہ کہیں نظر نہ آئے تو اس نے بخت نصر کو آگاہ کردیا کہ وہ تینوں شاہی حکم کو نہیں مان رہے اور ایک وقت بھی مندر میں نہیں آئے۔

بخت نصر نے حکم دیا "ایک مرتبہ پھر شاہی فرمان کا اعلان کیا جائے اور ان تینوں کی قیام گاہوں کے

سامنے مسلسل اعلان کیا جاتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں شاہی فرمان کا اعلان کرنے والوں سے باز پرس کریں اور انہیں بطورِ خاص بھی ہمارے آدمی یہ بتادیں کہ انہیں بھی صبح و شام گھنٹیوں کی آوازیں سننے کے بعد مندر میں حاضری دینی ہے اور بت کی عبادت کرنی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ تینوں مندر نہ پہنچیں تو اس سے آگاہ کیا جائے۔"

ایک بار پھر کابل کے بازاروں اور گلی کوچوں میں اعلان کیا گیا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ صبح و شام گھنٹیوں کی آوازیں سننے کے بعد ہر شخص نئے بت کے سامنے پہنچ جائے اور اس کی عبادت کرے۔

یہ اعلان کرنے والے شہر بھر میں اعلان کرنے کے بعد ان تینوں کے قصر کے سامنے پہنچے اور ڈھول پیٹ پیٹ کر بادشاہ کا فرمان چیخ چیخ کر سنانے لگے۔ حضرت عزیرؑ اور ان کے دونوں ساتھی باہر نکلے اور پوچھا "تم لوگ یہ بار بار چیخ کے ہمیں کیوں پریشان کررہے ہو؟"

ان اعلان کرنے والوں نے تینوں سے پوچھا "کیا تم تینوں نے شاہی فرمان سن لیا؟"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "سن لیا اور ہم یہ اعلان پہلے بھی سن چکے ہیں۔"

اعلان کرنے والوں نے پوچھا "یہ اعلان سننے کے باوجود تم تینوں مندر میں نہیں آئے' کیوں؟"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "تمہارا کام شاہی فرمان کو ڈھول پیٹ پیٹ کر سنادینا ہے' جواب طلب کرنا نہیں ہے۔"

یہ لوگ یہاں سے مہا پجاری کے پاس گئے اور اس کو بتایا دیا "ہم نے یہ فرمان خوب اچھی طرح ان تینوں کے گوش گزار کردیا ہے۔ اگر وہ تینوں اب بھی نہ آئیں تو بادشاہ ان سے جواب طلب کرسکتا ہے۔"

مہا پجاری نے ان تینوں کا کئی دن تک انتظار کیا مگر یہ نہیں پہنچے۔ آخر مہا پجاری نے بخت نصر سے ملاقات کی اور بادشاہ کو بتایا "ان تینوں کو ڈھول پیٹ پیٹ کے شاہی فرمان سنایا اور پھر انہیں بطورِ خاص اس شاہی اعلان سے آگاہ کیا گیا تو جواب میں عزیر نے اقرار کیا کہ وہ تینوں پہلے بھی یہ اعلان سن چکے ہیں اور اس بار بھی سن لیا ہے مگر اس کے باوجود وہ تینوں یا کوئی ایک بھی مندر نہیں پہنچا۔"

بادشاہ نے مہا پجاری کو ہدایت کی "تو خود ان کے پاس جا اور انہیں بتادے کہ اگر وہ یہ شاہی حکم نہیں مانیں گے تو ان کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جائے گی اور تینوں کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔"

مہا پجاری تینوں کے پاس پہنچ گیا اور حضرت عزیرؑ سے دریافت کیا "کیا تیری طرف شاہی فرمان کی آوازیں نہیں پہنچیں؟"

حضرت عزیرؑ نے دریافت کیا "کون سا شاہی فرمان؟"

مہاپجاری نے جواب دیا "تم خوب جانتے ہو کہ بادشاہ کے حکم سے ایک سونے کا ساٹھ ہاتھ اونچا اور چھ ہاتھ چوڑا بت تیار کیا گیا ہے۔ آج کل ہر شہری صبح و شام اس کی عبادت کر رہا ہے لیکن تم تینوں ابھی تک نہیں پہنچے۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ اس شاہی فرمان کی حکم عدولی کرنے پر آگ میں جھونک دیئے جاؤ گے اور تمہاری یہ صوبے داری تمہارے کام نہیں آئے گی۔"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "میں پہلے بھی تجھ کو بتا چکا ہوں کہ ہم لوگ بتوں کی پوجا نہیں کرتے اس لیے بار بار ہم سے یہ سوال کرنا اپنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔"

مہاپجاری نے حضرت عزیرؑ کو دھمکی دی "اب میں تم لوگوں سے براہِ راست کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ تم نے شاہی فرمان کی حکم عدولی کی ہے۔ بادشاہ ہی کو تم تینوں سے جواب طلب کرنا چاہیے اور وہی تمہیں سزا دے گا۔"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "میں نے کائنات کے مالک اور خالق کے حکم کو ترجیح دی۔ اس نے ہمیں شرک سے روکا ہے۔ ہم ایک اللہ کی عبادت کرنے والے، بابل کے بادشاہ کے حکم سے بت کی پرستش نہیں کرسکتے۔ ہمیں ہر سزا منظور مگر شرک نامنظور۔"

مہاپجاری نے بخت نصر کو آگاہ کر دیا "ان تینوں نے بت کی پرستش سے انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بادشاہ کا یہ حکم نہیں مان سکتے۔"

بخت نصر غضب ناک ہوا اور حکم دیا "تینوں کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

گرفتاری کا شاہی فرمان جاری ہو گیا اور ان تینوں کو بخت نصر کے سامنے پیش کیا گیا۔

بادشاہ نے ان تینوں سے دریافت کیا "جب صبح و شام بت کے روبرو حاضری دینے کے لیے گھنٹے بجتے ہیں تو کیا تم تینوں کو گھنٹوں کی آواز سنائی نہیں دیتی؟"

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا "ہم گھنٹوں کی آواز سنتے ہیں مگر جیسا کہ پہلے بھی بادشاہ اور مہاپجاری کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرسکتے پھر ہم بادشاہ کے تیار کروائے ہوئے بت کی عبادت کیوں کریں۔"

بخت نصر نے اپنے فرمان کی وضاحت کی "جیسا کہ میں بھی پہلے ہی یہ فرمان جاری کر چکا ہوں کہ میرے تیار کروائے ہوئے سونے کے بت کی پرستش ہر کوئی کرے گا۔ کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے پھر تم تینوں کس طرح انکار کرو گے۔ تمہیں ہر حال میں اس کی عبادت کرنی ہوگی ورنہ تم تینوں کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ پورے بابل میں تم تینوں کے سوا کسی نے شاہی فرمان کی حکم عدولی نہیں کی۔ مجھے افسوس ہوگا کہ میں نے تم تینوں کو سب سے زیادہ دانا و بینا سمجھا اور اب مجھے مجبوراً تم تینوں کو آگ میں جھونک دینا پڑے گا۔"

حضرت عزیرؑ نے نہایت دلیری اور بے باکی سے جواب دیا "اے بخت نصر! ہمیں سارے جہانوں کے خالق و مالک نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں پھر ہم انسانوں کے بنائے ہوئے بت کی عبادت کس طرح کریں گے۔ اس کے علاوہ تو اپنی ہی باتوں پر غور کر۔ تو نے ہم تینوں کو سب سے زیادہ دانا و بینا کہا اور پھر کوئی دانا و بینا اپنے ہی جیسے آدمی کے تیار کردہ بت کی پرستش کس طرح کرسکتا ہے۔"

بخت نصر نے بادشاہ کی حیثیت سے حضرت عزیرؑ کی دلیل ماننے سے انکار کر دیا "میں بادشاہ ہوں اور تم سب میری رعایا اور میں اپنی رعایا کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ شاہی فرمان کی حکم عدولی کرے اور جواب طلبی پر اپنی حکم عدولی کے جواز میں فضول استدلال کرے۔ تم تینوں نے میری حکم عدولی کی ہے۔ تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔"

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ان تینوں کے لیے آگ جلائی جائے اور اس آگ میں ان تینوں کو جھونک دیا جائے۔

مہاپجاری کو کہیں اب سکون ملا تھا۔ وہ یہودیوں کے ایک خدا سے تنگ آیا ہوا تھا۔ الاؤ کی تیاری میں اس نے بڑا حصہ لیا۔ ایک میدان میں ہزاروں من لکڑیاں جمع کی گئیں اور پھر ان میں آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے اٹھے تو لوگوں نے وہاں سے دوری اختیار کی کیونکہ شعلوں کی لپیٹ دور دور تک پہنچ رہی تھی۔

پھر مرحلہ یہ پیش آیا کہ ان تینوں کو اس الاؤ میں کس طرح پھینکا جائے کیونکہ اس کے قریب جانے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔

بخت نصر کا الاؤ کے سامنے دور کھڑے ہو کر اصرار تھا کہ تینوں کو فوراً آگ میں جھونک دیا جائے مگر کسی کی بھی سمجھ میں وہ ترکیب نہیں آ رہی تھی کہ وہ خود تو آگ سے محفوظ رہے اور تینوں کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ شاہی فرمان کی تعمیل بھی بہت ضروری تھی لہٰذا کچھ لوگوں نے انہیں آگ میں جھونک دیا۔ ان تینوں کو آگ میں جھونکنے والے بھی آگ میں جل کر بھسم ہو گئے لیکن یہ تینوں جلنے سے محفوظ رہے۔

بخت نصر، مہاپجاری اور دوسرے درباری امراء دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ تینوں آگ میں چل پھر رہے ہیں۔ سبھی پر ایک دہشت سی طاری ہو گئی۔

بخت نصر اس حد تک آگ کے قریب گیا کہ حدت برداشت کرسکے اور بہ آواز بلند کہنے لگا "عزیر! حننیاہ اور میسائیل کا خدا مبارک ہو جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر اپنے بندوں کو رہائی بخشی۔ ان تینوں نے اپنے خدا پر توکل کر کے بادشاہ کے حکم کو ٹال دیا اور اپنے جسموں کو نثار کیا کہ اپنے خدا کے سوا کسی

دوسرے معبود کی عبادت اور بندگی نہ کریں۔ اس لیے اب میں یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ جو قوم یا اُمت یا کوئی شخص ان تینوں کے خدا کے حق میں کوئی نامناسب بات کہیں' ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور ان کے گھر اجاڑ دیے جائیں گے کیونکہ کوئی دوسرا معبود ایسا نہیں جو اس طرح رہائی دے سکے۔"

یہ تینوں آگ سے نکل آئے۔ بخت نصر نے ان کو ان کے مقام پر سرفراز کیا اور حضرت عزیرؑ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

○☆○

مدتوں بعد بابل پر ایران کے سائرس اعظم نے حملہ کیا اور اسے فتح کرلیا۔ یروشلم کے جو لوگ سالہا سال سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے' انہیں آزاد کر دیا گیا اور انہیں اجازت دی گئی کہ وہ یروشلم واپس چلے جائیں۔ واپس جانے والوں کی گنتی کی گئی تو ان کی کل تعداد انچاس ہزار آٹھ سو ستانوے تھی۔ مویشیوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ انہیں اجازت دی گئی کہ وہ یروشلم کو دوبارہ آباد کریں۔

آبادی کا کام حضرت عزیرؑ کے سپرد ہوا۔ سائرس نے اپنے خزانچیوں کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ شاہی خزانے سے ان کی مدد کی جائے تاکہ یہ یروشلم کو آباد کریں اور حضرت عزیرؑ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ شاہی عملے نے حضرت عزیرؑ سے تعاون نہیں کیا اور ایران میں حکومتیں بدلتی رہیں۔ آخر اردشیر نے اقتدار سنبھالا۔ حضرت عزیرؑ نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شاہی خزانچی ان سے تعاون نہیں کرتے۔ بادشاہ نے خزانچیوں پر سختی کی اور حضرت عزیرؑ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ قاضی' فقیہہ اپنی مرضی سے مقرر کیا کریں۔

بادشاہ کے فرمان کے الفاظ تھے "اے عزیر! تو اپنے خدا کی دی ہوئی دانش کے مطابق حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کرتا رہ کیونکہ دریا پار کے سب لوگ تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں مگر وہ لوگ جو نہیں جانتے' ان کو سکھا اور جو لوگ تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کریں' ان کو بلا توقف قانونی سزا دی جائے۔ خواہ موت یا جلاوطنی یا مال کی ضبطی یا قید کی۔"

یروشلم کی تعمیر کا کام زور و شور سے شروع ہو گیا لیکن اب یہاں جو سب سے زیادہ تشویش ناک بات پائی گئی وہ یہ تھی کہ توریت کا کوئی نسخہ باقی نہیں بچا تھا۔ جب بخت نصر نے یروشلم کو برباد کیا تھا تو توریت کے تمام نسخے آگ میں ڈال دیے گئے تھے۔

اب قوم یہود کو توریت کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ نئی نسل جو بابل سے یروشلم آئی تھی' وہ عبرانی زبان بھی بھول چکی تھی۔ کسی کی بھی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ توریت کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے۔ آخر حضرت عزیرؑ نے اعلان کیا کہ وہ توریت کو دوبارہ مرتب کریں گے۔ انہوں نے ایک

دن قوم کے سربر آوردہ لوگوں کو جمع کیا اور کہا "اب میں توریت کو از سرِ نو مرتب کروں گا۔ یہ کلدانی حروف میں لکھی جائے گی اور اس میں عبرانی اور کلدانی زبانوں کے الفاظ شامل ہوں گے۔"

سربر آوردہ حضرات میں سے چند نے حیرت سے پوچھا "عزیر! توریت کے صحائف کی ترتیب مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ تم یہ کام کس طرح کرو گے۔"

ہجوم میں سے کسی نے حضرت عزیرؑ کی تعریفیں شروع کر دی اور کہا "لوگو! یہ عزیر تو توریت کے حافظ' شریعت موسویؑ کے ماہر اور زبردست فقیہہ ہیں۔ یہ چاہیں گے تو توریت کے صحائف کو دوبارہ مرتب کریں گے۔"

یہ رات کا وقت تھا۔ لوگوں نے آسمان سے دو نورانی شہاب اترتے دیکھے اور پھر یہ دونوں شہاب حضرت عزیرؑ کے سینے میں سما گئے۔

حضرت عزیرؑ کے آس پاس لکھنے والے بیٹھ گئے۔ اب وہ بولتے جا رہے تھے اور دوسرے لوگ لکھتے جا رہے تھے۔ اسی طرح توریت کے صحائف دوبارہ مرتب ہو گئے۔

اس کارنامے نے یہودیوں کو اتنا متاثر کیا کہ وہ آپس میں حضرت عزیرؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ توریت کے صحائف کا دوبارہ مرتب کر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ کام خدا نے اپنے بیٹے سے کروا دیا۔

حضرت عزیرؑ کے بت تیار کروائے گئے اور ان کی پرستش شروع ہو گئی۔ یمن میں یہودیوں کا صدوقی نامی فرقہ حضرت عزیرؑ کی ابن اللہ کی حیثیت سے پرستش کرتا تھا۔

یرمیاہ جنہوں نے بخت نصر کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا اور انہیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ یروشلم کو دوبارہ آباد کرو اور انہوں نے یروشلم کے کھنڈرات میں گھومنے پھرنے کے بعد قبرستان کا رخ کیا تھا۔ قبروں میں ہڈیوں کے ڈھانچے دیکھنے کے بعد انہوں نے اللہ سے پوچھا تھا کہ اب یروشلم کس طرح آباد ہو گا؟ اب یہاں تو ہڈیوں کے ڈھانچے رہ گئے ہیں۔ ان پر گوشت و پوست کس طرح چڑھے گا۔ ٹوٹا پھوٹا شہر کیوں کر تعمیر ہو گا اور پھر مکانوں میں کون رہے گا؟

انہی وسوسوں کے ساتھ وہ قبرستان میں ایک جگہ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ انہوں نے سونے سے پہلے کھانا سرہانے رکھا تھا اور گدھے کو درخت سے باندھ دیا تھا۔

جب یہ سوئے تھے تو صبح کا وقت تھا اور اب جو بیدار ہوئے تو یہ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ انہوں نے اپنے گدھے کی طرف دیکھا تو وہاں گدھے کی جگہ ہڈیوں کا ڈھانچا کھڑا تھا۔ اس کے جسم کا گوشت سڑ گل کر ختم ہو چکا تھا۔

کسی نے پوچھا "اے یرمیاہ! تم کتنی دیر سوئے؟"

یرمیاہ نے جواب دیا "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔"

دوسری طرف سے اس کی تردید کردی گئی "نہیں، تم سو برس تک موت کی آغوش میں سوتے رہے۔ اپنے گدھے کو دیکھو۔ یہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا بن کے رہ گیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ تم پر سو سال بیت چکے۔ دوسری طرف تمہارا کھانا تروتازہ موجود ہے۔ یہ قدرتِ کاملہ پر ایمان لانے کے لیے عین الیقین کے دو مظاہر ہیں۔ اے یرمیاہ! تم وہ دن یاد کرو جب تم سے کہا گیا تھا کہ یروشلم کو آباد کرو اور تم نے اس قبرستان کو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہڈیوں میں جان پڑ جائے اور یہ کھنڈرات دوبارہ عظیم الشان شہر کی شکل اختیار کرلے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

یرمیاہ شہر میں جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ جو گدھا ہڈیوں کا ڈھانچا نظر آیا تھا، اب وہ دوبارہ بالکل سو سال پہلے کا گدھا تھا۔ یرمیاہ کو علم الیقین تو حاصل تھا مگر اس واقعے نے ان کے عین الیقین سے پختہ تر کردیا۔ وہ اپنے گدھے پر سوار شہر میں داخل ہوئے تو پورا شہر آباد ہو چکا تھا۔ مکانات آباد تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ معمولات زندگی جاری تھے۔ کاروبار عروج پر تھا۔ حضرت عزیرؑ جب بابل سے لے جائے گئے تو چوبیس پچیس برس کے رہے ہوں گے۔ اب ان کی عمر سو سال سے زیادہ تھی۔ خود یرمیاہ جب سوئے تھے تو پچاس کے تھے۔ اب وہ ڈیڑھ سو سال کے تھے۔

حضرت عزیرؑ کے بارے میں ہمیں جو کچھ معلوم ہے اس کے مطابق وہ پیغمبر تھے اور اس پر سبھی متفق ہیں کہ ان کا حضرت ہارونؑ بن عمران کی نسل سے تعلق تھا۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے والد کا نام جروہ تھا۔ کچھ نے باپ کا نام سوریق بتایا اور کچھ سروخا بیان کرتے ہیں لیکن توریت کے صحیفہ عزرا میں ان کے باپ کا نام خلقیاہ بتایا گیا ہے۔

ان کی قبر کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کی وفات عراق میں ہوئی تھی اور انہیں سائر آباد نامی قریے میں دفن کیا گیا اور دوسری روایت کے مطابق ان کی قبر دمشق میں ہے۔

حضرت عزیرؑ کی زندگی سے ہمیں چند باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہیں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی طرح بخت نصر نے ان کو دونوں ساتھیوں سمیت آگ میں ڈلوا دیا تھا۔

دوسری یہ کہ بخت نصر نے توریت کے تمام نسخے جلا دیے تھے اور حضرت عزیرؑ نے توریت دوبارہ مرتب کردی تھی۔

تیسری یہ کہ جس طرح عیسائیوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں اسی طرح یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور ان کے بھی بت تیار کروائے گئے تھے اور یہودیوں کا صدوقی نامی فرقہ ان کی عبادت کرتا تھا۔

اگر آپ توریت کو پڑھیں تو اس سے معلوم ہوگا کہ یہودیوں میں ابنیت کا تخیل نہایت قدیم ہے۔

تکوین کے چھٹے باب میں ہے "خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ انسان کی بیٹیاں خوب صورت ہیں۔"

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عبرانیوں میں محاورتاً خدا کے محبوب اور خدا کے پیارے کے لیے لفظ ابن اللہ استعمال ہوتا تھا اسی لیے مسلمانوں کے مقابلے میں عرب کے یہودا اور عیسائی دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کے فرزند اور چہیتے ہیں۔

○☆○

مضمون کے ماخذ

حضرت حزقیل علیہ السلام

(600 ق م)

حضرت حزقیلؑ کا تعلق حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھا۔ کہانت کا منصب اس خاندان کو وراثتاً حاصل تھا چنانچہ حضرت حزقیلؑ کے والد بوذی بھی کاہن تھے۔ ان کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے۔

حزقیل نام عبرانی ہے اور دو ناموں سے مرکب ہے۔ پہلا حزقی ہے اور دوسرا ایل۔ حزقی کے معنی ہیں قدرت اور ایل کے معنی ہیں اللہ۔ اس طرح اس دو لفظی مرکب کا مطلب ہوا قدرت اللہ یا قدرت الٰہی۔

انہیں اللہ نے شام و فلسطین میں بسنے والی تمام قوموں پر مبعوث کیا تھا۔ کنعان جسے بعد میں فلسطین کہا گیا، یہیں یروشلم اور اردن واقع ہیں اور یہ بنی اسرائیل کی خاص سرزمین ہے۔ اس کے جنوب میں صحرائے سینا ہے اور یہیں قرب و جوار میں ادومی، عمونی، موآبی قومیں آباد تھیں چنانچہ انہیں خدا نے رشد و ہدایت کے لیے جو علاقہ تفویض کیا تھا اس میں بنی اسرائیلی، بنی عمونی، موآبی اور شعیر کے قبائل تھے۔ یہ قبائل یہوداہ سے تعلق رکھتے تھے۔ دوام، فلسطی صور، صیدا اور مصر۔ یہ سارے علاقے اور ان میں آباد قومیں حضرت حزقیلؑ کی اصلاح اور ہدایت کے دائرہ اثر میں داخل تھیں۔ یہ سارے قبائل اور ان کے شہروں کی آبادیاں حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی اولادیں تھیں۔

توریت میں حضرت حزقیلؑ کے نام سے ایک پورا صحیفہ اڑتالیس ابواب پر مشتمل موجود ہے۔ اس صحیفے میں وہی سب کچھ ہے جو آپ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔ توریت میں ان کا نام حزقی ایل ہے۔

قرآن پاک میں سورۂ بقرہ کی ۲۴۳ویں آیت میں بنی اسرائیل کا ایک خاص واقعہ مذکور ہوا ہے۔

"بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (تعداد میں) ہزاروں ہی تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ مرجاؤ پھر ان کو زندہ بھی کر دیا پھر کچھ شک نہیں کہ خدا لوگوں پر مہربانی رکھتا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔"

ہمارے مفسرین بتاتے ہیں کہ اس واقعے کا تعلق حضرت حزقیل ؑ اور بنی اسرائیل سے ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر کے مطابق مذکورہ موت کے ڈر سے بھاگنے ' مرنے اور پھر زندہ ہو جانے والے بنی اسرائیلی تھے اور یہ جماعت موجودہ شہر واسطہ کے قریب اس زمانے کی مشہور آبادی تھی۔ ان کی بستی کا نام داوردان تھا اور داوردان سے بھاگ کر ان لوگوں نے جس وادی میں پناہ لی تھی اس کا نام وادی ارنج تھا۔ اسی وادی میں ان پر موت طاری ہوئی اور یہیں وہ دوبارہ زندہ کیے گئے۔

شاہان یہوداہ کا اکیسواں بادشاہ یہویاکین JEHOIACHIN ۵۵۸ قبل مسیح میں بعمر اٹھارہ سال تخت نشین ہوا۔ اس نے صرف تین مہینے حکومت کی تھی کہ بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ شہر اور عبادت گاہ کو تباہ و برباد کر دیا اور بنی اسرائیلیوں کی بہت بڑی تعداد کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔ ان اسیروں میں حضرت حزقیل بھی تھے۔ ابھی تک ان پر کلام الٰہی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا۔ یہ جنگل میں نہر کبار کے کنارے دوسرے بنی اسرائیلیوں کے ساتھ رہتے تھے۔

جب یہویاکین بادشاہ کی اسیری کے پانچ برس گزر گئے تو اس مہینے کی پانچویں تاریخ کو پہلی بار ان پر خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا اور یہ سلسلہ پچیس سال تک جاری رہا۔ چنانچہ توریت کے صحیفے حزقیل باب ۱۳-۲ میں نزول کلام الٰہی کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"اس مہینے کی پانچویں کو یہویاکین بادشاہ کی اسیری کے پانچویں برس میں خدا کا کلام بوزی کاہن کے بیٹے حزقیل پر نازل ہوا۔ جو کسدیوں کے ملک میں نہر کبار کے کنارے پر تھا۔"

اور بالکل آخر میں صحیفہ حزقیل باب ۴۰ کے ایک میں لکھا ہے۔

"ہماری اسیری کے پچیسویں برس کے شروع میں اور مہینے کی دسویں تاریخ کو جو شہر کی تسخیر کا چودھواں سال تھا اسی دن خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا۔"

اسیری کے دوران میں حضرت حزقیل ؑ کو یروشلم کے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ یہویاکین کی جگہ اس کے چچا متنیاہ MATTANIAYH کو تخت پر بٹھا دیا اور اس کا نام بدل کر صدقیاہ ZEDEKIAH رکھ دیا۔ اس وقت صدقیاہ کی عمر اکیس سال تھی۔

حضرت حزقیل ؑ کو دکھ تھا کہ بنی اسرائیل عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور زندگی کا ہر شعبہ برائیوں کا شکار ہے۔ عورت ہو یا مرد کسی کو بھی مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ جس کسی کو کسی بھی قسم کی ذرا سی برتری حاصل ہو گئی تھی وہ تکبر میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ تکبر اس کی باتوں ' اس کے طور طریق ' اس کے رہن سہن اور اس کے رویوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ ان میں ذاتی بے جا انا تو موجود ہوتی تھی لیکن ملی اور مذہبی خودداری اور غیرت سے محروم تھے۔ وہ حرص و طمع میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ ذرا سا ذاتی نقصان برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر مذہبی اور قومی نقصان کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی اور اس معاملے میں

کسی کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ تاجر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لیے دیانت اور ایمان کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے تھے ' کسی کی مجبوری کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

پڑوسی ' پڑوسی کے لیے بلائے جان تھا کہ کب وہ غافل ہو اور یہ اس کی غفلت کا فائدہ اٹھائیں۔ ہنر مندوں کا بھی یہی حال تھا کہ وہ آرائش و زیبائش کی چیزیں بڑے انہماک سے تیار کرتے تھے مگر جنگی اشیا کی تیاری پر خاص توجہ نہیں دیتے تھے۔ فوجیوں کو بھی اپنے مقدس شہر ' اپنی قوم اور اپنے مذہب کا کوئی خاص خیال نہیں تھا۔

ان کے ہتھیار زنگ آلود تھے اور بوقت ضرورت فوج کے لیے ناکافی بھی۔ وہ ان ہتھیاروں کو باہمی لڑائی میں تو استعمال کرتے تھے مگر دشمنوں کے مقابلے میں ان کی جرات جواب دے جاتی تھی۔

جن کے پاس دولت تھی ' سونا چاندی تھی ' وہ اسے عیش و عشرت اور جھوٹی نمود و نمائش پر خرچ کرتے تھے۔ مذہبی بے راہ روی اتنی آگئی تھی کہ یہ اپنے سونے چاندی سے بت اور مورتیاں تیار کرواتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ عورتیں زیورات کی طرف مائل رہتی تھیں۔ جنہیں دولت اور سونا چاندی میسر تھے ان کی عورتیں آرائش اور زیبائش اور نمود و نمائش کے لیے زیورات کے شوق میں جنون کی حد تک مبتلا ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی بے جا احساس برتری سے غریب عورتوں کے دل جلاتی تھیں اور انہیں شرمندہ کرتی رہتی تھیں۔ غریب خواتین کے مقابلے میں وہ خود کو کسی دوسری اعلیٰ دنیا کی مخلوق سمجھتی تھیں۔

جن خواتین کو غربت و افلاس نے مجبور اور بے بس کر رکھا تھا انہیں زیورات کے شوق نے گناہ اور بدکاری کی طرف مائل کر دیا تھا۔ وہ جن زیورات سے محروم تھیں ' ان کے حصول کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار رہتی تھیں۔ انہیں کوئی بھی صاحبِ ثروت برائی پر آمادہ کر سکتا تھا اور تھوڑے سے چاندی سونے کے لیے وہ بہ آسانی بدکاری پر تیار ہو جاتی تھیں اور اپنی عصمت و عفت جیسی قیمتی متاع کے عوض وہ کوئی معمولی سا چاندی کا زیور حاصل کر لیتی تھیں۔

اس طرح پورے معاشرے میں یہ برائیاں عام تھیں۔ ترغیب اور تحریص کا بازار گرم تھا۔

جنہیں مالی کمزوری کے باوجود خدا نے ہمت اور حوصلہ دیا تھا وہ اسے ناجائز کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ رہزنی عام تھی اور کمزوروں سے ان کا مال چھین لینا گویا ان کا پیدائشی حق ہے۔ کسی سے مستعار چیز لے کر ہڑپ کر جانا ان کا پیدائشی حق تھا۔

تاجر مال خریدتے تو زیادہ وزن کی چیزیں لے کر ان کی کم قیمت ادا کرتے اور فروخت کرتے تو کم تولتے اور اس کی زیادہ قیمت وصول کرتے۔ اس صورتحال سے صرف تاجر خوش ہوتے تھے اور ان کے خریدار ناخوش اور اداس ہو جاتے تھے۔

عبادت گاہ میں خدائے واحد کی عبادت کرنے والے کم تھے جب کہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش عام تھی۔

یہ سب کچھ یروشلم اور اس کے مضافات میں ہو رہا تھا جب کہ حضرت حزقیلؑ بابل میں کسدیوں کو سرگرم عمل دیکھ رہے تھے۔ ان میں اکا بھی تھا' ملی شعور بھی اور فوجی جوش و جذبہ بھی۔ انہیں اپنی قومی برتری کا شدت سے احساس رہتا تھا اور اسے برقرار رکھنے کے لیے وہ حرکت میں رہتے تھے۔ ان کی نظریں غیر کی کھیتوں پر رہتی تھیں اور یہ تاخت و تاراج میں مشغول رہتے تھے جس سے ان کی رگوں میں خون گرم رہتا تھا۔

حضرت حزقیلؑ جب کسدیوں کا اپنی قوم سے موازنہ کرتے تو انہیں بڑا دکھ ہوتا اور وہ اکثر و بیشتر اپنی قوم کے لوگوں سے اس کا اظہار بھی کرتے رہتے۔

یہیں خدا کی طرف سے ان کو حکم ملتا رہتا کہ وہ بنی اسرائیلیوں کی رہنمائی کریں۔ کبھی ان کو ادومیوں کی ہدایت کا حکم دیا جاتا اور کبھی کہا جاتا کہ آپ کو خدا۔ نہ موآبیوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ لیکن وہ اپنی اسیری کی وجہ سے دور دراز کے علاقوں میں نہیں جاسکتے تھے۔ دور دراز علاقوں تک خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے ان کو تاجروں کا سہارا لینا پڑتا۔

وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ انہیں تاجروں کا کوئی ایسا قافلہ مل جائے جس کے ذریعے وہ خدا کا پیغام اس قوم تک بھجوادیں جس کے لیے ان پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے۔

کبھی تو وہ خدا کا پیغام صور بھیج دیتے اور کبھی صیدا۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی قوم پر ایک نبی مبعوث کیا گیا ہے اور وہ بے لوث پوری لگن سے اللہ کی طرف سے سونپا ہوا فرض انجام دے رہا ہے۔

یروشلم سے کچھ ایرانی تاجر بابل پہنچے تو حضرت حزقیلؑ نے ان سے یروشلم کا حال پوچھا۔

ایرانی تاجروں کو ہنسی آگئی۔ انہوں نے طنزاً کہا "یروشلم کے لوگ بھی کتنے عجیب ہیں کہ دیانت ان سے جاتی رہی اور غیر معمولی حرص و طمع نے انہیں بے بہرہ اور اندھا کر دیا تھا۔"

حضرت حزقیلؑ نے یروشلم کے بادشاہ صدقیاہ کے بارے میں پوچھا "وہ کیسی حکومت کر رہا ہے؟"

ایک تاجر نے جواب دیا "جناب! اسے تو شاید اب یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اسے بابل کے بادشاہ نے اپنا طفیلی بادشاہ بنا کر یروشلم کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ ہم نے تو اسے عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا دیکھا ہے۔ لوگ اس سے ڈرتے بھی نہیں۔ حکومت کے ہر شعبے پر اس کی گرفت ڈھیلی ہے۔"

حضرت حزقیلؑ نے یروشلم کے تاجروں کے بارے میں پوچھا تو یہی معلوم ہوا کہ وہ بہت حریص' خود غرض اور منافع خور ہیں۔ مذہبی لوگوں کے بارے میں تاجروں کو بتایا کہ وہ بھی اتنی صلاحیت نہیں رکھتے

کہ اپنے ہم مذہب لوگوں کو حق پرستی کی تعلیم دیں اور انہیں بت پرستی سے باز رکھیں۔

حضرت حزقیلؑ کے لیے دشواری یہ تھی کہ یہ یروشلم پہنچ نہیں سکتے تھے اور اللہ کا پیغام اپنی قوم کو براہِ راست نہیں پہنچا سکتے تھے۔

انہیں کاشت کاروں کے بارے میں بتایا گیا کہ غلے کے بڑے بڑے آڑھتی فصل کے تیار ہونے سے پہلے ہی قرضے دے دے کر کم قیمت میں خرید لیتے ہیں اور غلہ اگانے والے بھوک کا شکار رہتے ہیں۔

غالباً نبوت ملنے کے وقت حضرت حزقیلؑ کی عمر تیس سال تھی۔ پچیس سال کی عمر میں اسیر ہوئے اور اسیری کے پانچویں سال انہیں آگاہ کیا گیا کہ وہ نبی ہیں اور بنی اسرائیل پر نبوت کریں۔ اس سلسلے میں ان کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ عجیب و غریب ہے۔ انہیں کے بقول۔

"تیسویں برس کے چوتھے مہینے کی پانچویں تاریخ کو یوں ہوا کہ جب میں نہر کبار کے کنارے اسیروں کے درمیان تھا تو آسمان کھل گیا اور میں نے خدا کی رویتیں دیکھیں۔ اس مہینے کی پانچویں کو یہویاکین بادشاہ کی اسیری کے پانچویں برس میں خدا کا کلام بوزی کے بیٹے حزقیل کاہن جو کسدیوں کے ملک میں نہر کبار کے کنارے پر تھا' نازل ہوا اور وہاں خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا۔ میں نے نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ شمال سے آندھی اٹھی۔ ایک بڑی گھٹا اور لپٹتی ہوئی آگ اور اس کے گرد روشنی چمکتی تھی اور اس کے بیچ میں سے یعنی اس آگ میں سے صیقل کئے ہوئے پیتل جیسی صورت جلوہ گر ہوئی۔"

اس کے بعد جو کچھ حضرت حزقیلؑ نے دیکھا وہ ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے اور اس کی تفصیل اس مضمون کو غیر دلچسپ بنادے گی لیکن جہاں انہیں ان کی نبوت سے آگاہ کیا گیا وہ یوں ہے۔

"یہ خداوند کے جلال کا اظہار تھا۔ دیکھتے ہی میں اوندھے منہ گرا اور میں نے ایک آواز سنی جیسے کوئی باتیں کرتا ہے۔

اس نے مجھ سے کہا "اے آدم زاد' اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کہ میں تجھ سے باتیں کروں۔"

جب اس نے مجھ سے یوں کہا تو روح مجھ میں داخل ہوئی اور مجھے پاؤں پر کھڑا کیا چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ اے آدم زاد' میں تجھے بنی اسرائیل کے پاس یعنی اس باغی قوم کے پاس جس نے مجھ سے بغاوت کی ہے' بھیجتا ہوں۔ وہ اور ان کے باپ دادا آج کے دن تک میرے گناہ گار ہوتے آئے ہیں۔ ان کے پاس میں تجھ کو بھیجتا ہوں۔ وہ سخت دل اور بے حیا فرزند ہیں۔ تم ان سے کہنا کی خداوندِ خدا یوں فرماتا ہے۔ وہ سنیں یا نہ سنیں (کیونکہ وہ تو سرکش خاندان ہے) تو بھی اتنا تو ہوگا کہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان میں ایک نبی برپا ہوا۔"

"اور تو اے آدم زاد' ان سے ہراساں نہ ہو اور ان کی باتوں سے نہ ڈر حالانکہ اس وقت تیری مثال

اس اونٹ جیسی ہے جو کٹاروں اور کانٹوں سے گھرا ہوا ہو اور بچھوؤں کے درمیان رہتا ہو۔ ان کی باتوں سے ترساں نہ ہو۔ میری باتیں ان سے کہنا' خواہ وہ سنیں یا نہ سنیں۔"

"اے آدم زاد' تو میرا کلام سن اور تو اس سرکش خاندان کے مانند سرکشی نہ کر۔ اپنا منہ کھول اور جو کچھ میں تجھے دیتا ہوں اسے کھالے۔" میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھایا ہوا ہے اور اس میں کتاب کا طومار ہے۔ اس نے اسے کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ اس میں اندر باہر لکھا ہوا تھا اور اس میں نوحہ' ماتم اور آہ و نالہ مرقوم تھا پھر اس نے مجھ سے کہا "اے آدم زاد' جو کچھ تو نے پایا اسے کھالے اور طومار کو نگل جا اور جا کر اسرائیل خاندان سے کلام کر۔"

میں نے منہ کھولا اور اس نے مجھے وہ طومار کھلا دیا پھر اس نے مجھ سے کہا "اے آدم زاد' اس طومار سے اپنا پیٹ بھرلے۔" میں نے اسے کھایا اور وہ میرے منہ میں شہد کی مانند میٹھا تھا۔

اس کے آگے انہی باتوں کو کھل کر بیان کر دیا اور انہیں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ وہ نبی ہیں اور انہیں گمراہ بنی اسرائیلیوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

"اور سات دن کے بعد خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد' میں نے تجھے بنی اسرائیل کا نگہبان مقرر کیا ہے۔ پس تو میرے منہ کا کلام سن اور میری طرف سے ان کو آگاہ کر دے۔

یہودیوں میں وہ تمام اخلاقی برائیاں موجود تھیں جن سے اللہ نے بچنے کا حکم دیا ہے۔ معاشی اور معاشرتی دونوں ہی برائیاں ان میں عام تھیں۔ بدکاریاں اتنی عام تھیں کہ پڑوسی عورتوں پر ان کی نظریں رہتی تھیں اور وہ نہایت بے باکی سے بدکاریوں میں مشغول تھے۔

اگر کوئی پریشان حال' غرض مند کسی پیسے والے سے قرض لیتا تھا تو اس قرض کی رقم پر سود واجب ہو جاتا تھا اور پھر معینہ مدت میں ادا نہ کرنے کی صورت میں سود پر سود عائد کر دیا جاتا اور پھر سود در سود کا ایسا چکر چلتا کہ آدمی غلام بنا لیا جاتا' جائیدادیں اور مکانات سود خوروں کے قبضے میں چلے جاتے۔

یہ چیزیں حضرت حزقیلؑ کے علم میں بھی تھیں اور یہ اپنی قوم کو اس سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

ان میں اس حد تک برائیاں عام ہو چکی تھیں کہ شاید ان کے سوچنے' سمجھنے اور معقول فیصلے کرنے کی صلاحیت بھی چھن گئی تھی۔ اگر ان میں صالح اور نیک اولادیں پیدا ہوتی تھیں اور وہ اپنے قول و فعل میں صادق اور امانت دار ہوتے تھے تو ان کے نالائق' بددیانت' بدکردار اور گمراہ بزرگ اپنی سیدھی سچی اور باکردار اولاد کو یہ باور کراتے تھے کہ بڑوں کی خرابیاں اور بڑوں کی برائیاں ان کی نیک اولاد پر بھی اثر انداز ہوں گی اور انہیں بھی ان کے آباؤاجداد کی برائیوں کی سزا ملے گی۔ چاہے ان سے گناہ سرزد ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔

ان کم فہموں کی اس رائے سے حضرت حزقیلؑ کس طرح اتفاق کر سکتے تھے چنانچہ انہیں اللہ کی طرف سے آگاہ کیا گیا "خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ تم بنی اسرائیل کے ملک کے حق میں کیوں یہ مثل کہتے ہو کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہوئے۔ خداوند فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم کہ تم اسرائیل میں یہ مثل نہیں کہو گے۔ دیکھو سب جانیں میری ہیں۔ جیسی باپ کی جان ویسے ہی بیٹے کی جان' جو جان گناہ کرے گی وہی مرے گی لیکن جو انسان صادق ہے اور اس کے کام عدالت اور انصاف کے مطابق ہیں' جس نے بتوں کی قربانی سے نہیں کھایا اور بنی اسرائیل کے بتوں کی طرف اپنی آنکھیں نہیں اٹھائیں اور اپنے ہمسائے کی بیوی کو ناپاک نہیں کیا۔ قرض دار کا قرض واپس کر دیا اور ظلم سے کچھ چھین نہیں لیا' بھوکوں کو اپنی روٹی کھلائی اور ننگوں کو کپڑا پہنایا۔ سود پر لین دین نہیں کیا۔ بدکاری سے دست بردار ہوا اور لوگوں میں سچا انصاف کیا۔ میرے آئین پر چلا اور میرے کام پر عمل کیا تاکہ راستی سے معاملہ کرے' وہ صادق ہے اور خداوند فرماتا ہے کہ وہ یقیناً زندہ رہے گا۔

پر اگر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ رہزنی اور خونریزی کرے اور اوپر بیان کئے گئے گناہوں میں سے کوئی گناہ کرے اور ان فرائض کو بجا نہ لائے بلکہ بتوں کی قربانی سے کھائے اور اپنی ہمسائے کی بیوی کو ناپاک کرے۔ غریب اور محتاج پر ستم کرے' ظلم کر کے چھین لے' قرض لے اور واپس نہ کرے۔ بتوں کی طرف اپنی آنکھیں اٹھائے اور گھناؤنے کام کرے۔ سود پر لین دین کرے تو کیا زندہ رہے گا۔ وہ زندہ نہیں رہے گا۔ اس نے یہ سب نفری کام کیے ہیں۔ وہ یقیناً مرے گا اور اس کا خون اسی پر ہوگا۔

لیکن اگر اس کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوا جو ان تمام گناہوں کو جو اس کا باپ کرتا تھا' دیکھے اور خوف کھا کر اس کے سے کام نہ کرے' بتوں کی قربانی سے نہ کھائے اور بنی اسرائیل کے بتوں کی طرف آنکھیں نہ اٹھائے اور اپنے ہمسائے کی بیوی کو ناپاک نہ کرے' کسی پر ستم نہ کرے' ظلم کر کے کچھ چھین نہ لے' بھوکے کو روٹی کھلائے اور ننگے کو کپڑے پہنائے' غریب سے دستبردار ہو اور سود پر لین دین نہ کرے' میرے احکام پر عمل کرے اور میرے آئین پر چلے' وہ اپنے باپ کے گناہوں کے لیے نہیں مرے گا۔ وہ یقیناً زندہ رہے گا۔

تم کہتے ہو کہ باپ کے گناہ کا بوجھ کیوں نہیں اٹھاتا۔ جب بیٹے نے جائز اور روا کام کیے ہیں میرے سارے آئین کو حفظ کر کے ان پر عمل کیا تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے۔"

حضرت حزقیلؑ کی ان باتوں سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں وہ۔۔۔ ساری برائیاں

سرائیت کر گئی تھیں جو کسی قوم کی تباہی اور بربادی کا سبب بن جاتی ہیں۔ یہ اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان کی یہ ساری باتیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں اور آج کل کی اصطلاح میں حضرت حزقیلؑ گویا صحرا میں اذان دے رہے تھے۔

وہ نبی جو اپنی قوم میں چل پھر کے براہِ راست قوم کو ہدایت کرتے تھے، قوم ان کی نہیں سنتی تھی اور ان کو نبی تسلیم نہیں کرتی تھی تو بابل میں نہر کبار سے بلند ہونے والی آواز بنی اسرائیلی کس طرح سنتے۔ ابھی یروشلم میں صدقیاہ کی حکومت تھی اور اسے بخت نصر نے یہویاکین کو تخت سے اتار کر بادشاہ بنا دیا تھا۔ گویا یہ بخت نصر کا باج گزار تھا۔ اپنی باج گزاری پر اُسے کیوں بھروسا تھا، آج یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ لیکن تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر کا یہ یروشلم کا باج گزار حکمران بہت مطمئن اور بے فکر تھا۔ اسے بھی حضرت حزقیلؑ کے فرمودات پہنچتے رہتے لیکن اس پر بھی ان کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت حزقیلؑ کو یروشلم کے بادشاہ اور اپنی قوم کی بے حسی پر بہت غصہ آتا ہو گا لیکن نبیوں کو اللہ صبر و ضبط استقلال اور استقامت سے بہرہ ور کرتا ہے اور وہ اپنے پیغام کو پہنچانے کی ذمے داری سے باز نہیں آتے اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔

ابھی یروشلم میں بنی اسرائیلی موجود تھے اور صدقیاہ ان کا بادشاہ تھا۔ اکیس سالہ یہ بادشاہ نو سال تک بخت نصر کی باج گزاری میں سکون سے حکومت کرتا رہا مگر پھر اس کے دماغ میں آزادی سے حکومت کرنے کا سودا سمایا اور وہ بابل کی حکومت کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔

یہ دینی گمراہی کا بھی شکار تھا اور اب اس نے دنیاوی عاقبت اندیشی سے کام لیا۔

یہ سارے واقعات ابھی پیش بھی نہیں آئے تھے کہ نہر کبار کے کنارے ایک آواز بلند ہوئی۔

”خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ ایک بلائے عظیم دیکھ وہ آتی ہے۔ خاتمہ آیا، خاتمہ آیا۔ وہ تجھ پر آ پہنچا۔ اے زمین پر بسنے والے، تیری شامت آ گئی۔ وقت آن پہنچا، ہنگامے کا دن قریب ہوا۔ یہ پہاڑوں پر خوشی کی للکار کا دن نہیں ہے۔ اب میں اپنا قہر تجھ پر انڈیلنے کو ہوں اور اپنا غضب تجھ پر پورا کراؤں گا اور تیری روش کے مطابق تیری عدالت کروں گا اور تیرے سارے گھناؤنے کاموں کی سزا تجھ پر لاؤں گا۔ میری آنکھ رعایت نہیں کرے گی اور میں ہرگز رحم نہ کروں گا۔ میں تجھے تیری روش کے مطابق سزا دوں گا۔ تم جانو گے کہ میں خداوند سزا دینے والا ہوں۔ دیکھ، وہ دن آن پہنچا، تیری شامت آ گئی۔ عصا میں کلیاں نکلیں، غرور میں غنچے نکلے، ستم گری نکلی کہ شرارت کے لیے چھڑی ہو۔ کوئی ان میں سے نہیں بچے گا نہ ان کے انبوہ میں سے اور وہ نہ ان کے مال میں سے۔ ان پر ماتم نہ ہو گا۔ وہ وقت قریب آ گیا۔ وہ دن قریب ہے جب نہ تو خریدنے والا خوش ہو گا نہ بیچنے والا اداس کیونکہ ان دونوں پر

غضب نازل ہونے کو ہے کیونکہ بیچنے والا بکی ہوئی چیز تک نہیں پہنچے گا حالانکہ وہ زندوں کے درمیان میں ہو گا کیونکہ یہ رویا ان کے تمام انبوہ کے لیے ہے۔ ایک بھی نہ لوٹے گا اور نہ کوئی بدکاری سے اپنی جان کو قائم رکھ سکے گا۔ نرسنگا پھونکا گیا اور سب کچھ تیار رہے لیکن کوئی جنگ کو نہیں نکلتا کیونکہ میرا غضب ان کے انبوہ پر ہے۔ باہر تلوار ہے اور اندر وبا اور قحط ہے۔ جو کھیت میں ہے، تلوار سے قتل ہو گا اور جو شہر میں ہے، قحط اور وبا نگل جائیں گے لیکن جو ان میں بھاگ جائیں گے وہ بچ نکلیں گے اور وادیوں کے کبوتروں کی مانند پہاڑوں پر رہیں گے اور سب کے سب نالہ کریں گے۔ ہر ایک اپنی پستی اور بدکاری کے سبب، سب ہاتھ ڈھیلے ہوں گے اور سب گھٹنے پانی کی طرح کمزور ہو جائیں گے۔ وہ ٹاٹ سے کمر کسیں گے اور ہول ان پر چھا جائے گا۔ ان سب کے چہروں پر شرم ہو گی اور ان سب کے سروں پر چندلا پن ہو گا۔ وہ اپنی چاندی سڑکوں پر پھینک دیں گے اور ان کا سونا ناپاک چیز کی مانند ہو گا۔ خداوند کے غضب کے دن ان کا سونا چاندی ان کو نہ بچا سکے گا۔ ان کی جانیں آسودہ نہ ہوں گی اور ان کے پیٹ نہ بھریں گے کیونکہ انہوں نے اسی سے ٹھوکر کھا کر بدکاری کی تھی اور ان کے خوب صورت زیور شوکت کے لیے تھے پر انہوں نے ان سے اپنی نفرتی مورتیاں اور مکروہ چیزیں بنائیں اس لیے میں نے ان کو ان کے لیے ناپاک چیز کے مانند کر دیا اور میں ان کو غنیمت کے پردیسیوں کے ہاتھ میں اور لوٹ کے لیے زمین کے شریروں کے ہاتھ میں سونپ دوں گا۔ وہ ان کو ناپاک کریں گے اور میں ان سے منہ پھیر لوں گا اور وہ میرے خلوت خانے کو ناپاک کر دیں گے۔ اس میں غارت گر آئیں گے اور اسے ناپاک کریں گے۔ زنجیر بنا کر کیونکہ ملک خونریزی کے گناہوں سے پُر ہے اور شہر ظلم سے بھرا ہوا ہے۔ پس میں غیر قوموں میں سے بدترین کو لاؤں گا اور وہ ان کے گھروں کے مالک ہوں گے اور میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹا دوں گا اور ان کے مقدس مقام ناپاک کیے جائیں گے۔ ہلاکت آتی ہے اور وہ سلامتی کو ڈھونڈیں گے پر نہ پائیں گے۔ بلا پر بلا آئے گی اور افواہ ہو گی۔ تب وہ نبی سے رویا کی تلاش کریں گے لیکن شریعت کاہن سے اور مصلحت بزرگوں سے جاتی رہے گی اور رویت کے ہاتھ کانپیں گے۔ میں ان کی روش کے مطابق ان سے سلوک کروں گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان پر فتویٰ دوں گا تاکہ وہ جانیں کہ میں خداوند ہوں۔“

صدقیاہ نے نو سال تک بخت نصر کی اطاعت کی اور سالانہ خراج ادا کرتا رہا لیکن وہ اپنی ذلت اور رسوائی سے بالکل مطمئن اور خوش نہیں تھا۔

اس دوران میں حکومتِ مصر سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا۔ فرعون مصر کی ماضی میں بابل کی حکومت سے لڑائیاں ہو چکی تھیں اور فرعونِ مصر بھی بخت نصر سے ناراض تھا۔

بابل پر حملہ کرنے کے لیے فرعون کو یروشلم سے راہداری کی اجازت لینا پڑتی تھی۔ اس سہولت

کے لیے فرعونِ مصر نے صدقیاہ سے دوستی کرلی تھی اور ان دونوں میں ایک معاہدہ بھی ہوگیا کہ اگر کبھی بخت نصر یروشلم پر حملہ آور ہوا تو مصر کا فرعون اس کی مدد کرے۔ اس معاہدے کے بعد صدقیاہ نے بابل کو اخراج دینا بند کر دیا اور یہ بھول گیا کہ بابل کی چھاؤنیاں شام میں جگہ جگہ قائم تھیں اور اپنی ان چھاؤنیوں کی مدد سے بخت نصر مصری فوجوں کی آمد روک سکتا تھا اور صدقیاہ تنہا کچھ بھی نہیں تھا۔

جو کچھ حضرت حزقیلؑ نے اپنی پیش گوئی میں کہہ دیا تھا وہ سب یروشلم میں پیش آتا رہا۔

بخت نصر نے خراج کے بند ہوتے ہی یروشلم کا محاصرہ کرلیا۔ اب جو باہر تھے وہ اندر نہیں جاسکتے تھے اور جو اندر تھے وہ اندر قید ہوگئے۔ ان کے پاس باہر سے کھانے پینے کی چیزیں اندر نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

یہ محاصرہ دو سال جاری رہا۔ کھانے پینے کی چیزیں ختم ہوگئیں۔ سونا اور چاندی موجود تھا مگر ان سے مطلوبہ چیزیں نہیں خریدی جاسکتی تھیں۔ جن کے پاس کچھ نہیں تھا وہ لوٹ مار میں مشغول ہوگئے اس لیے سونا چاندی سے چیزیں خریدنے والے بکی ہوئی چیزوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور نہ خریدی ہوئی چیزیں اپنے گھر لے جاسکتے تھے کیونکہ دکان اور ان کے گھروں کے درمیان لٹیرے موجود تھے۔

جو یروشلم سے باہر تھے، انہیں قتل کر دیا گیا، جو اندر تھے وہ بھوکوں مر رہے تھے۔ بھوک کے علاوہ وبائی مرض بھی پھوٹ پڑے تھے۔ اب پڑوسیوں کی عورتوں کی طرف ناپاک نظریں ڈالنے والے بھوک سے پریشان تھے اور اسی بھوک سے ان کی بدکرداری جاتی رہی تھی۔ قرض لینے والے بھی عنقا تھے اور قرض دینے والے بھی پریشان کہ کسی کو قرض دیں تو اس کی واپسی کس طرح ہوگی اور قرض لینے والا قرض لے بھی تو اس کے بدلے کھانے پینے کی چیز کہاں ملے گی۔

باہر بخت نصر کی فوجیں اطمینان سے اس طرح پڑی ہوئی تھیں گویا اب انہیں یہیں رہنا تھا۔

یہوداہ کے بادشاہ صدقیاہ نے تنگ آ کے یہ فیصلہ کیا کہ اسے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس نے محدود سامان سمیٹا اور محدود ملازمین ساتھ لیے۔ رات کے اندھیرے میں محل چھوڑا اور شہر سے فرار ہوگیا۔

بخت نصر کو اس کے فرار ہونے کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے صدقیاہ کا پیچھا کیا اور اس کو اس کے خاندان اور نوکروں کے ساتھ گرفتار کرلیا۔

کچھ لوگوں نے بخت نصر کے صدقیاہ کی طرف متوجہ ہونے سے فائدہ اٹھایا اور شہر سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے۔

ان سارے واقعات میں خاص نکتے کی بات یہ ہے کہ یروشلم کی فوج نے بابلی فوج کا کہیں مقابلہ نہیں کیا حالانکہ یروشلم کی اپنی فوج بھی تھی لیکن سپاہیوں کی کاہلی، سستی اور غفلت کی وجہ سے ان کے

ہتیار زنگ آلود ہوچکے تھے اور سروں سے سودائے شجاعت نکل چکا تھا۔ دلوں سے ایمان اور مذہبی حمیت اور محبت دور ہوچکی تھی۔ انہیں اپنے دشمن کے آگے گڑگڑانا اور خوشامدیں کرنا تو گوارا تھا مگر ان میں اپنے دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

فوجیں یروشلم میں داخل ہوگئیں اور ہر طرف یہودیوں کا خون بہنے لگا۔ ہیکل سلیمانی کو آگ لگا دی گئی۔ پیتل کے ستون اور حوض جو خداوند کے گھر میں تھے، ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ شاہی محلات اور عمارتیں گرا دی گئیں۔

جس قدر زر و جواہر شہر میں تھا، لوٹ لیا گیا۔ اس بار یروشلم کی پوری آبادی کو غلام بنالیا گیا۔ کھیتوں میں ہل چلانے والے وہ لوگ جو بالکل مفلس تھے، انہیں یروشلم میں چھوڑ دیا گیا باقی سب کو غلام بنالیا گیا۔

صدقیاہ کو اس کے خاندان کے ساتھ گرفتار کیا جاچکا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیے گئے۔

بنی اسرائیل کو نافرمانی کی سزا اس طرح دی گئی کہ انہیں بھی نہر کبار کے کنارے چھوڑ دیا گیا اور ان سے غلامی کروائی گئی۔ بابل کے فوجی اور امرا نے ان سے عمارتوں کی تعمیر میں مزدوری کروائی۔ یہ یروشلم کے شرفا تھے اور یروشلم میں ان کے اپنے خدمت گار اور نوکر چاکر ہوا کرتے تھے۔ ان پر جو مصیبتیں نازل ہوئی تھیں ان کی وجوہ اسباب وہی تھے جو حضرت حزقیلؑ بتا چکے تھے۔

حضرت حزقیلؑ نے بنی اسرائیل کی دوسری شاخوں کو بھی ہدایت فرمائی۔ ان کے مخاطب حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی نسل کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ یہ مدین، صور، صیدا، بحر مردار کے چاروں طرف اور یروشلم کے مضافات میں آباد تھے۔

جن لوگوں نے حضرت حزقیلؑ کی پیش گوئیاں سنی تھیں، اب وہ قائل ہوجانے کے بعد ان کی زبان سے خوش خبریاں سننے کے طلب گار تھے۔ وہ ان سے بار بار پوچھتے تھے کہ اس دورِ غلامی کے بعد بھی کوئی شادمانی کا دور رہ گیا یا نہیں۔

ان کے جواب میں آپ یہی فرماتے کہ میں خداوند کے فرمان کا منتظر ہوں۔ میں نے خدا سے معلوم کیا ہے کہ میری قوم کب تک غلامی کے دکھ کو جھیلتی رہے گی مگر خدا تم سے بہت ناراض ہے اور یہ تمہیں سزا دی گئی ہے تاکہ تم سب خداوند کو پہچان لو اور اس کے فرمان پر عمل کرو۔

بنی اسرائیل میں جو گمراہی پھیلی ہوئی تھی اس میں کمی واقع ہونے لگی۔ اب ان میں کچھ کچھ اصلاح کی صورت نظر آنے لگی۔ یہاں انہیں سونا چاندی بھی میسر نہیں تھا جس نے انہیں گمراہ اور بے راہ رو کر رکھا تھا۔ یہاں عورتیں اپنے پڑوسیوں کی بدنظری سے محفوظ ہوگئیں۔ ان میں ملی اور مذہبی

جذبہ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بابلوں کے بتوں کی عبادت اس لیے نہیں کرسکتے تھے کہ وہ ان کے لیے اجنبی اور غیر تھے۔ وہ یروشلم میں جن بتوں کی پرستش کرنے لگے تھے وہ سب وہیں رہ گئے تھے' ان کو یہاں لایا نہیں جاسکتا تھا اور ان کے پاس سونا چاندی نہیں تھا کہ وہ اپنے لیے نئے بت بنوا لیتے۔ انہیں حضرت حزقیلؑ کی باتیں بھی یاد آتی رہتیں کہ بتوں سے ناتا توڑو' ایک خدا سے رشتہ جوڑو۔

یہاں غلامی کی مصیبت میں ان کو ایک خدا یاد آرہا تھا۔ اب وہ حضرت حزقیلؑ سے وعدہ کرتے تھے کہ اگر خداوند ان کو غلامی سے نجات دلوا دے تو وہ خدائے واحد کی پرستش کرنے لگیں گے۔

حضرت حزقیلؑ نے کہا "خداوند خدا اپنی عبادت کو مشروط نہیں کرتا اور وہ انسانوں کی طرح کاروباری بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کاروبار شروع کرے۔"

آپ کی تگ و دو جاری رہی۔ اس دوران میں حضرت حزقیلؑ کو خدا نے آگاہ کیا کہ وہ اپنی قوم کو بتا دیں کہ خدا نے بنی اسرائیل کو آزادی کی بشارت دے دی ہے۔

انہوں نے قوم کو یہ مژدہ سنایا۔ قوم نے ان سے پوچھا "خداوند خدا نے آپ کو آزادی کی خوشخبری کس طرح دی ہے؟"

آپ نے فرمایا "خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اب میں آل یعقوب کی اسیری کو موقوف کروں گا اور تمام بنی اسرائیل پر رحم کروں گا اور اپنے مقدس نام کے لیے غیور رہوں گا اور وہ اپنی رسوائی اور تمام خطا کاری جس سے وہ میرے گناہ گار ہوئے' برداشت کریں گے۔ جب وہ اپنی سرزمین میں امن سے بودو باش کریں گے تو کوئی ان کو نہ ڈرائے گا۔ جب میں ان کو امتوں میں سے واپس لاؤں گا اور ان کے دشمنوں کے ملکوں سے فراہم کروں گا اور بہت سی قوموں کی نظروں میں ان کے درمیان میری تقدیس ہوگی تب وہ جانیں گے کہ میں خداوند ان کا خدا ہوں اس لیے کہ میں نے ان کو اقوام کے درمیان اسیری میں بھیجا اور پھر میں نے ہی ان کو ان کے ملک میں جمع کیا اور ان میں سے ایک کو بھی وہاں نہ چھوڑا۔"

اس بشارت میں زمانے کا تعین نہیں تھا اس لیے وہ زیادہ بے چین نظر آتے تھے۔

انہیں اب بھی یہی غم پریشان کر رہا تھا کہ اگر یہ دورِ غلامی ان پر زیادہ عرصے مسلط رہا تو وہ اس غلامی میں مر جائیں گے اور آنے والی نسلیں آزادی سے فائدے اٹھائیں گی' اس آزادی سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور مرنے کے بعد سورج مشرق سے نکلے یا مغرب سے' مرنے والوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی۔

ان سے لوگ بار بار پوچھتے تھے کی اللہ سے پوچھو کہ ہم کب آزادی سے ہمکنار ہوں گے۔

حضرت حزقیلؑ اپنی قوم سے کہتے "میں اللہ تک تمہارا سوال پہنچا سکتا ہوں لیکن اس کے جواب کے لیے خدا کو مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ میرے ہر سوال کا جواب دیتا رہے۔"

بنی اسرائیلی اسیروں کو یہاں ایک خدا کی پرستش میں مزہ آنے لگا تھا اور ان کا یہی مزاج ان کے خلوص کا ثبوت تھا۔

ان میں حضرت حزقیلؑ کو وہ سپاہی بھی نظر آتے تھے جنہیں بابل کی فوجوں سے جنگ کرنی تھی لیکن یہ سب جنگ کیے بغیر ہی گرفتار کرلیے گئے تھے۔ آپ نے ان کو شرمندہ کیا کہ اگر وہ خداوند خدا کے لیے دشمنوں سے جنگ کرتے تو شاید ان کی قوم کو یہ غلامی کے دن نہ دیکھنا پڑتے۔

○☆○

بابل کے قریب ہی دادردان نامی ایک شہر تھا۔ یہاں بھی بنی اسرائیلی آباد تھے لیکن اب دادردان میں کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ ان میں بھی وہی ساری برائیاں موجود تھیں جو یروشلم کے حوالے سے بیان کی جاچکی ہیں۔ یہاں بھی پیسے والے سودی کاروبار کرتے تھے' کم تولنے کی وبا یہاں بھی عام تھی۔ نادار کی ناداری سے فائدہ اٹھانے کی یہ قوم عادی تھی اور ان کی پڑوسی خواتین ان سے محفوظ نہیں تھیں۔ ان کے پاس بھی سونا اور چاندی بہت زیادہ تھا مگر یہ سونا چاندی زیب و زیبائش' بتوں کی تیاری اور نمود و نمائش میں کام آتا تھا۔ ان کے نوجوان جنگ سے بھاگتے تھے اور جب بھی انہیں خبریں ملتی تھیں کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے تو یہ لوگ نہایت حکمت عملی سے اپنی جان بچا لیتے تھے۔ اللہ کو ان کی یہ عادت بالکل پسند نہیں تھی۔

حملہ آوروں کو حکمت عملی سے واپس کر دینا تو ان کے معمولات میں تھا لیکن تا بکے یعنی وہ کب تک حملہ آوروں سے اپنی جان بچا سکتے تھے۔ ایک بار ان لوگوں جب دیکھا کہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا پڑے گا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حملہ آوروں سے پہلے ہی شہر کو چھوڑ دینا چاہیے۔

لیکن تمام شہریوں کے لیے شہر چھوڑ دینا مشکل تھا کیونکہ شہر کو چھوڑ کر کہیں روپوش ہو جانا اور اپنا سب کچھ شہر میں چھوڑ دینا بہت مشکل کام تھا۔ شہر میں ان کے کاروبار تھے' جائیدادیں تھیں' مویشی تھے اور ان سب کو چھوڑ کے کسی نئی جگہ خالی ہاتھ چلا جانا بہت مشکل کام تھا لیکن ان کے سپاہیوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ دشمن کی فوج سے بچنے کے لیے کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ انہوں نے اب جس وادی کا انتخاب کرلیا تھا وہ یہاں سے بہت دور تھی اور پوری قوم کو وہاں لے جانا اس لیے زیادہ مشکل کام تھا کہ یہ سبھی وہاں کے لیے تیار نہ تھے۔ سپاہیوں کا کہنا تھا کہ اپنی جان بچانا ضروری ہے۔ زندہ رہیں گے تو مال و دولت دوبارہ کمایا جاسکتا ہے۔ منہدم ملبوں پر نئی عمارتیں کھڑی کی جاسکتی ہیں۔ مکانات پھر سے بن سکتے ہیں' جان ان سب پر مقدم ہے۔

شہریوں نے فوجیوں کی یہ ساری باتیں سنیں تب بھی شہر چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ آخر سپاہیوں نے اپنے شہری اور اپنے ان ہم قوم بھائیوں سے کہا "ہمارے اسلحے زنگ آلود ہیں اور ہم اپنے

آپ میں مقابلے کی ہمت نہیں پاتے اس لیے اب تم لوگ زیادہ مت سوچو۔ ہمارے ساتھ اینج کی وادی میں نکل چل چلو۔ یہ وادی پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اس لیے دشمن وہاں نہیں جائے گا اور ہم وہاں سالوں رہ سکتے ہیں۔"

جب شہریوں نے یہ دیکھا کہ ان کے فوجیوں نے بالکل ہی ہمت ہار دی ہے اور اگر وہ یہاں رہ گئے تو جان بھی جائے گی اور مال و زر بھی، اس لیے اب فوجیوں کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

یہ لوگ اجتماعی طور پر نقل مکانی پر آمادہ ہوگئے۔ جو چیزیں اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے، ساتھ لے لیں اور وادی اینج روانہ ہوگئے۔

حملہ آوروں نے داوردان کا محاصرہ کیا تو انہیں مایوسی ہوئی کہ یہاں ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

شہر میں داخل ہوئے تو انہیں مکانات اور عمارتیں خالی ملیں۔ لوگوں نے یہاں جو کچھ چھوڑا تھا، حملہ آوروں نے اسے قبضے میں کیا اور ویران بستی کو آگ لگادی اور جو مکانات جلنے سے رہ گئے انہیں توڑ کر زمین بوس کر دیا گیا۔

یہاں داوردان میں یہ ہو رہا تھا اور خدا نے ان جنگ سے بھاگنے والوں کے لیے کوئی اور ہی فیصلہ کر دیا تھا۔

جنگ جو بنی اسرائیلیوں کو ضرور لڑنا چاہئے تھی کیونکہ یہ حق و باطل کی جنگ تھی۔ بنی اسرائیلی خدا کی پسندیدہ قوم تھے جب کہ حملہ آور بت پرست۔ حق پرستوں کا بت پرستوں کے مقابلے سے راہِ فرار اختیار کرنا خدا کو پسند نہیں آیا اس لیے خدا نے بنی اسرائیلیوں کے لیے ایک سزا تجویز کر دی۔ وادی اینج کی فضا مسموم کر دی گئی اور ان سب پر اس وادی میں موت طاری ہوگئی۔

وادی اینج کے باہر لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ داوردان والوں پر وادی میں کیا بیتی۔

وقت گزرتا رہا اور مرنے والوں پر موسم اثر انداز ہوتے رہے۔ وہ سب سوکھ گئے، گوشت اور پوست دونوں غائب ہوگئے۔ ہڈیوں کے پنجر باقی رہ گئے تھے لیکن ان پنجروں کو بھی کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔

حضرت حزقیلؑ کو اچانک حکمِ خداوندی ملا "اے حزقیل! وادی اینج میں جاؤ اور جہاد سے بھاگنے والوں کا حشر دیکھو۔"

انہیں وادی اینج تک راستہ نہیں معلوم تھا لیکن فرشتوں کی رہنمائی میں حضرت حزقیلؑ کو وادی اینج میں پہنچایا گیا۔ یہاں ہر طرف ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ اگر کچھ ہڈیوں پر کچھ رہ بھی گیا تھا تو وہ بالکل سوکھا ہوا تھا۔

انہیں اس وادی میں چاروں طرف گھمایا پھرایا گیا۔

حضرت حزقیلؑ کو حیرت بھی تھی اور عبرت بھی کہ ان کی قوم کے اتنے سارے لوگ سامانِ عبرت بن گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کیا یہ زندہ بھی کئے جاسکتے ہیں کہ اچانک حضرت حزقیلؑ کو ایک آواز سنائی دی، یہ آواز خداوند کی تھی۔

خداوند نے کہا "اے آدم زاد! کیا یہ ہڈیاں زندہ ہو سکتی ہیں؟"

حضرت حزقیلؑ نے جواب دیا "اے خداوند خدا! تو ہی جانتا ہے کہ تو ہی پیدا کرتا ہے اور تو ہی مارتا ہے۔ موت و زندگی تیرے اختیار میں ہے۔"

خداوند نے فرمایا "اے آدم زاد! ان ہڈیوں پر نبوت کر۔"

حضرت حزقیلؑ نے دریافت کیا "مجھے کس طرح نبوت کرنی ہے؟"

خداوند نے ان سے کہا "ان سے کہہ کہ اے سوکھی ہڈیو، خداوند خدا کا کلام سنو۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر روح ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے۔ تم پر نسیں پھیلاؤں گا اور گوشت چڑھاؤں گا اور تم کو چمڑا پہناؤں گا اور تم میں دم پھونکوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے اور جان لوگے کہ میں خداوند ہوں۔"

حضرت حزقیلؑ نے خداوند کے حکم سے نبوت کی اور وہی سب کچھ کہنا شروع کر دیا جس کی انہیں ہدایت کی گئی تھی۔

یکایک وادی میں ایک شور بلند ہوا اور ایسا لگا جیسے وادی میں زلزلہ آگیا ہو۔ تمام ہڈیاں حرکت میں آچکی تھیں اور ان کے ٹوٹے ہوئے حصے آپس میں جڑ رہے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیوں کے یہ ڈھانچے اس طرح صحیح سلامت کھڑے ہوگئے جیسے انہیں کسی ماہر مجسمہ ساز نے سیدھا کھڑا کر دیا ہو۔

حضرت حزقیلؑ یہ سب بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ہڈیوں کے ڈھانچے ان کے سامنے ہجوم کی شکل میں کھڑے تھے۔ ابھی ان کی یہ حیرت کم نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ ہڈیوں پر نسیں چڑھنا شروع ہوگئیں اور پھر ان نسوں میں گوشت نمودار ہوا اور اس گوشت پر دیکھتے ہی دیکھتے پوست نمودار ہوئی اور ان کے سامنے اس وقت بے جان انسانوں کا ایک بہت بڑا ہجوم کھڑا تھا کیونکہ ان میں ابھی تک جان نہیں پڑی تھی۔ یہ بے جان انسانوں کا ایک بڑا ہجوم تھا جس میں حزقیلؑ کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت حزقیلؑ نے کہا "اے خداوند! یہ سب تو بے جان ہیں، ان میں تو جان پڑی ہی نہیں۔"

خداوند نے حکم دیا "اے آدم زاد! ابھی کارِ نبوت باقی ہے۔ تو نبوت کر یعنی ہوا سے نبوت کر اور اس سے کہہ کہ اے ہوا! خداوند فرماتا ہے کہ اے دم تو چاروں طرف سے آ اور ان مردوں پر پھونک کہ یہ زندہ ہو جائیں۔"

حضرت حزقیلؑ نے خدا کے فرمان کی تعمیل کی اور ان بے جان مجسموں کی طرف دیکھتے ہوئے ہوا سے کہا "اے ہوا! تو ان میں داخل ہو جا تاکہ یہ سب زندہ کہلائیں اور اپنے عبرت ناک ماضی کو یاد کریں اور انہیں بتایا جائے کہ خدا کی نافرمانی میں ان کا کیا حشر ہوا تھا اور اب خدا کی مہربانی سے انہیں کس طرح حیات نو بخشی گئی۔"

حضرت حزقیلؑ یہ سب کہتے رہے اور ان بے جان جسموں میں جان پڑ گئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا لشکر ان کے سامنے حرکت میں آ گیا۔

یہ زندہ ہو جانے والے حیران تھے۔ انہیں اپنے مرنے کی ساعتیں یاد تھیں اور انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح زندہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے سامنے حضرت حزقیلؑ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا "آپ کون ہیں؟"

حضرت حزقیلؑ نے اپنے بارے میں انہیں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ خدا نے ان کے بارے میں حضرت حزقیلؑ کو بتا دیا تھا کہ وادی ایتح میں داوردان کے لوگ جہاد سے بھاگ کر آئے تھے' یہاں ان پر موت طاری کر دی گئی چنانچہ جب وہ یہاں آئے تو انہوں نے اس پوری وادی میں انسانی ڈھانچے پڑے ہوئے دیکھے۔ ان میں بہت سے ڈھانچے ایسے تھے جن کی ہڈیاں تک الگ الگ ہو گئی تھیں۔

ان لوگوں نے کہا "ہمیں معلوم ہے کہ ہم بنی اسرائیلی ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ داوردان سے بھاگ کر یہاں آئے تھے کیونکہ ہمارے سپاہی اور ہماری قوم جہاد کو پسند نہیں کرتی پھر اس وادی میں ہم پر موت طاری ہو گئی اور ہم مر گئے۔ آپ کے بقول جب آپ یہاں آئے تو آپ کو یہاں ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے نظر آئے مگر اب ہم زندہ ہیں' ہمارے جسم پر گوشت پوست بھی ہے۔ ہمیں یقین نہیں آتا' یہ سب کچھ کس طرح ہوا۔"

حضرت حزقیلؑ نے کہا "اے لوگو! خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ آج جس طرح اس نے تم کو اس وادی میں اٹھایا ہے اسی طرح وہ ایک دن تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھائے گا۔"

ان بنی اسرائیلیوں کو اپنے وجود کو دیکھ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ وہ اس وادی میں کتنے سالوں سے بے جان پڑے ہوئے تھے۔ وہ یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ کیا واقعی ان کے جسموں کا گوشت پوست غائب تھا اور وہ محض ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ گئے تھے۔

حضرت حزقیلؑ نے انہیں سارا کچھ تفصیل سے بتایا اور کہا "تمہیں اس وادی میں پڑے ہوئے سو سال سے زیادہ ہو گئے۔ اب تم لوگ چاہو تو اسی وادی میں رہو یا اپنے وطن داوردان واپس جاؤ مگر وہاں جانے سے پہلے تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اب وہاں بنی اسرائیل کے دوسرے لوگ آباد ہیں اور

تمہارے لیے وہاں کوئی جگہ نہیں ہے اس لیے تمہارے لیے بہتر ہے کہ اسی وادی میں رہو۔"

ان بنی اسرائیلیوں نے حضرت حزقیلؑ سے پوچھا "خداوند خدا نے ہمیں اچانک اجتماعی موت کے سو سال بعد حیات نو بخشی' آخر اس میں کون سی مصلحتِ خداوندی ہے؟"

حضرت حزقیلؑ نے فرمایا "تم میں بہت سے ایسے بنی اسرائیلی ہیں جنہیں اپنی زندگی میں حیات کے بعد الممات پر یقین نہیں تھا۔ انہیں اس طرح بتا دیا گیا کہ جس طرح وادی ایتح کے مردوں کو نئی زندگی بخشی گئی اسی طرح تمہیں تمہاری قبروں سے زندہ اٹھایا جائے گا۔"

حضرت حزقیلؑ بابل واپس تشریف لے گئے۔ ان کا یہ واقعہ توریت میں صحیفہ حزقیل کے باب ۳۷ ایک تا چودہ میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت حزقیلؑ کتنے عرصے اسیر رہے اور ان کی موت کہاں واقع ہوئی' کہیں سے اس کا پتا نہیں لگتا لیکن بنی اسرائیلیوں نے بابل کی اسیری میں ستر سال گزارے اور جب سائرسِ اعظم نے بابل فتح کیا تو انہیں آزادی مل گئی اور اس نے بنی اسرائیلیوں کو یروشلم بھیج کر دوبارہ آباد کیا۔

اس کی پیش گوئی بھی حضرت حزقیلؑ کر چکے تھے۔ داوردان اور وادی ایتح کا ذکر قرآن پاک کی سورہ بقرہ میں بیان ہوا ہے۔

○☆○

حضرت یرمیاہ علیہ السلام

(586 ق م)

حضرت داؤدؑ کے بعد ۵۸۸ قبل مسیح تک یروشلم پر انیس بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان میں سے آخری بادشاہ صدقیاہ یروشلم پر حکومت کر رہا تھا لیکن اس کے نظم و نسق میں بڑی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے یروشلم پر کسی کی حکومت ہی نہ ہو۔ ہر کوئی من مانی کر رہا تھا۔ کوئی کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ان کا کاہن فشحور بن امیر بھی دینی معاملات میں مخلص نہیں تھا۔

اسی عہد میں حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی بن یامین کی نسل سے تعلق رکھنے والے حضرت یرمیاہؑ بھی موجود تھے۔ اصولاً انہیں کاہن ہونا چاہئے تھا مگر یہ منصب فشحور بن امیر کو اس لیے دیا گیا تھا کہ مطلق العنان یہودی بادشاہ اس کاہن سے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کام لیا کرتا تھا۔

بنی اسرائیل کی بے راہ روی نے یروشلم کو بربادیوں سے ہمکنار کردیا۔ کئی سال تک بارش بھی نہیں ہوئی، چشمے سوکھ گئے، زمین خشک ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ سے پھٹنے لگی، سبزے کا کہیں دور دور تک پتا نہ تھا۔ ان برے حالات میں حضرت یرمیاہؑ نے اپنا کارِ منصبی انجام دینا شروع کردیا۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی قوم کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے رہیں۔ وہ یروشلم کے گلی کوچوں، بازاروں اور سبزہ زاروں میں کبھی پھرا کرتے تھے تو انہیں رونقیں نظر آتی تھیں مگر اب ہر طرف ویرانی و بربادی نظر آتی تھی۔

انہوں نے کھلے میدانوں میں کچھ لوگوں کو کاندھوں پر خالی گھڑے لے جاتے دیکھا۔ حضرت یرمیاہؑ نے انہیں پہچان لیا۔ یہ اپنے حلیے سے امرا کے نوکر چاکر معلوم ہوتے تھے جو اپنے آقاؤں کے لیے پانی کی تلاش میں نکلے تھے۔ حضرت یرمیاہؑ نے انہیں پریشان حال پھرتے دیکھا تو انہیں روک کر دریافت کیا "تم کس کے لیے اتنی محنت کر رہے ہو؟"

انہوں نے بتایا "پانی کے کچھ ذخیرے تو محلات میں موجود ہیں مگر مزید کی فکر اس لیے ہے کہ اگر
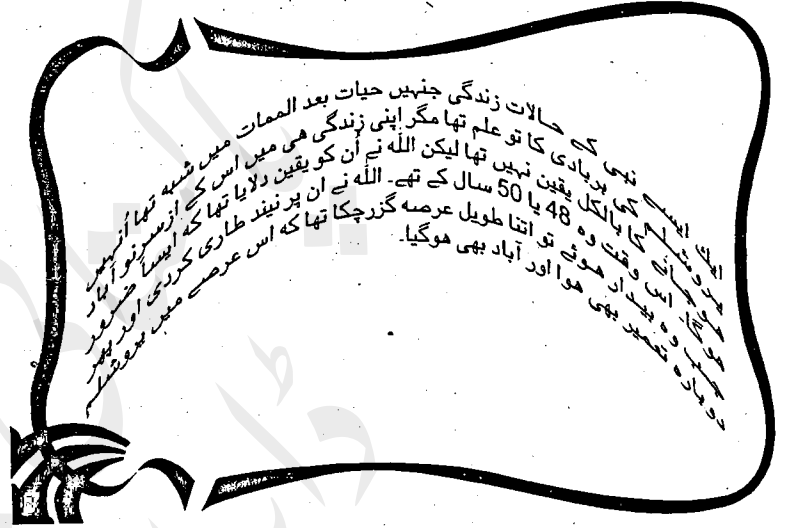
موجودہ پانی کے ذخیرے ختم ہوگئے تو وہ کیا کریں گے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے ایک ہرنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس ہرنی کو دیکھو جو اپنے بچے کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر رہی ہے۔ ہرنی کو بھی پانی کی تلاش ہے اور پیاس کی نقاہت سے وہ بچے کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتی۔ گویا تشنگی نے جذبۂ ممتا کو کچل کر رکھ دیا ہے۔"

امرا کے نادار خدمت گزاروں نے پوچھا "اے اللہ کے نبی! آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اور بتائیں کہ ہمیں پانی کہاں سے ملے گا؟"

حضرت یرمیاہؑ نے جواب دیا "یروشلم تو امن و سلامتی کا گھر ہے مگر اس شہر پر گناہ گاروں نے قبضہ جمالیا ہے جس سے یہ امن و سلامتی سے بھی محروم ہوتا جارہا ہے۔"

امرا کے نوکر چاکروں نے پھر وہی سوال کیا "حضرت! ہمیں پانی کہاں سے ملے گی؟"

حضرت یرمیاہؑ نے جواب دیا "جاؤ یروشلم کے باہر ایسی زمین تلاش کرو جس پر ان بدبختوں کا سایہ نہ پڑا ہو۔"

اسی دوران میں حضرت یرمیاہؑ کی نظر ایک گورخر پر پڑی۔ اس کے جسم پر رنگ برنگی پٹیاں بڑی جاذب نظر تھی۔ وہ بہت پریشان تھا شاید اسے پیاس بہت تنگ کر رہی تھی۔ یہ گورخر بھی بری طرح ہانپ رہا تھا۔

انہوں نے امرا کے چاکروں سے کہا "اسے دیکھو' یہ غریب نہ صرف پیاس کی وجہ سے پریشان ہے بلکہ اس کو کھانے کے لیے گھاس بھی میسر نہیں۔ اسے تو بھوک اور پیاس دونوں نے پریشان کر رکھا ہے۔"

ان سے باتیں کر کے آپ آگے بڑھ گئے۔ اب آپ کسانوں کی بستی میں پہنچے۔ کسانوں کے چولھے ٹھنڈے تھے اور بھوک نے ان کا برا حال کر رکھا تھا۔ آپ نے انہیں بھی تسلی دی اور مشورہ دیا کہ وہ یروشلم سے کہیں اور چلے جائیں کیونکہ فی الحال یہاں بہتری کے آثار نہیں ملتے۔

کسانوں کا بہت برا حال تھا۔ ان کی تو زمینیں بھی یہیں تھیں۔ اگر وہ کہیں اور جاتے بھی تو ان کے ساتھ ان کی زمینیں نہیں جاسکتی تھیں۔ ان خستہ حال کسانوں کا بھی حضرت یرمیاہؑ کی نبوت پر ایمان تھا۔

کسانوں نے ان سے التجا کی کہ وہ یروشلم کے لیے دعا فرمائیں۔

آپ نے فرمایا "میری دعائیں یروشلم کے گناہ گاروں کی اصلاح نہیں کرسکتیں اس لیے مجھ سے یا میری دعاؤں سے فلاح کی امید نہیں کی جاسکتی۔"

یروشلم کے کاہن نے بھی یہ سنا تھا کہ آپ یروشلم کے بادشاہ کو برا بھلا کہتے پھر رہے ہیں۔

کاہن نے دوسروں کے ذریعے حضرت یرمیاہؑ کو پیغام بھیجا "براہِ کرم آپ مجھ سے ملیں تاکہ ہم دونوں خشک سالی اور یروشلم کی بربادی کے موضوع پر بات کریں اور اس امن و سلامتی کے شہر کو بربادیوں سے بچائیں۔"

حضرت یرمیاہؑ نے جواب میں کہلا دیا "اب اس شہر کو تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ امرا اور بادشاہ سے کہو کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ یہ امن و سلامتی کا شہر خود ہی سدھر جائے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ بادشاہ اور امرا سدھرنے سے رہے۔"

کاہن نے بڑی کوششیں کیں کہ حضرت یرمیاہؑ بادشاہ کے خلاف بات کریں مگر وہ احتیاط سے کام لیتے رہے اور بار بار یہی کہتے رہے کہ جب تک یروشلم کے دنیاوی جاہ و منصب کے اعتبار سے بڑے لوگ اپنی اصلاح نہیں کریں گے' اس امن و سلامتی کے شہر کی فلاح و بہبود ممکن نہیں۔"

کاہن نے حضرت یرمیاہؑ سے کہا "یہ جو آپ یروشلم کے بادشاہ اور امرا کی مخالفت میں باتیں کرتے رہتے ہیں تو ہمیں اس کی برائیوں کی تفصیل تو بتائیں تاکہ ان کی اصلاح کی طرف انہیں مائل کیا جائے۔"

حضرت یرمیاہؑ نے کہا "تو کیسا کاہن ہے کہ تجھے بھی یہاں کے بادشاہ اور امرا کی برائیاں بتانا پڑیں گی۔ تجھے تو بن بتائے ان کا علم ہونا چاہیے۔"

کاہن نے کہا "سنا ہے' آپ خود کو نبی کہتے ہیں اور نبی کو بہت کچھ دوسروں سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔"

حضرت یرمیاہؑ نے کہا "دیکھ! تو معصوم بننے کی کوشش نہ کر۔ جو کچھ میں جانتا ہوں اور وہ سب تو بھی جانتا ہے' تو مجھے بولنے پر کیوں مجبور کر رہا ہے' میں اس راز سے بھی واقف ہوں اس لیے خاموش ہو جا اور مجھے پریشان نہ کر۔"

کاہن جو بادشاہ کے فرمان کا تابع تھا' حضرت یرمیاہؑ کو کریدتا رہا کہ شاید ان کی زبان سے ایسے کلمات ادا ہو جائیں جن سے ان کی گرفت ہو جائے لیکن وہ ناکام رہا۔"

حضرت یرمیاہؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کیا اور اس کی اصلاح اور احوال میں کوشاں ہوگئے۔

حالات بد سے بدتر ہوتے رہے۔ عوام کا تو برا حال تھا ہی خواص بھی یروشلم سے اتنے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ وہ نقل مکانی کی سوچنے لگے لیکن انہیں یروشلم کا تقدس روکے ہوئے تھا۔

امرا کو حضرت یرمیاہؑ کی باتوں کا علم ہوا تو انہیں ان کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ خشک سالی کو اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ بادشاہ نے کاہن کے ذریعے حضرت یرمیاہؑ کو اپنے دربار میں طلب کیا لیکن تلاش و جستجو کے باوجود حضرت یرمیاہؑ کا پتا نہ چلا۔

ان دنوں حضرت یرمیاہؑ نے یروشلم کے قبرستان میں اپنا ٹھکانا کر رکھا تھا۔ محض اس لیے کہ لوگ انہیں بلا جواز تنگ نہ کریں کیونکہ یروشلم کے پریشان حال لوگوں نے سوال و جواب سے انہیں بہت پریشان کر رکھا تھا۔ انہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہو چکا تھا' اگر وہ اس کا برملا اظہار کر دیتے تو یروشلم کہیں زیادہ پریشانی میں مبتلا ہو جاتا۔

وہ قبرستان کی شکستہ قبروں میں نظر آنے والے ڈھانچوں کو دیکھتے تو اکثر سوچنے لگتے کہ اللہ ان میں قیامت کے دن کس طرح جان ڈالے گا اور ان کے اعضا کس طرح اپنی سابقہ شکل اختیار کر سکیں گے۔

اسی حوالے سے وہ یروشلم کی بربادی کے بارے میں غور کرتے رہتے کہ یہ شہر جس حد تک برباد ہو چکا ہے' اب اسے سابقہ شان و شوکت کس طرح حاصل ہو گی۔

اسی قبرستان میں کاہن کا ایک آدمی انہیں تلاش کرتا ہوا پہنچا۔ اس وقت آپ یروشلم کی حالت بیان کر رہے تھے۔

کاہن کا آدمی سنتا رہا اور جیسے ہی آپ نے سکوت اختیار کیا اس نے کہا "حضرت! آپ کو کاہن نے یاد فرمایا ہے۔"

آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور چپ سادھ لی۔

کاہن کے نمائندے نے ان کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا "حضرت! میری آواز سن رہے ہیں؟"

آپ نے جواب دیا "ہاں! میں تیری آواز سن رہا ہوں اور کاہن کی آواز بھی سن رہا ہوں۔"

اس شخص نے کہا "آپ کو کاہن نے یاد فرمایا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

آپ نے فرمایا "کاہن سے کہو اس کی یہ چھیڑ چھاڑ مناسب نہیں ہے۔ مجھے اپنے حال میں رہنے دو۔"

لیکن کاہن کا نمائندہ ساتھ لے جانے پر بضد رہا۔

آپ نے بدرجہ مجبوری کہا "کاہن سے کہو کہ وہ میری طرح چپ چاپ ہو جائے کیونکہ مشیتِ ایزدی پر نہ میرا اختیار ہے نہ کاہن کا۔

کاہن کے نمائندے نے حضرت یرمیاہؑ سے پوچھا "آخر آپ کاہن سے کیوں نہیں ملتے؟ آپ کاہن کو اپنے آپ سے کمتر سمجھتے ہیں یا اپنے سے برتر سمجھ کے اس کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ آخر بات کیا ہے جو آپ کاہن سے نہیں ملنا چاہتے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے جواب دیا "کاہن تو پوری قوم بنی اسرائیل کا کاہن ہوتا ہے مگر یہ کاہن مجھے حیلے بہانے سے بلوا رہا ہے' یہ صدقیاہ بادشاہ کا نمائندہ ہے کیونکہ میری سچی باتیں کاہن کے کانوں میں پھنس

کے رہ جاتی ہیں اور دل انہیں قبول نہیں کرتا۔"

کاہن کا نمائندہ عاجز آ کے واپس جانے لگا مگر اس نے جانے سے پہلے تنبیہہ کی "جناب! آپ نے جو کچھ قوم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اس کے معانی اور مطالب پر غور کریں۔ ان پر آپ کی پکڑ ہو سکتی ہے۔"

حضرت یرمیاہؑ نے فرمایا "میں نے نہ بادشاہ کو کچھ کہا ہے اور نہ کاہن کو پھر یہ مجھے کیوں پریشان کر رہا ہے۔ میرا مخاطب یروشلم شہر ہے۔ امن و سلامتی کا یہ گھر جس کے لوگ اپنے اعمال سے اس لائق نہیں رہے کہ خدا ان پر مہربان ہو۔"

اس کے بعد حضرت یرمیاہؑ نے حالتِ جذب میں فرمایا "اے یروشلم! تو اپنے دل کو شرارت سے پاک کر تا کہ تجھے رہائی نصیب ہو۔ تیرے دل میں برے خیالات کب تک رہیں گے کیونکہ وہاں سے ایک آواز آتی ہے' جو افرائیم کے پہاڑ سے مصیبت کی خبر دیتی ہے۔ قوموں کو خبردار کیا جائے اور دیکھو! یروشلم کی بابت منادی کر دی جائے کہ محاصرہ کرنے والے دور کے ملکوں سے آ رہے ہیں۔ یہوداہ کے شہروں کے مسائل انہیں للکاریں گے۔ کھیت کے رکھوالوں کی طرح مگر انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا کیونکہ انہوں نے مجھ سے بغاوت کی ہے۔" دیکھو خداوند فرماتا ہے تیری چال اور تیرے کاموں سے یہ مصیبت تجھ پر آئی ہے اور یہ تیری شرارت ہے۔"

کاہن کے نمائندے نے یہ ساری باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور پھر کاہن کے پاس جا کے لکھوا دیں۔

کاہن نے کہا "کیا یرمیاہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ یروشلم کا نام لے کر بچ جائے گا اور جو کچھ کہہ رہا ہے' ہم اس کے معانی و مطالب نہیں سمجھ سکیں گے۔ یرمیاہ نبی کو اپنے دل و دماغ سے یہ خیال نکال دینا چاہیے۔ جب وہ یروشلم کو مخاطب کر کے کچھ کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صدقیاہ بادشاہ اور کارکنانِ سلطنت کو تنبیہہ کرتا ہے اور اس کے یہ اشارے اور استعارے اسی کے خلاف کام آئیں گے۔ اگر وہ مجھ سے مل لیتا تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا مگر خیر مجھے تو ساری باتیں صدقیاہ کے علم میں لانا ہوں گی۔ افسوس! یرمیاہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔"

کاہن نے حضرت یرمیاہؑ کو پھر تلاش کیا۔ اس وقت وہ یروشلم کے اس حصے میں تھے جہاں شاندار عمارتیں اور مکانات بنے ہوئے تھے یہاں کی آبادی نہایت گنجلک تھی۔ امرا بھی یہیں رہتے تھے۔"

کاہن کو تعجب تھا کہ حضرت یرمیاہؑ اس بدنام حصے میں کیا لینے آئے ہیں اور ان کا یہاں کے امرا سے کیا کام ہے۔

لوگوں نے آپ کو بتایا "آپ جس کاہن سے ملنا پسند نہیں فرماتے ہیں' وہ آپ کو تلاش کرتا ہوا

یہاں آرہا ہے۔"

آپ نے فرمایا "کاہن کچھ بھی کر لے لیکن مشیتِ ایزدی اپنی جگہ۔ میں اس آباد بستی کو کھنڈر میں تبدیل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ یہ دراصل ایک گورستان ہے، جو بظاہر بستی نظر آرہا ہے۔"

اس دوران میں کاہن ان کے پاس پہنچ چکا تھا۔ کاہن نے پوچھا "اے یرمیاہ! تم خود کو نبی اور کاہن سمجھتے ہو حالانکہ تم باتیں مخبوط الحواس آدمیوں کی طرح کرتے ہو۔ شاید تم نہیں جانتے کہ یہ ساری باتیں تمہارے خلاف استعمال کی جائیں گی۔"

آپ نے فرمایا "اے کاہن! میں حیران ہوں کہ تجھے کس نے کاہن بنا دیا۔ اگر تو واقعی کاہن ہوتا تو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں' تو بھی دیکھتا۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' وہی تو بھی کہتا۔ کاہنوں کا یہ کام نہیں ہے جو تو کر رہا ہے۔"

کاہن نے ان سے پوچھا "یہ جو تم یروشلم کو برباد کر رہے ہو تو اس سے تم ہم سب پر کیا جتانا چاہتے ہو۔ ہمیں کیوں ڈرا رہے ہو؟"

آپ نے فرمایا "اے کاہن! میں پھر یہی کہوں گا کہ تم سب اجتماعی طور پر برائیوں سے توبہ کرو۔ شاید اللہ تم سے راضی ہو جائے اور امن و سلامتی کا یہ گھر محفوظ و مامون رہے لیکن یہ بد قسمت شہر اور یہاں کے بد قسمت لوگ یہ طے کیے بیٹھے ہیں کہ یہ میری نہیں سنیں گے۔ اگر سنیں گے تو اس پر یقین نہیں کریں گے۔"

کاہن نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ جائیں۔ وہ ان کی باتیں بادشاہ کو سنوانا چاہتا تھا مگر اس بار آپ نے کاہن کو سمجھایا "تو اپنے دل سے میرے خلاف عناد نکال دے۔ نہیں نکالے گا تو اللہ تجھے اس شہر سے نکال دے گا۔"

کاہن نے بڑی کوشش کی کہ حضرت یرمیاہؑ ان کے ساتھ بادشاہ کے پاس جائیں مگر وہ ٹال گئے۔

کاہن نے بادشاہ کو خبردار کیا کہ حضرت یرمیاہؑ خود کو نبی اور کاہن سمجھتے ہیں اور اپنی باتوں سے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں۔ غربا اور امرا ان کے پاس پہنچتے ہیں' ان کی باتیں غور سے سنتے ہیں اور ان پر یقین کر لیتے ہیں جو اچھی بات نہیں ہے۔"

صدقیاہ بادشاہ نے کاہن سے کہا "تو مجھے ان کی کچھ ایسی باتیں بتا جن سے ان کی گرفت کی جاسکے۔"

کاہن نے جواب دیا "جناب! یہ شخص یروشلم کو مخاطب کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتا ہے مگر سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں۔"

صدقیاہ بادشاہ نے تشویش ناک لہجے میں کہا "اس کا یہ مطلب ہوا کہ یرمیاہ کا آزاد پھرنا مناسب

نہیں ہے۔ اس کی پکڑ ضروری ہے۔ یروشلم کے کاہن تم ہو۔ ایک کاہن کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص کاہن ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا۔"

کاہن نے بادشاہ سے وعدہ کیا "میں عنقریب اس شخص کی زبان بند کر دوں گا اور اگر زبان بند نہ کر سکا تو اسے قید کر دوں گا تاکہ یروشلم کے خلائق خوف اور دہشت سے نجات پا سکیں۔"

کاہن' بادشاہ سے مل کر ہیکل میں واپس پہنچا اور اپنے چیلوں کو حکم دیا "یرمیاہ جہاں بھی ملے' اس کو میرے پاس لاؤ۔ اگر انکار کرے تو اسے زبردستی میرے پاس لایا جائے۔"

کاہن کے چیلے حضرت یرمیاہؑ کی تلاش میں نکل گئے۔ جب کہ وہ یروشلم کی خاصی آباد بستیوں سے گزرتے ہوئے انہیں ان کی بربادی سے آگاہ کر رہے تھے۔

کاہن کے چیلوں نے ذرا سختی سے کہا "آپ جو کچھ عالم مدہوشی میں کہتے پھر رہے ہیں اس سے مکر نہیں سکتے اور نہ باز آئیں گے اس لیے آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ کاہن نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ ان کے پاس آپ کے لیے بادشاہ صدقیاہ کا کوئی فرمان آیا ہوا ہے۔"

آپ نے جواب دیا کاہن سے کہو کہ اب میری حاضری سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ یہاں کا کوئی شخص بھی اپنی اصلاح نہیں کرنا چاہتا اور افسوس کہ کاہن بھی اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ امن و سلامتی کا یہ گھر کسی طرح بھی صرف باتوں سے نہیں بچایا جا سکتا۔ یہ ہم سے نیک اعمال کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اپنے کاہن سے کہہ دو کہ میرے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسے بھی اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔

چیلوں نے حضرت یرمیاہؑ کو پکڑ لیا اور زبردستی کھینچتے ہوئے کاہن کے پاس لے گئے۔ حضرت یرمیاہؑ نے بھی کوئی خاص مزاحمت نہیں کی۔ وہ راستے بھر یروشلم کی تباہی اور بربادی کی باتیں کرتے رہے۔

اسی حال میں جب وہ کاہن کے سامنے پیش کیے گئے تو اس نے نہایت خوش اخلاقی سے پوچھا "جناب! آپ فرمائیں کہ یروشلم اور ہم سب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا "یہ سوال تو تم اس وقت کر سکتے ہو جب اپنی اصلاح کر لو' بادشاہ اپنی اصلاح کر لے' امرا بھی درست ہو جائیں۔ تب یروشلم امن و سلامتی کا گھر کہلایا جا سکتا ہے۔"

کاہن نے حضرت یرمیاہؑ کو منع کیا "بس جناب! آپ نے بہت سی باتیں کر لیں اور ہم نے بہت سی باتیں سن لیں۔ اب آپ اپنی بیکاری کے مشغلے سے باز آجائیں۔"

حضرت یرمیاہؑ نے فرمایا "تم لوگ نصیبوں کے ہیٹے ہو۔ یروشلم کی بربادی مسلّم ہے۔ امرا قتل بھی کیے جائیں گے اور غربا گرفتار کیے جائیں گے۔ صدقیاہ بادشاہ کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ صدقیاہ گرفتار ہو جائے گا' اس کی اولاد اس کے سامنے قتل ہو گی اور یہ شہر اس طرح اجڑے گا گویا کبھی بسا ہی نہیں

تھا۔"

کاہن اتنا مشتعل ہوا کہ اس نے چیلوں کو پٹائی کا حکم دے دیا۔ کاہن کے چیلوں نے حضرت یرمیاہؑ کی پٹائی شروع کر دی۔

آپ پٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے "لوگو! مجھے مت مارو کیونکہ تم مجھے نہیں مار رہے ہو، یروشلم کو برباد کر رہے ہو۔ یہ کیسا کاہن ہے جسے یہ بھی نہیں معلوم کہ مشیتِ ایزدی کی تند و تیز ہوائیں چلنے ہی والی ہیں۔ جب وہ مجھے پٹوائے گا تو گویا یروشلم کو پٹوائے گا اور یروشلم کو پٹوانے کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر جتنے کوڑے برسیں گے وہ یروشلم پر برسیں گے۔"

کاہن کو آپ کی باتوں پر بس غصہ آئے چلا جا رہا تھا، کہنے لگا "میں اپنا منصب چھوڑ سکتا ہوں اور تو چاہے تو یہ منصب سنبھال لے۔"

آپ نے فرمایا "دیکھ فشحور! خداوند کیا فرما رہا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں تم سب کے لیے دہشت کا باعث بن جاؤں گا۔ تم لوگ اپنے دشمنوں کی تلواروں سے قتل ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھیں دیکھیں گی کہ وہ تمام یہوداہ کو بابل کے بادشاہ کے حوالے کر دے گا۔ وہ تم سب کو اسیر کر کے بابل لے جائے گا اور وہاں ان کو تلوار سے قتل کرے گا۔ میں اس شہر کی ساری دولت، اس کے تمام محاصل اور اس کی سب نفیس چیزیں، خزانوں سمیت بابل کے بادشاہ کے حوالے کروں گا اور یہ سب بابل پہنچا دیا جائے گا۔"

کاہن نے نفرت سے سوال کیا "یرمیاہ نبی! تم سب کچھ کہہ چکے یا ابھی کچھ کہنا باقی ہے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے جواب دیا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، خداوند یونہی فرماتا ہے اور سب کچھ پورا ہو کر رہے گا۔"

کاہن نے حکم دیا "اس منحوس شخص کو قید خانے میں ڈال دیا جائے پھر میں دیکھوں گا کہ خداوند اس کو قید خانے سے کس طرح چھڑاتا ہے۔"

حضرت یرمیاہؑ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا اور قید خانے کے عملے کو ہدایت کر دی گئی کہ ان کے ساتھ سختی کی جائے ورنہ عملے کے خلاف سختی کی جائے گی۔"

حضرت یرمیاہؑ کو قید خانے میں کوئی تکلیف نہیں اٹھانا پڑی۔ آپ یہاں بھی لوگوں کو یہی بتاتے رہے کہ یروشلم کی بربادی یقینی ہے۔

صدقیاہ بادشاہ کو آپ کی گرفتاری کی خبر پہنچائی گئی۔

اس نے بھی خوشی ظاہر کی اور انہیں دیکھنے کی خواہش ہوئی اور خاص بادشاہ کے لیے حضرت یرمیاہؑ کو قید خانے سے نکال کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

حضرت یرمیاہؑ نے حقارت سے بادشاہ کو دیکھا اور فرمایا "میں تو تجھے نابینا دیکھ رہا ہوں کیونکہ تو نے آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جو تیری نیک نامی کا سبب بنتا۔ تو وہ سب نہیں دیکھ سکتا جو میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔"

صدقیاہ نے کہا "جناب! کچھ دیر بعد آپ خود دیکھ لیں گے۔ اگر ہم آپ پر کسی قسم کا ظلم کریں تو اللہ ہمیں معاف بھی کرے گا یا نہیں، کچھ پتا نہیں لیکن حالتِ اشتعال میں اگر آپ مارے گئے تو اس کی مجھ پر کوئی ذمے داری نہیں ہوگی۔"

حضرت یرمیاہؑ نے فرمایا "میں موت سے نہیں ڈرتا۔ تم مجھے معاف کرو یا نہ کرو، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں لیکن اللہ کا فرمان تم سب کو پہنچاتا رہوں گا۔"

صدقیاہ نے ان کو رہا تو نہیں کیا بس میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا اور پھر آپ کو دوبارہ قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔

حضرت یرمیاہؑ کو حیرت تھی کہ قید خانے میں ان کی تواضع کرنے والے غائب تھے۔ شاید بادشاہ نے انہیں واقعی منع کر دیا تھا کہ انہیں مارا پیٹا نہ جائے۔

اب حضرت یرمیاہؑ اپنے ماننے والوں کو قید خانے میں طلب کرنے لگے تھے اور یہاں بھی ان سے وہی باتیں ہوتیں۔ وہ دن رات یروشلم کی بربادی کی خبریں دیتے رہتے اور ان کے ماننے والے یہ خبریں عام لوگوں تک پہنچاتے رہتے۔

یروشلم کی اکثریت کو یہ یقین تھا کہ جو کچھ حضرت یرمیاہؑ فرما رہے ہیں وہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔

اسی دوران میں خبریں ملیں کہ بابل سے ایک لشکر روانہ ہو چکا ہے۔ یروشلم میں دہشت پھیل گئی۔

فوجیں تیار کی گئیں مگر ان فوجیوں میں حوصلہ نہیں تھا۔ ایک منزل آگے بڑھ کر دشمن کا استقبال کیا لیکن دشمن نے انہیں پہلی جھڑپ میں بھگا دیا۔ کچھ فوجی لڑنا چاہتے تھے مگر ان کے ساتھی نظر چرا رہے تھے۔

بخت نصر نے بنوزرادان کو اپنی فوج کا سردار بنایا تھا۔ یہ شخص زمانۂ امن میں بخت نصر کے سامنے ادب سے کھڑا رہتا تھا۔ اب جو اسے لشکر کی سرداری سونپی گئی تو اس نے غیر معمولی کارنامے انجام دینے کی فکر میں یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔

بادشاہ صدقیاہ کی جو فوج شکست اٹھا کے شہر میں واپس آئی تھی اس میں اتنا دم بھی نہیں تھا کہ محاصرے کا کوئی توڑ کرتی۔

حضرت یرمیاہؑ کو شاہی محل کے صحن میں رکھا گیا تھا کیونکہ بادشاہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ حضرت یرمیاہؑ کے عقیدت مند ان سے قید خانے میں ملاقاتیں کرتے رہیں اور ان کی پیش گوئیاں یروشلم کے گلی

کوچوں میں گشت کرتی رہیں۔

بادشاہ صدقیاہ کے بھگوڑے فوجیوں نے بادشاہ کو بتایا کہ بابل کے حکمران بخت نصر نے بنوزرادان نامی ظالم اور سخت گیر سردار کو یروشلم کے محاصرے کے لیے اس لیے لگایا ہے کہ یہ شخص رحم و مروت سے عاری ہے۔ صدقیاہ بادشاہ نے اپنے معتمد سے کہا "ذرا یرمیاہ نبی سے پوچھو کہ اگر وہ نبی ہیں تو بتائیں کہ اب یروشلم اور میرے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے؟"

حضرت یرمیاہؑ سے بادشاہ کے معتمد نے ملاقات کی تو اس وقت آپ بادشاہ سے بہت ناراض تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ صدقیاہ بادشاہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بادشاہ کے معتمد نے حضرت یرمیاہؑ سے کہا "یہ آپ اپنی ناراضی کا اظہار کر رہے ہیں یا امر واقعہ بیان فرما رہے ہیں؟"

حضرت یرمیاہؑ نے فرمایا "میں بار بار یروشلم کے حوالے سے بات کر چکا ہوں اور جب میں یروشلم کی بات کرتا ہوں تو اس سے میری مراد وہ تمام لوگ ہوتے ہیں جو یروشلم میں آباد ہیں۔ ان بہت سے بروں میں چند اچھے بھی ہیں اور ان بروں کی وجہ سے یہ چند اچھے بھی قیدی بنیں گے۔"

بادشاہ کے معتمد نے حضرت یرمیاہؑ سے کہا "ہمارا بادشاہ تم کو نبی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم کیسے نبی ہو جو ہمیشہ یروشلم والوں کے لیے بری خبریں دیتے رہتے ہو۔ تمہاری زبان سے بادشاہ اور یروشلم والوں کے حق میں ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔"

حضرت یرمیاہؑ نے کہا "تم نہیں جانتے کہ خداوند نے کیا فرمایا ہے جب کہ میں سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں شہر یروشلم کو شاہ بابل کے حوالے کر دوں گا اور وہ اسے لے لے گا۔ تمہارا بادشاہ صدقیاہ کسدیوں کے ہاتھ سے نہیں بچے گا۔ شاہ بابل اسے گرفتار کر لے گا۔ شاہ بابل اس سے باتیں کرے گا اور صدقیاہ بادشاہ کی دونوں آنکھیں شاہ بابل کے سامنے رکھی ہوں گی۔ وہ صدقیاہ کو اپنے ساتھ بابل لے جائے گا اور جب تک خداوند اسے یاد نہ فرمائے وہ وہیں رہے گا۔ اے صدقیاہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے شخص! بادشاہ کو بتا دے کہ تو کتنی ہی تدبیریں کر لے، کتنی ہی فوج تیار کر لے، تو کسدیوں کے ساتھ جنگ کرے گا مگر ناکام رہے گا۔"

معتمد نے یہ ساری باتیں صدقیاہ بادشاہ کو بتا دیں اور کہا "یرمیاہ اس وقت بھی خود کو نبی سمجھ رہا ہے اور جو کچھ کہتا ہے اسے خداوند سے منسوب کر دیتا ہے۔"

بادشاہ صدقیاہ محل کے صحن میں حضرت یرمیاہؑ سے ملاقات کرنے گیا۔ حضرت یرمیاہؑ نے اپنے پہرے داروں سے کہا "دیکھو تو سہی، وہ شاہ بابل کا قیدی آ رہا ہے۔ بظاہر آزاد مگر قدرت نے اس کی نکیل شاہ بابل کے ہاتھ میں دے دی ہے۔"

صدقیاہ بادشاہ نے غصے میں کہا "مجھے تیری نبوت سے انکار ہے۔ میں دیکھوں گا کہ تیری کتنی باتیں سچ نکلتی ہیں اور کتنی جھوٹ۔ ابھی تو تجھے یہاں قید کیا گیا ہے لیکن وہ دن دور نہیں جب ہماری طرف سے تیرے جھوٹ کی سزا ملے گی۔"

صدقیاہ بادشاہ نے اپنی فوج کو ترتیب دیا اور بابل کے بادشاہ نصر کے مقابلے پر پہنچ گیا۔

بخت نصر صدقیاہ بادشاہ کو اس لائق نہیں سمجھتا تھا کہ اس کے مقابلے پر خود جائے۔ اس نے بنوزرادان کو حکم دیا کہ وہ صدقیاہ بادشاہ کا مقابلہ کرے۔

اب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ نقاروں پر چوٹ پڑی اور قرنے پھونکے گئے۔ جنگ شروع ہوئی۔ دونوں فوجیں نہایت دلیری سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ڈٹ گئیں اور خوف ناک مقابلہ ہوا۔ آخر کار بنوزرادان کو فتح ہوئی اور یروشلم کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ بخت نصر کا حکم تھا کہ یروشلم کے ایک ایک شخص کو گرفتار کیا جائے۔ کسی کو بھی بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کا بادشاہ بھی زندہ گرفتار کیا جائے۔

کسدی قوم کے فوجی شاہی محل میں گھس گئے اور صدقیاہ بادشاہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں بادشاہ کے بیٹے بھی شامل تھے۔ یروشلم کے شاہی محل میں تلاشی کے دوران بنوزرادان نے حضرت یرمیاہؑ کو بھی قیدی کی حیثیت سے دیکھا اور محل کے پہریداروں سے پوچھا "یہ کیسا قیدی ہے جسے شاہی محل کے صحن میں رکھا گیا ہے؟"

پہرے داروں نے بتایا "جناب! یہ یرمیاہ نبی ہیں۔ انہوں نے صدقیاہ بادشاہ اور یروشلم کے بارے میں ایسی پیش گوئیاں کی تھیں جو بادشاہ کو ناگوار گزریں اور اس نے انہیں قید کر دیا۔ اس طرح یہ کافی دنوں سے یہاں قید ہیں۔"

بنوزرادان نے پوچھا "اگر یہ شخص نبی ہے تو اس نے ہمارے بارے میں بھی تم لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہوگا؟"

لوگوں نے کہا "ہاں جناب! انہوں نے بہت پہلے سے یہاں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یروشلم بخت نصر کے قبضے میں چلا جائے گا۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان کی ساری پیش گوئیاں درست ہو چکی ہیں۔ ہمارا بادشاہ بھی پکڑا گیا۔ اس کے بیٹے بھی گرفتار ہوئے۔ اب وہ تاج و تخت سے بھی محروم ہو چکا ہے۔ یہ ساری پیش گوئیاں کافی دنوں سے چلی آ رہی ہیں جو اب حقیقی شکل اختیار کرتی جا رہی ہیں۔"

بنوزرادان نے یروشلم کی عمارتوں کو زمیں بوس کر دینے کا حکم دیا۔ ہر شخص کی گرفتاری کا فرمان پہلے ہی جاری کر دیا گیا تھا۔ یہودیوں کی ہیکل سلیمانی کو بھی بہت نقصان پہنچایا گیا۔ قیمتی چیزیں نکال لی گئیں

اور ان کی جگہ بھدی اور بیکار چیزیں رکھ دی گئیں۔

حضرت یرمیاہؑ نے جب یہ دیکھا کہ ہیکل سلیمانی کے قیمتی اور مقدس برتن بھی بابل والوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں تو انہیں بڑا قلق ہوا لیکن وہ اسے بھی مشیتِ ایزدی کہہ رہے تھے اور مشیتِ ایزدی میں مجال دم زدن نہیں اس لیے وہ اس کے خلاف نہ تو کچھ کر سکتے تھے اور نہ کچھ کہہ سکتے تھے۔

بنوزرادان نے حضرت یرمیاہؑ سے متاثر ہو کر انہیں قید خانے سے باہر نکالا اور بخت نصر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

بخت نصر نے ان سے درخواست کی "آپ ہمارے ساتھ بابل چلیں۔"

حضرت یرمیاہؑ نے کہا "افسوس کہ میں یروشلم نہیں چھوڑ سکتا۔"

بخت نصر نے پوچھا "آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شہر کے لوگوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے اور لوگوں پر کیا بیتنے والی ہے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے بخت نصر کو بتایا "مجھے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں خود سب کو بتا چکا ہوں۔ میں تو تمہارے یعنی بخت نصر کی بابت بہت کچھ بتا چکا ہوں۔ میری انہی سچائیوں نے مجھے قید خانے میں ڈلوا دیا تھا۔"

بخت نصر نے پوچھا "جب یہاں کوئی نہیں ہو گا تو آپ اس ویرانے میں تنہا کس طرح رہیں گے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے فرمایا "جس طرح میں نے یروشلم کے بارے میں بتایا اس طرح میں بابل کے بارے میں بھی بتاؤں گا۔ میں یہاں اپنی قوم کی واپسی کا منتظر رہوں گا۔ شمال سے ایک بادشاہ بابل پر چڑھائی کرے گا اور جب میری قوم کے لوگ خداوند کی مقرر کردہ سزا بھگت چکے ہوں گے تو شمال کا بادشاہ انہیں آزاد کر دے گا اور یروشلم دوبارہ آباد ہو جائے گا۔"

بخت نصر کو حیرت تھی کہ حضرت یرمیاہؑ یہ ساری باتیں اپنی زندگی کے اڑتالیس سال یا پچاس سالوں کے دوران میں کر رہے ہیں اور وہ بنی اسرائیل کو بابل لے جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب حضرت یرمیاہؑ کی پیش گوئی کے مطابق اگر ایران کا کوئی بادشاہ بابل پر حملہ کرے گا تو کیا وہ اتنا طاقت ور ہو گا جو بابل جیسی متمدن اور مضبوط قوم کو شکست دے کر بنی اسرائیل کو آزادی دلوائے گا۔ وہ حضرت یرمیاہؑ کو نبی ماننے کے باوجود انہیں اتنا مقام دینے کو تیار نہ تھا کہ ان کے فرمانے سے بابل پر ایرانی بادشاہ قابض ہو جائے گا اور بنی اسرائیل کو رہا کر دیا جائے گا۔

اس نے انہیں یروشلم میں ہی رہنے دیا۔

بنوزرادان یروشلم کی بربادی میں مشغول تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے شرفا کو یروشلم میں قتل کر دیا۔ مکانات پھونک دیے گئے۔ شاہی محل گرا دیا گیا۔ یروشلم کی فصیلیں گرا دی گئیں۔

جو بنی اسرائیلی زندہ تھے' انہیں حکم دیا گیا کہ وہ جانوروں کے گلّے کی طرح یکجا ہو جائیں اور جب یہ سب جمع ہو گئے تو انہیں بابل کی طرف ہنکایا گیا۔ راستے میں ربلہ نامی جگہ پر بخت نصر نے قیام کیا اور یہاں صدقیاہ بادشاہ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پیش کر دیا گیا۔

بخت نصر نے بنوزرادان سے پوچھا "صدقیاہ بادشاہ کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہیں بھی لایا جائے۔"

کچھ دیر بعد صدقیاہ بادشاہ کے بیٹے بھی حاضر کر دیے گئے۔ نصر نے صدقیاہ بادشاہ سے پوچھا "جب تو یروشلم پر حکومت کر رہا تھا تو تیرے ان بیٹوں نے یروشلم کی حفاظت کیوں نہیں کی؟"

صدقیاہ بادشاہ نے جواب دیا "میرے بیٹے نااہل تھے جو یروشلم کی حفاظت نہیں کر سکے۔"

بخت نصر نے کہا "جو اولاد نااہل ہو اور فرائض منصبی نہ ادا کر سکے' اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

اور اسی وقت بخت نصر کے حکم سے صدقیاہ بادشاہ کے بیٹوں کو بادشاہ کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

اب بخت نصر صدقیاہ سے دوبارہ مخاطب ہوا' پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ جب یرمیاہ نبی میرے بارے میں تجھ کو بتایا کرتا تھا تو تو اسے جھٹلاتا تھا؟"

صدقیاہ نے جواب دیا "میں اسے جھٹلاتا نہیں تھا بلکہ یہ کہتا تھا کہ وہ ہمارے بارے میں کوئی اچھی خبر کیوں نہیں سناتا' ہمیشہ منحوس خبریں دیتا رہتا تھا۔"

بخت نصر نے پوچھا "یرمیاہ کی کوئی خبر غلط بھی نکلی؟"

صدقیاہ نے جواب دیا "اتفاق کی بات کہ ساری خبریں سچ ہوتی رہیں۔"

بخت نصر نے پوچھا "تجھ کو یرمیاہ نبی کی نبوت پر بھی شبہ رہا۔ کیا یہ درست ہے؟"

صدقیاہ بادشاہ نے جواب دیا "ہاں میں نے ان کو کبھی بھی نبی نہیں مانا اور ان پر ہمیشہ شبہ کرتا رہا۔"

بخت نصر نے پوچھا "اب تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟"

صدقیاہ بادشاہ نے جواب دیا "میں اب بھی انہیں نبی نہیں مانتا۔"

بخت نصر نے کہا "حالانکہ یرمیاہ کے نبی ہونے کی کھلی نشانیاں تیرے سامنے تھیں مگر تو ان کا انکار کرتا رہا۔ تو نہایت بدبخت انسان ہے۔"

صدقیاہ نے کہا "اگر میں انکار کرتا رہا تو تجھ کو اس پر تعجب کیوں ہے۔ کیا تجھے یقین ہے کہ یرمیاہ نبی ہیں؟ تو ان پر ایمان کیوں نہیں لاتا؟"

بخت نصر نے کہا "میں انہیں نبی سمجھتا ہوں لیکن بنی اسرائیل کا نبی جنھیں بنی اسرائیل کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اگر کسدیوں میں کوئی نبی پیدا ہو جائے تو میں اس پر ضرور ایمان لاؤں گا۔"

صدقیاہ بادشاہ لاجواب ہو گیا تو بخت نصر نے کہا "تو جانتا ہے کہ جن آنکھوں نے اپنی قوم کے نبی کی نشانیوں کو دیکھا ہو اور پھر بھی لوگ اس پر ایمان نہ لائے ہوں تو ایسی آنکھوں کو کیا سزا دی جاتی ہے؟"

صدقیاہ بادشاہ خاموش ہوگیا اور بخت نصر نے حکم دیا "صدقیاہ بادشاہ کی آنکھیں نکال لی جائیں۔"

بخت نصر کے اس فرمان پر نہایت بے رحمی سے عمل ہوا اور صدقیاہ بادشاہ کی دونوں آنکھیں نکال کر طشت میں رکھ کر بخت نصر کو پیش کر دی گئیں۔ نابینا بادشاہ کو وہ اپنے ساتھ بابل لے گیا۔

حضرت یرمیاہؑ نے قبرستان جیسے یروشلم میں گھوم پھر کے دیکھا تو ان کا کہیں دل نہ لگا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا اور گدھے پر بیٹھ کر جنگل کی راہ لی۔

راستے میں جب وہ قبرستان کے پاس سے گزرے تو انہیں پھر خیال آیا اللہ نے ان کو یقین دلایا ہے کہ یروشلم دوبارہ آباد ہو جائے گا۔ عمارتیں سابقہ دور کی طرح تعمیر کر دی جائیں گی۔ مکانات بھی بن جائیں گے اور یہ مکانات اور عمارتیں آباد بھی ہو جائیں گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح اللہ ہڈیوں پر گوشت جما دیتا ہے اور گوشت پر کھال چڑھا دیتا ہے۔

وہ نبی تھے مگر انہیں ان باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ آپ ایک جنگل میں جا کے ٹھہر گئے۔ گدھے سے اترے۔ کھانا ایک طرف رکھ دیا۔ یہاں انہیں متنبہ کیا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت میں شبہ کیوں کرتے ہیں؟"

انہیں یروشلم کے بارے میں یہ یقین تھا کہ اب اس کا ماضی کی طرح دوبارہ آباد ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ وہ عالی شان عمارتیں اور مکانات جو صدیوں کی محنت کے بعد تعمیر ہوئے تھے ان کا دوبارہ تعمیر ہونا ان کے خیال کے مطابق ناممکن تھا جب کہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں یروشلم کا دوبارہ تعمیر ہو جانا دکھا دیا جائے گا۔

وہ اپنی عمر کے بارے میں غور کرتے رہے کہ یروشلم کی دوبارہ تعمیر تک وہ زندہ بھی رہیں گے یا نہیں؟"

حضرت یرمیاہؑ نے یروشلم میں جو تباہ کاری دیکھی تھی وہ اس وقت بھی ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ چھتیں بیٹھ گئی تھیں' دیواریں گرا دی گئی تھیں' محل مسمار کر دیئے گئے تھے' شاندار عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئی تھیں' لاشیں سڑ گل رہی تھیں' ہر طرف تعفن پھیلا ہوا تھا۔ اسی تعفن سے بچنے کے لیے انہوں نے جنگل میں قیام کیا تھا۔ جو شہر صدیوں میں بسایا ہوا اسے ان کی زندگی میں کس طرح آباد کر دیا جائے گا۔ یہ بات ان کی سمجھ سے بعید تھی۔ وہ اس پر بھی غور کرتے رہتے تھے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ موت کے بعد بھی زندگی دے گا۔ یہ بات بعد الممات کا مسئلہ بھی عجیب و غریب تھا۔ جس جاندار کو موت نے ناکارہ کر دیا ہو اور وہ چیز سڑ گل گئی ہو' وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہو سکتی ہے۔ وہ نبی تھے اور اس پر یقین رکھتے تھے کہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر شبہ نہیں کرنا چاہئے اور اس کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ انہیں جو کچھ بتایا گیا ہے' اگر اسے آنکھوں سے دکھا بھی دیا جائے تو بہتر

ہو گا۔"

ان کا کھانا قریب ہی رکھا ہوا تھا اور گدھے کو انہوں نے درخت سے باندھ دیا تھا۔ وہ جنگل کے ایک کھنڈر میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ ان پر نیند غلبہ کر رہی تھی' وہ سو گئے۔ ایسی گہری نیند آئی کہ انہیں کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

۵۳۹ قبل مسیح ایران کے سائرس اعظم نے بابل پر حملہ کیا اور بخت نصر کے وارثوں سے حکومت چھین لی۔ اس وقت تک بنی اسرائیل بابل کی غلامی میں ستر سال گزار چکے تھے۔

سائرس اعظم کو بنی اسرائیل پر رحم آیا اور انہیں آزادی نصیب ہوئی۔ انہیں یروشلم دوبارہ آباد کرنے کی دعوت دی گئی اور انہیں اپنے وطن واپس جانا نصیب ہوا۔

یہ لوگ تباہ حال یروشلم میں داخل ہوئے تو ایرانی بادشاہ نے ان کی مالی امداد بھی کر دی کہ وہ یروشلم کو دوبارہ تعمیر کریں چنانچہ یہ پوری قوم یروشلم کی تعمیر میں لگ گئی۔ مکانات بن گئے' عمارتیں کھڑی ہو گئیں اور محل وجود میں آ گئے۔

سائرس اعظم کا بابل کی تسخیر کے دس سال بعد انتقال ہو گیا۔ اس نے مرتے وقت اپنے جانشین اردشیر کو تاکید کر دی کہ وہ یروشلم کی تعمیر کا سلسلہ جاری رکھے اور بنی اسرائیل کو مالی امداد ملتی رہے۔

یہ کام بڑی لگن اور توجہ سے جاری رہا اور تیس سال کے اندر یروشلم دوبارہ آباد ہو گیا۔

حضرت یرمیاہؑ سو سال تک سوتے رہے۔ جب بیدار ہوئے تو انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ وہ سو سال تک سوتے رہے ہیں۔ کسی الہامی نے ان سے پوچھا "اے یرمیاہ! تم کتنی مدت تک سوتے رہے' کچھ پتا ہے؟"

حضرت یرمیاہؑ نے کہا "شاید ایک دن یا ایک دن کے کچھ حصے تک۔"

انہیں جواب دیا گیا "اے یرمیاہ! تم سو سال سوتے رہے ہو' اپنے کھانے کو دیکھو جو تم نے اپنے سونے سے پہلے رکھا تھا۔"

آپ نے کھانے کو دیکھا۔ وہ اسی طرح تر و تازہ تھا۔ آپ نے کہا "یہ تو بالکل ایسا ہے جیسا میں نے سونے سے قبل رکھا تھا۔"

حضرت یرمیاہؑ کو حکم دیا گیا "ذرا اپنے گدھے پر نظر ڈالو کہ وہ کس حال میں ہے؟"

اب آپ نے درخت سے بندھے گدھے پر نظر ڈالی۔ درخت سوکھ چکا تھا اور گدھے کا ڈھانچا موجود تھا۔ وہ گل سڑ گیا تھا۔

اب انہیں یقین آیا کہ وہ واقعی سو سال تک سوتے رہے ہیں۔ اس وقت انہیں زیادہ حیرت ہوئی' جب کچھ دیر بعد گدھے کے ڈھانچے پر گوشت بھی چڑھ گیا اور کھال بھی آ گئی۔ وہ گدھے پر بیٹھ کر شہر

تشریف لے گئے تو وہ پہلے کی طرح آباد نظر آیا۔ شاندار مکانات تعمیر ہو چکے تھے' محلات بھی موجود تھے اور شہر کی فصیلیں بھی پہلے کی طرح کھڑی تھیں۔ محلے آباد تھے' بازاروں میں رونق تھی' چشمے ابل رہے تھے۔ کھیت لہلہا رہے تھے۔ پرند اڑ رہے تھے اور چرند چرنے میں مشغول تھے۔ وہ سوکھی ہوئی زمین غائب ہو چکی تھی جسے وہ سو سال پہلے دیکھ چکے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد حضرت یرمیاہؑ نے بے اختیار فرمایا "بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

قرآن پاک کی سورہ بقرہ میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے "اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہیں دیکھا جس کا ایک بستی سے گزر ہوا تھا۔ یہ بستی اپنی چھتوں سمیت زمین پر ڈھیر تھی تو وہ کہنے لگا کہ کیا اس بستی کو موت اور تباہی کے بعد زندگی دے گا۔ یعنی آباد کرے گا۔ پس اللہ تعالی نے اس شخص پر سو برس تک موت طاری کر دی اور پھر زندہ کر دیا۔ اللہ نے اس سے دریافت کیا کہ "تم یہاں کتنی مدت پڑے رہے۔" اس نے جواب دیا "ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ۔" اللہ نے کہا "ایسا نہیں ہے بلکہ تم سو برس تک اسی حالت میں رہے۔ بس تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو۔ وہ بگڑی تک نہیں اور پھر اپنے گدھے کی طرف دیکھو کہ وہ گل سڑ کے ہڈیوں کا ڈھانچا رہ گیا تھا اور یہ سب اس لیے ہوا ہے کہ ہم تم لوگوں کو نشانیاں دکھائیں اور اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ہڈیوں کو ایک دوسرے پر چڑھاتے ہیں اور آپس میں جوڑتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پس جب ہم نے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا دیا تو اس نے کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورہ بقرہ ۲۵)

اس واقعے کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عزیزؑ سے متعلق ہے لیکن وہاب بن منبہ' عبداللہ بن عبید اور عبداللہ بن سلام کا قول یہ ہے کہ اس سورہ میں جس شخص کا واقعہ بیان ہوا ہے وہ حضرت یرمیاہؑ تھے۔

○☆○

مسیحؑ کا مبشر اور بیابان کی آواز جس نے غیر موسمی پھل کی طرح عالم وجود میں آنکھ کھولی اور دُنیا کو بپتسمہ دینے لگے اور اُن سے حضرت مسیح نے بھی بپتسمہ لیا وہ خود کو مبشر کی حیثیت سے متعارف کرواتے رہے مگر وہ خود بھی نبی تھے۔ اُنھوں نے ایک غلط بات کو غلطی کہا جو چیز ناجائز تھی اسے ناجائز ہی قرار دیتے رہے اور اس معرکے میں انہوں نے اپنا سر دے دیا لیکن ان کے عہد کی سب سے طاقتور شخصیت ان کی زبان سے ناجائز نکلنے والی بات کو جائز نہ کہلوا سکی، بات صرف اتنی تھی کہ "جائز" سے پہلے جو لفظ "نا" لگا ہوا تھا اسے نکال دیا جائے۔ بادشاہ کی حسرت، حسرت ہی رہی بادشاہ مٹ گیا لیکن لفظ "نا" جائز کے ساتھ آج بھی لگا ہوا ہے۔

مضمون کے ماخذ

قصص القرآن	انبیائے قرآن	بلادِ فلسطین و شام	قصص القرآن	ترجمان القرآن	توریت
مولانا عبدالمنان	جمیل احمد	جی ای اسٹرنج	مولانا حفظ الرحمن	مولانا آزاد	(عہد نامہ عتیق)

حضرت یحییٰ علیہ السلام

(100 ق م)

حضرت زکریاؑ اور ان کی بیوی الی شبع بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت زکریاؑ کے بقول بڑھاپے نے ان کی ہڈیوں میں گوشت کی کمی کی وجہ سے ایک قسم کی اکڑ پیدا کر دی تھی اور وہ اس کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں تکلیف محسوس کرتے تھے۔

الی شبع بھی بوڑھی ہو چکی تھیں اور انہیں جوانی میں ہی بانجھ قرار دے دیا گیا تھا اور اسی وجہ سے یہ دونوں اولاد سے محروم تھے مگر پیغمبر تھے اور اللہ کو قادر مانتے تھے اس لیے زندگی بھر اولاد کی تمنا کرتے رہے۔ دعائیں مانگتے رہے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اور اس کے ہاں ناممکن نام کی کوئی شے نہیں۔

اسی بڑھاپے میں حضرت مریمؑ کی کفالت ان کے ذمے کی گئی تو حضرت زکریاؑ کو اپنے اور اپنی بیوی کے بڑھاپے پر غور کرنا پڑا اور یہ بشریت تھی کہ انہوں نے سوچا کہ جب یہ دونوں میاں بیوی جوانی میں اولاد سے محروم رہے تو اب اس بڑھاپے میں ان سے کیا اولاد پیدا ہوگی۔ لیکن وہ جب بھی نماز میں مشغول ہوتے تو نیک اولاد کے لیے دعا ضرور کرتے۔

اسی دوران میں حضرت زکریاؑ نے مریم کے حجرے میں کئی بار موسمی اور غیر موسمی پھل رکھے دیکھے تو انہیں تعجب ہوا کہ چلو موسمی پھل تو آ سکتے ہیں مگر یہ غیر موسمی پھل کہاں سے آتے ہیں؟

جب یہی سوال حضرت مریمؑ سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں یہ پھل فرشتے لا کر دیتے ہیں۔ اللہ رزق دینے والا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

غیر موسمی پھلوں کی موجودگی اور حضرت مریمؑ کا اپنے اللہ پر غیر معمولی اعتماد سے آراستہ جواب' ان دونوں باتوں نے حضرت زکریاؑ کے دل میں اولاد کی خواہش کو شدت سے بیدار کر دیا کیونکہ اب وہ سوچنے لگے تھے کہ بے موسم پھلوں کا دینے والا بے موسم اولاد بھی عطا کر سکتا ہے چنانچہ انہوں نے نماز میں

صالح اولاد کے لیے ایک بار پھر دعا کی۔ حضرت جبرائیلؑ نے حضرت زکریاؑ کو بتایا کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور انہیں صالح اولاد دی جائے گی۔

یہاں پر بشریت نے غلبہ کیا اور حضرت زکریاؑ نے پوچھا "ہم دونوں میاں بیوی کھوسٹ بوڑھے ہو چکے ہیں اور میری بیوی بانجھ ہے جس سے جوانی میں اولاد پیدا نہیں ہوئی اس سے اس کھوسٹ بڑھاپے میں کیا اولاد پیدا ہوگی؟"

حضرت زکریاؑ کو بتایا گیا کہ جو اللہ مریم کو غیر موسمی پھل پہنچاتا ہے' وہی تم دونوں کو غیر موسمی اولاد دے گا۔

انہیں یہ ہدایت بھی کی گئی کہ جب ان کا بیٹا پیدا ہو تو اس کا نام یحییٰ رکھا جائے۔

جب حضرت یحییٰؑ اپنی ماں کے بطن میں آئے تو دونوں میاں بیوی انتہائی حیرت زدہ بھی تھے اور بے حد خوش بھی۔

گھر میں ایک خوب صورت اور صالح بیٹے کی ولادت ہوئی تو خاندان والوں نے بڑا جشن منایا۔

ان کے قبیلے کا یہ دستور تھا کہ بچے کی ولادت کے آٹھویں دن رسم ختنہ ادا کی جاتی تھی اور اسی دن بچے کا نام بھی رکھا جاتا تھا چنانچہ سات دن تو خوشی اور خرمی میں گزر گئے۔ آٹھواں دن آیا تو ختنے اور نام رکھنے کی رسم منانے کا انتظام کیا گیا۔ اپنے اور غیر قبائیلیوں کو تقریب میں مدعو کیا گیا۔

اس میں ہیکل کے کاہنوں نے بھی شرکت کی اور اس بچے کے لیے نام بھی سوچ گئے۔

چونکہ حضرت زکریاؑ کا تعلق ہیکل کے کاہن خاندان سے تھا اس لیے تقریب میں کاہنوں نے حضرت زکریاؑ سے پوچھا "تو نے اپنے بیٹے کا کیا نام تجویز کیا؟"

حضرت زکریاؑ نے کوئی جواب دینے کے بجائے کہا "مجھے تختی دی جائے تاکہ میں اس پر اپنے بیٹے کا نام لکھ دوں۔"

حضرت زکریاؑ کو سادہ تختی دے دی گئی اور انہوں نے اس پر موٹا موٹا لکھ دیا۔ "یحییٰ"۔

یہ تختی مہمانوں میں گھمائی پھرائی گئی۔ لوگ اس عجیب و غریب نام کو پڑھتے' ہونٹ سکیڑتے اور کہتے "عجیب نام ہے۔ آج سے پہلے تو کبھی یہ نام رکھا نہیں گیا پھر یہ زکریا کے ذہن میں کہاں سے آگیا۔"

ایک کاہن نے حضرت زکریاؑ سے پوچھا "ہمارے پاس بنی اسرائیل اور یہوداہ کے سلسلۂ نسب کے نام موجود ہیں اور ان میں یحییٰ نام کا کوئی شخص بھی موجود نہیں پھر تم نے یہ نام کہاں سے لیا ہے؟"

حضرت زکریاؑ نے کہا "میرا یہ بیٹا غیر موسمی پھل کی طرح ہے۔ مجھے عالم امکان کے اسباب نے اولاد کی طرف سے بالکل مایوس کر دیا تھا مگر میں اللہ کو قادر مطلق مانتا ہوں اس لیے عالم یاس میں بھی اللہ

سے اولاد مانگتا رہا۔ اللہ مجھ پر مہربان ہو گیا اور فرشتے نے بشارت دی کہ ہمیں بیٹے سے نوازا جائے گا اور مجھے تاکید کی گئی کہ میں اپنے بیٹے کا نام یحییٰ رکھوں۔ مجھے میرے اللہ نے اولاد کی طرح نام بھی دیا ہے اسی لیے میں نے یہ عجیب وغریب نام رکھا دیا۔"

حضرت یحییٰؑ کی پرورش دونوں نے نہایت احتیاط اور دیانت داری سے کی۔ باپ نبی تھا' بیٹا اسی ماحول میں سادگی سے پرورش پانے لگا۔ انہیں بچپن ہی سے جنگل کا شہد بہت اچھا لگتا تھا اور ٹڈیاں ان کی پسندیدہ خوراک تھی۔

عام بچوں کی طرح حضرت یحییٰؑ کو کھیلتے کودتے یا بے کار مشاغل میں مبتلا نہیں دیکھا گیا۔ انہیں کپڑوں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ آپ بچپن ہی سے اونٹوں کے بالوں کی پوشاک پہنتے اور چمڑے کا پٹا ہر وقت کمر سے کسا رہتا۔ آبادی میں انہیں بہت کم دیکھا گیا۔ حضرت یحییٰؑ بچپن ہی میں جنگلوں اور بیابانوں میں خلوت نشین ہو جاتے اور اگر ٹڈیاں اور جنگلی شہد نہ ملتا تو درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کر لیتے۔

حضرت یحییٰؑ بچپن ہی سے اللہ کی طرف بہت مائل تھے۔ غور و فکر کی عادت تھی۔ اس سے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہ بندوں کے حقوق اور فرائض سے بھی آگاہ تھے اسی لیے ماں باپ کی بہت خدمت کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن پاک کی سورہ مریم میں اللہ نے حضرت یحییٰؑ کے بارے میں گواہی دی ہے "اے یحییٰ! کتاب الٰہی تورات کے پیچھے مضبوطی سے لگ جا اور وہ بھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی۔ نیز اپنے خاص فضل سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی۔ وہ پرہیزگار اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا۔ سخت گیر اور نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلام ہو۔ جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرا اور جس دن پھر زندہ کیا جائے گا۔"

حضرت زکریاؑ جب وعظ فرماتے تو ہجوم میں یہ بھی موجود ہوتے اور باپ کی باتیں نہایت غور اور توجہ سے سنتے۔ کبھی کبھی یہ ان کی تقریروں سے اتنے متاثر ہو جاتے کہ گھنٹوں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ یہ طبعاً رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ زیادہ روتے رہنے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت زکریاؑ نے دوران وعظ میں فرمایا "لوگو! مجھے بتایا گیا ہے کہ جنگ اور دوزخ کے درمیان ایک لق ودق میدان ہے جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے بغیر طے نہیں کیا جاسکتا اور جنت تک رسائی حاصل نہیں ہوسکتی۔"

حضرت زکریاؑ کی اس تقریر نے حضرت یحییٰؑ پر سب سے زیادہ رقت طاری کر دی اور وہ دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد جب حضرت زکریاؑ گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰؑ ابھی تک گھر نہیں پہنچے ہیں چنانچہ ان کی تلاش شروع ہو گئی۔

بوڑھے باپ کو بیٹے کی جدائی نے نڈھال کر دیا۔ کسی مسافر نے ان کو بتایا "میں نے ایک لڑکے کو آبادی سے باہر جنگل میں زاروقطار روتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ وہاں جائیں اور دیکھیں شاید وہی آپ کا بیٹا ہو۔"

حضرت زکریاؑ نے بتائی ہوئی جگہ پر جا کے دیکھا تو واقعی وہ حضرت یحییٰؑ تھے اور اس وقت بھی وہ رو رہے تھے۔

حضرت زکریاؑ نے بیٹے کو سینے سے لگالیا اور کہا "بیٹے! ہم نے تمہیں کہاں کہاں نہیں تلاش کیا مگر تم کہیں نہ ملے اور اب ایک مسافر کی نشاندہی کے بعد تم یہاں ملے بھی تو میں تمہیں غم زدہ دیکھ رہا ہوں۔ ہمیں بتاؤ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "پدر محترم! آپ ہی نے تو وعظ میں فرمایا تھا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک لق ودق میدان ہے جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے بغیر طے نہیں کیا جاسکتا اور جنت تک رسائی ممکن نہیں ہوسکتی۔"

بیٹے کی باتوں نے باپ کو بھی اداس اور غم زدہ کر دیا' وہ بھی زاروقطار روئے اور بیٹے کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

حضرت یحییٰؑ کو بچپن ہی سے احساس تھا کہ وہ خاص مقصد کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور انہوں نے کئی بار ایک عجیب وغریب آواز بھی سنی۔ کوئی ان سے کہتا تھا "یحییٰ! ہماری کتاب تورات کو زور سے پکڑے رہو اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کردو۔"

آخر انہیں جوانی میں ہی اللہ نے لوگوں کی اصلاح کی طرف مائل کر دیا اور وہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے لگے اور دینی وفلاحی کاموں کی طرف مائل کرنے لگے۔ وہ لوگوں کو پانچ باتوں کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "مجھے اللہ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کی تلقین کروں۔"

یہ آواز مسجد میں بلند ہوتی تھی اور یہاں اس آواز کو سننے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔
لوگوں نے حضرت زکریاؑ کی باتیں بھی سنی تھیں اور اب حضرت یحییٰؑ کی باتیں بھی سن رہے تھے۔
ان کی باتوں میں بھی بڑا اثر پایا جاتا تھا۔

حضرت یحییٰؑ نے جن پانچ باتوں کا حکم دیا تھا' لوگ انہیں جاننے کے لیے بے چین تھے لیکن وہ یہ بھی جاننا چاہتے تھے کہ حضرت یحییٰؑ کی حیثیت کیا ہے اور وہ جو پانچ باتوں کا حکم دے رہے ہیں تو انہیں یہ حق کس نے دیا اور لوگوں نے ان کی یہ باتیں انہیں کیا سمجھ کر مان لیں۔

صدیوں سے ان میں یہ مشہور تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے جو یہودیوں کو راہ راست دکھائے گا۔

ان میں حضرت الیاسؑ گزر چکے تھے اور وہ جس طرح اچانک غائب ہو گئے تھے' یہ قوم ان کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی لیکن حضرت یحییٰؑ یہ بھی نہیں کہتے تھے کہ جس پیغمبر کی صدیوں پہلے بشارت دی گئی تھی وہ میں ہی ہوں اور نہ وہ یہ کہتے تھے کہ جو حضرت الیاسؑ غائب ہو گئے تھے اور جن کی واپسی کے منتظر صدیوں سے لوگ تھے' وہ میں ہوں اور تم میں واپس آ گیا ہوں۔

پھر یہ کس حیثیت سے قوم کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ ان کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی یعنی پچیس یا چھبیس سالہ یہ نوجوان بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا۔ اپنی قوم کے عالموں تاجروں اور حکومت کے ملازمین کی مزمت کرتا رہتا تھا۔ حضرت یحییٰؑ انہیں سانپ کی اولاد کہتے تھے اور خاص کر یہودی عالموں کو سانپ کے بیٹو اور اولادو کہہ کر مخاطب کرتے تھے جس سے عالموں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو رہی تھی۔

حضرت یحییٰؑ دیکھ رہے تھے کہ ان کے عالم خود گمراہی میں مبتلا ہیں اور خدائی احکام میں تحریف اور تاویل سے کام لیتے ہیں۔ تاجروں میں کاروباری بددیانتی رچ بس گئی ہے اور انہیں اللہ کے احکام کا ذرا سا بھی پاس نہیں ہے۔

وہ حکومت کی طرف سے مقرر کیے ہوئے چنگی وصول کرنے والوں کو بھی دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ چنگی اصل سے زیادہ وصول کرتے تھے اور اسے کھا جاتے تھے۔ انہوں نے سپاہیوں کو دیکھا جو تنخواہیں بھی وصول کرتے تھے اور رشوتیں بھی لیتے تھے۔

آپ نے ان سب کو مخاطب کیا اور حکم دیا کہ تم سب اردن کے اس پار بیت عینیاہ میں آؤ۔ میں وہاں دریا میں کھڑے ہو کر تمہیں بپتسمہ دوں گا تاکہ تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ اور اپنی آئندہ زندگی ایمان داری اور پاکی و طہارت سے گزار دو۔

اس آواز میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ لوگ پانی کے چھینٹوں کے لیے حضرت یحییٰؑ کے پاس پہنچنے لگے۔ وہ دریائے اردون میں کھڑے ہو جاتے اور ساحل پر لوگ بپتسمہ لینے کے لیے لمبی قطاروں میں کھڑے رہتے۔ ایک ایک آدمی آپ کے پاس جاتا۔ گناہوں سے توبہ کرتا اور پانی کے چھینٹے لے کر باہر آ جاتا۔

حضرت یحییٰؑ کا یہ طریقہ انتہائی کامیاب رہا۔ پوری قوم میں کھلبلی مچ گئی کہ یہ شخص تو وہ آنے والا نبی بھی نہیں جس کی قوم منتظر ہے اور نہ ہی یہ شخص خود کو الیاس نبی کہتا ہے کہ میں تم میں واپس آ گیا ہوں پھر یہ ہے کون؟

علما میں حضرت یحییٰؑ نے بڑی تشویش پیدا کر دی تھی۔ انہیں زندگی کے مختلف طبقات کے لوگ مجبور کر رہے تھے کہ تم لوگوں کو بھی حضرت یحییٰؑ سے بپتسمہ لینا چاہئے لیکن یہودی عالم حضرت یحییٰؑ کو نظر انداز کرتے رہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ناتجربے کار نوجوان عمر رسیدہ عالموں کی راہنمائی

کرے۔

ان عالموں نے اپنا ایک وفد حضرت یحییٰؑ کے پاس بھیجا اور ہدایت کی کہ وہ حضرت یحییٰؑ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں اور علمائے کرام کو آگاہ کریں کہ یہ شخص ان میں کس حیثیت سے کام کر رہا ہے؟

یہ وفد دریائے اردن کے کنارے حضرت یحییٰؑ سے ملا۔ اپنا تعارف ان کے سامنے پیش کیا اور پوچھا "اے یحییٰ! آپ کس کی طرف سے بپتسمہ دینے پر تعینات کیے گئے ہو؟"

حضرت یحییٰؑ نے انہیں بتایا "لوگو! میں نہ تو وہ پیغمبر ہوں جس کا صدیوں سے انتظار ہو رہا ہے اور نہ میں الیاس نبی ہوں جو تم میں سے اچانک غائب ہو گئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔"

عالموں کے وفد نے بپتسمہ دینے کا جو منظر دیکھا' اس سے انہیں یہ پریشانی ہوئی یہ شخص تو پورے علاقے پر چھا گیا ہے اور لوگ اس کے معتقد ہوتے جا رہے ہیں۔

اس واقعے کو یوحنا کی انجیل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو بھیجے کہ تو کون ہے تو اس نے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں!

انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو پھر کون ہے۔ کیا تو ایلیاہ ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں۔

کیا تو وہ نبی ہے جس کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں وہ بھی نہیں ہوں۔

پس انہوں نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے کہ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔"

یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے یحییٰ سے سوال کیا کہ اگر تو مسیح (علیہ السلام) نہیں ہے اور نہ ایلیاہ (حضرت الیاسؑ) ہے اور نہ وہ نبی جس کا ہمیں انتظار ہے تو پھر تو بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یحییٰ نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔"

اس واقعے کو لوقا کی انجیل میں زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

"جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا (حضرت یحییٰؑ) کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے' وہ آنے والا ہے۔ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے تاکہ وہ اپنے کھلیان کو خوب

صاف کرے اور گیہوں کو اپنے کھتے میں جمع کرے مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔"

یہاں اس وفد نے بپتسمہ لینے والوں کو دیکھا ان میں عوام اور چنگی وصول کرنے والے شامل تھے اور یہ سب بپتسمہ لے رہے تھے۔

اس وفد نے دیکھا کہ جب ایک شخص بپتسمہ لینے کے لیے ان کے پاس جاتا تھا تو آپ اس سے کہتے تھے "اے سانپ کے بچو! تمہیں کس نے آگاہ کیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنا شروع نہ کرو یعنی اس پر فخر نہ کرو کہ ابراہیمؑ ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہیمؑ کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے۔ پس وہ درخت جو پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔"

لوگوں نے ان سے پوچھا "پھر ہم کیا کریں؟"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "لوگو! جس کے پاس دو کرتے ہیں' وہ ایک کرتا اس کو دے دے جس کے پاس ایک بھی کرتا نہ ہو۔ جس کے پاس کھانا ہو' وہ اس میں سے کچھ بھوکے کو کھلا دے۔"

ان میں چنگی وصول کرنے والوں نے حضرت یحییٰؑ سے پوچھا "اے استاد! ہم کیا کریں؟"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "جو تمہارے لیے مقرر ہے' وہ لو اس سے زیادہ ہرگز نہ لو۔"

اب سپاہیوں نے بھی حضرت یحییٰؑ سے پوچھا "ہم کیا کریں؟"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "کسی پر ظلم نہ کرو اور کسی سے ناحق کچھ نہ لو اور اپنی تنخواہ پر کفایت کرو۔"

یہ رسم بپتسمہ مذہبی رسم تھی جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتا اور آپ کی تعلیمات پر چل کر آئندہ گناہوں سے مجتنب رہنے کا وعدہ کرتا' آپ دریائے اردن کا پانی اس کے سر پر چھڑک کر اس کے حق میں دعائے خیر و برکت کرتے۔ یہ آپ کی تعلیم و تبلیغ کا ایک طریقہ تھا اور دریائے اردن کے گرد و نواح کا سارا علاقہ آپ کے ان تبلیغی کاموں کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ یوحنا کی انجیل میں خاص اس مقام کا نام لیا گیا ہے جہاں آپ زیادہ تر مقیم رہتے تھے۔

"اور یوحنا بھی شالم (SALIM) کے نزدیک عینون (AENON) میں بپتسمہ دیتا تھا۔"

یہ وفد حضرت یحییٰؑ سے سوالات کرنے آیا تھا واپس چلا گیا اور عالموں کو بتایا کہ یہ شخص خود کسی آنے والے کی خبر دے رہا ہے اور اپنے بارے میں کہتا ہے کہ بیابان کی آواز ہوں۔

اب یہودیوں نے حضرت یحییٰؑ کی مخالفت شروع کر دی۔

اسی عہد میں حضرت مسیحؑ بھی موجود تھے اور یہ مریم کے بیٹے اور عمران کے نواسے تھے یہ عمران حضرت یحییٰؑ کے خالو تھے۔

حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیحؑ میں صرف چھ مہینے کی چھوٹائی بڑائی تھی یعنی حضرت مسیحؑ ان سے چھ ماہ چھوٹے تھے۔

حضرت یحییٰؑ کی شہرت حضرت مسیحؑ کو بھی ان کے پاس لے گئی اس وقت حضرت یحییٰؑ گلیل کے شہر ناصرہ میں دریائے اردن کے ساحل پر لوگوں کو بپتسمہ دے رہے تھے۔ حضرت مسیحؑ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو بپتسمہ لے رہے تھے۔

حضرت یحییٰؑ نے انہیں دیکھا اور پوچھا "تو میرے پاس کیوں آیا ہے؟"

حضرت مسیحؑ نے جواب دیا "میں بھی دوسروں کی طرح بپتسمہ لینے آیا ہوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "میں تو خود تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو مجھ سے بپتسمہ لینا چاہتا ہے۔"

حضرت مسیحؑ نے جواب دیا "اب تو اسی طرح ہونے دے جس طرح ہو رہا ہے کیونکہ ہمیں اس طرح ساری راست بازی پوری کرنا مناسب ہے۔"

حضرت یحییٰؑ نے بپتسمہ دیا اور حضرت مسیحؑ پانی سے باہر آ گئے۔

حضرت یحییٰؑ نے حضرت مسیحؑ کے بارے میں جو کچھ کہا تھا' اس سے دوسرے چونک گئے۔ حضرت مسیحؑ کے ساتھ بھی لوگ رہتے تھے اور انہیں احساس ہوا کہ حضرت مسیحؑ بھی کوئی اہم حیثیت رکھتے ہیں۔

اس واقعے کے دوسرے دن جب حضرت عیسیٰؑ حضرت یحییٰؑ کے سامنے سے گزرے تو حضرت یحییٰؑ نے اپنے دو شاگردوں سے' حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "دیکھو وہ خدا کی بھیڑ جا رہی ہے۔" دونوں شاگردوں نے حضرت مسیحؑ کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد حضرت مسیحؑ کو احساس ہوا کہ ان کے پیچھے پیچھے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔

حضرت مسیحؑ نے مڑ کر دیکھا اور دونوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر دریافت کیا "تم کیا ڈھونڈ رہے ہو؟"

دونوں میں سے ایک نے کہا "اے ربی! (یعنی اے استاد) تو کہاں رہتا ہے؟"

حضرت مسیحؑ نے جواب دیا "میرے پیچھے پیچھے چلو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔"

یہ دونوں آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور انہوں نے حضرت مسیحؑ کے رہنے کی جگہ دیکھ لی۔ یہ دونوں حضرت مسیحؑ کے ساتھ دس گھنٹے رہے اور ان میں ایک حضرت مسیحؑ کے حواری شمعون پطرس کا بھائی اندریاس تھا۔ اس نے پہلے اپنے حقیقی بھائی شمعون سے مل کر کہا "ہم کو مسیاس (MESIAS) یعنی مسیح مل گیا۔"

وہ بھائی کو لے کر حضرت مسیحؑ کے پاس آیا۔

حضرت مسیحؑ نے اس پر نگاہ کی اور کہا "تو یوحنا کا بیٹا شمعون ہے تو کیفا یعنی پطرس کہلائے گا۔"

یہ جن دنوں کے واقعات ہیں' ان دنوں پورے شامی علاقے پر رومیوں کا تسلط تھا اور یہاں روم کی طرف سے چار حکمران حکومت کر رہے تھے۔ شمالی حصے پر لسانیاس کی حکومت تھی۔ اس کے جنوب میں فلپ حکومت کر رہا تھا اور اس کے بھی جنوب میں تر خونیں نفس کی حکومت تھی اور بالکل اس کے مقابل شمال مغرب میں ہیرودیس کی حکومت تھی۔ فلپ اور ہیرودیس آپس میں حقیقی بھائی تھے۔

حضرت یحییٰؑ جس حصے میں تبلیغ اور اشاعتِ حق کے فرائض انجام دے رہے تھے وہ ہیرودیس کا علاقہ تھا۔

بادشاہ ہیرودیس کو اس کے آدمی ساری خبریں پہنچا رہے تھے اور وہ حضرت یحییٰؑ کی عزت کرتا تھا۔

حضرت مسیحؑ نے یہ سن رکھا تھا کہ حضرت یحییٰؑ نے اپنے وعظ میں پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ان پانچ احکام کے نفاذ کا حکم انہیں اللہ کی طرف سے ملا ہے چنانچہ وہ حضرت یحییٰؑ سے ملے اور پوچھا "جناب جن پانچ احکام کا آپ ذکر کر چکے ہیں' ان پر دوسروں سے عمل کیوں نہیں کرواتے۔ وہ پانچ احکام مجھے بتا دیں تو میں ان پر عمل کروانا شروع کروا دوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "ہاں وقت آگیا ہے کہ ان پانچ احکام پر عمل کیا جائے اور دوسروں سے بھی عمل کروایا جائے۔"

حضرت مسیحؑ نے پوچھا "وہ پانچ احکام ہیں کیا۔ مجھے بھی تو بتائیں؟"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "وہ پانچ احکام سنیں اب میں بتاتا ہوں۔"

"(۱) پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے کیونکہ شرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپے سے خریدا ہو مگر غلام نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا ہو کہ اپنی کمائی کا سب کچھ اپنے مالک کے سوا دوسرے کو دے دیتا ہو۔ تو اب تم بتاؤ کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام' اس قسم کا ہو سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا ہی نے تجھ کو پیدا کیا ہے اور تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

"(۲) دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تک تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے اللہ تعالیٰ برابر تمہاری طرف رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔"

"(۳) تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو۔ کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو اور مشک کی خوشبو اس کے اور اس کے ساتھیوں کو مست

کرتی رہے۔ روزے دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہوتی ہے۔"

"(۴) چوتھا حکم یہ ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ دینے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی طرف لے جا رہے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ شخص کہے کیا یہ ممکن ہے کہ مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں۔ اس شخص کی پیش کش کو قبول کر لیا جائے اور وہ مال و دولت دے کر اپنی جان بچا لے۔"

"(۵) اور پانچواں حکم یہ ہے کہ شب و روز کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص جیسی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو۔ وہ بھاگ کر کسی مضبوط اور مستحکم قلعے میں پناہ گزین ہو جائے اور دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ بلاشبہ انسانوں کے دشمن شیطان کے مقابلے میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا خود کو مستحکم قلعے میں محفوظ کر لینے کی طرح ہے۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت یحییٰؑ کی پانچ احکام والی باتیں سنیں تو آپ نے فرمایا "لوگو! میں بھی تم کو انہی پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں یعنی (۱) لزوم جماعت (۲) سمع (۳) طاعت (۴) ہجرت اور (۵) جہاد فی سبیل اللہ۔" اور آپ نے مزید فرمایا "پس جو جماعت سے ایک بالشت بھی باہر نکل گیا اس نے بلاشبہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا۔ جماعت کا لزوم اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور جس شخص نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی تو اس نے جہنم کو اپنا ٹھکانا بنایا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ باتیں آپ کے اصحاب نے سنیں تو کسی نے پوچھا "یا رسول اللہ! اگرچہ وہ شخص نماز' روزے کا پابند ہو تب بھی جہنم کا سزاوار ہو گا؟"

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "ہاں' اگرچہ وہ نماز' روزے کا پابند ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں تب بھی وہ جہنم کا سزاوار ہو گا۔"

○☆○

شمال کے بادشاہ فلپ کی بیوی بے حد خوب صورت تھی اور اس کے بھائی ہیرودیس کی اس پر نظر تھی۔ اس خوب صورت بیوی کی فلپ سے ایک بیٹی بھی تھی اس کا نام سلوم تھا۔

ہیرودیس نے فلپ کی بیوی کو حاصل کرنے کے لیے بھائی پر حملہ کیا اور بیوی کو بیٹی سمیت چھین کر لے گیا۔

اس واقعے کا ہر طرف چرچا ہوا لوگوں نے ہیرودیس کی اس حرکت کو ناپسند تو کیا مگر برملا مخالفت نہیں

کی۔

حضرت یحییٰؑ سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو انہوں نے صاف صاف اسے ناجائز اور حرام قرار دیا۔

فلپ کی بیوی بھی ہیرودیس کو پسند کرتی تھی۔ جب اسے یہ بتایا گیا کہ حضرت یحییٰؑ برملا اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور ہیرودیس کے اس فعل کو ناجائز اور حرام قرار دے رہے ہیں تو اس نے ہیرودیس سے کہا کہ حضرت یحییٰؑ کو منع کیا جائے کہ وہ ہمارے ذاتی معاملات میں داخل اندازی نہ کرے۔ وہ لوگوں کو بپتسمہ دیتا ہے اور گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ میں تو اس کے پاس نہیں گئی اور نہ جانا ضروری سمجھتی ہوں اس لیے اس شاہی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔"

بادشاہ ہیرودیس نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت یحییٰؑ سے ملے گا اور انہیں منع کرے گا کہ وہ شاہی معاملات میں دخل نہ دیں۔

بیوی نے دباؤ ڈالا "مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ حضرت یحییٰؑ جسے ناجائز سمجھتے ہیں اسے ہر حال میں ناجائز ہی کہتے رہتے ہیں اس لیے ان سے بات کرنا فضول ہے بلکہ انہیں قید کر دیا جائے تاکہ لوگ ان سے مل جل نہ سکیں اور وہ شاہی معاملات میں دخل انداز بھی نہ ہوں۔"

ہیرودیس نے ایسا کرنے سے انکار کیا کیونکہ وہ حضرت یحییٰؑ کی عزت کرتا تھا اور ان کی کسی بات میں شر یا برائی نہیں دیکھتا تھا۔"

جب حضرت یحییٰؑ کو بتایا گیا کہ بادشاہ ہیرودیس ان سے ملنے آرہا ہے تو پوچھا "کیا وہ مجھ سے بپتسمہ لیتے نہیں دیکھا گیا۔"

ہیرودیس نے اپنے کئی آدمی حضرت یحییٰؑ کے پاس بھیجے اور انہیں بتایا کہ بادشاہ ان سے ملے آرہا ہے۔

حضرت یحییٰؑ نے کہا "بادشاہ نے اپنے بھائی کی بیوی کو رکھ لیا جب کہ یہ ناجائز کام ہے اس لیے اگر بادشاہ ہم سے بپتسمہ لے گا تو اسے اپنے برے کاموں کو چھوڑنا پڑے گا اور بیوی اور اس کی بیٹی سلوم کو اپنے بھائی فلپ کو واپس کرنا ہوگا۔"

بادشاہ ہیرودیس نے حضرت یحییٰؑ سے ملاقات کی اور ان سے درخواست کی کہ بادشاہ کے حق میں دعا کریں۔

حضرت یحییٰؑ نے کہا "اے بادشاہ! تونے اپنے بھائی کی بیوی اور بھتیجی پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے اور اسے اپنی بیوی بنا لیا ہے۔ تیرا یہ فعل ناجائز اور حرام ہے اس لیے تو دونوں کو اپنے بھائی فلپ کے پاس بھیج دے اور خود گناہوں سے توبہ کر۔ اللہ سے معافی مانگ میں تیرے حق میں دعا کروں گا۔"

بادشاہ نے سختی سے کہا "اے یحییٰ! میں تمہاری عزت کرتا ہوں کیونکہ تم راست باز اور لوگوں میں

بہت مقبول ہو لیکن اب تم شاہی معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہو اس لیے میں تمہیں گرفتار کر سکتا ہوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "میں اخلاقیات کی بات کرتا ہوں تو میرے مخاطب انسان ہوتے ہیں۔ یہ انسان غریب ہیں' امیر ہیں' عالم ہیں یا بادشاہ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو انہیں جائز اور ناجائز سے آگاہ کرتا ہوں۔ جو چیز ایک غریب کے لیے ناجائز اور حرام ہے' وہی بادشاہ کے لیے بھی ناجائز اور حرام ہے۔ تو نے اپنے بھائی کی بیوی اور اس کی بیٹی پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور انہیں بیوی بنا کر شاہی محل میں ڈال لیا ہے۔ میں تیرے اس فعل کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہوں۔ تو ان دونوں کو اپنے پاس سے جدا کر دے۔ بھائی کی امانت بھائی کو واپس کر دے۔ میں تیرے حق میں دعا کروں گا کہ اللہ تجھے معاف کر دے۔"

بادشاہ نے کہا "میں تجھ کو راست باز سمجھتا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تیری دعاؤں کا محتاج ہوں۔ یہاں میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے شاہی معاملات میں دخل اندازی سے روکوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "جو چیز حرام اور ناجائز ہے' وہ میرے کہنے سے جائز اور حلال نہیں ہو جائے گی اس لیے میں اگر تیرے حق میں دعا بھی کردوں گا تو بے اثر رہے گی۔"

بادشاہ نے کہا "میں نے سنا ہے کہ تو لوگوں میں مجھ پر تنقیدیں کرتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو تو آئندہ خاموش رہے گا۔ تو غریبوں کی خدمت کرتا رہ لیکن بادشاہ اور امیروں کے معاملات میں بالکل دخل نہ دے۔ اسی میں تیری عاقبت ہے۔"

دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں مگر حضرت یحییٰؑ نے بادشاہ کی بات نہیں مانی اور نہ بادشاہ' حضرت یحییٰؑ کے جوابوں سے مطمئن ہوا۔

بادشاہ نے جاتے جاتے حضرت یحییٰؑ کو بتایا "میری بیوی ہیرودیاس جو پہلے میرے بھائی فلپ کی بیوی تھی اور اب وہ میرے پاس اپنی مرضی سے رہے' وہ تجھ کو ناپسند کرتی ہے اور اسی کے کہنے پر میں تیرے پاس آیا تھا۔ اب سوچ لے کہ اگر تو نے اپنے رویے میں تبدیلی نہ کی تو مجھے تیری گرفتاری کا فرمان جاری کرنا پڑے گا۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "افسوس کہ تو ناجائز بیوی کے کہنے پر مجھ سے ملنے آیا اور مجھ سے حرام کو حلال کروانا چاہتا ہے' یہ ناممکن ہے۔ اب تو مجھے قید خانے میں ڈلوا دے یا قتل کروا دے۔ جو شے ناجائز اور حرام ہے وہ ناجائز اور حرام ہی رہے گی۔"

بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ سے الگ ہو کے مشیروں سے پوچھا "یہ اس نوجوان میں اکڑ اور سختی کیوں پائی جاتی ہے؟"

مشیروں نے بتایا "حضور والا! یحییٰؑ کے آس پاس غریب غربا رہتے ہیں اور وہ انہیں اپنی قوت سمجھتا ہے اس لیے حضور کو خاطر میں نہیں لاتا۔"

بادشاہ نے شاہی محل میں داخل ہونے کے بعد بیوی ہیرودیاس کو بتایا "میں نے اسے بہت سمجھایا مگر اس نے تو جیسے نا سمجھنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں نے اسے قید کردینے کی دھمکی بھی دی مگر وہ اس سے بھی نہیں ڈرا۔ اب بتا مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

ہیرودیاس نے کہا "آپ سب کچھ کرسکتے ہیں اسے گرفتار کرسکتے ہیں۔ اسے قتل کرسکتے ہیں مگر آپ اس کی راست بازی سے ڈرتے ہیں اس لیے کچھ نہیں کرسکتے۔"

ہیرودیاس کی شرمندگی دلانے والی طنز آمیز باتوں نے بادشاہ ہیرودیس کو حضرت یحییٰؑ کے خلاف مشتعل کردیا اور اس نے اپنے کئی آدمی حضرت یحییٰؑ کے پاس بھیجے اور انہیں ہدایت کی کہ وہ حضرت یحییٰؑ کو بادشاہ کے افعال کے بارے میں چھیڑتے رہیں اور دیکھیں کہ حضرت یحییٰؑ میں کوئی تبدیلی آئی یا نہیں۔"

لیکن حضرت یحییٰؑ کی جس کسی سے بھی بادشاہ کے بارے میں بات ہوتی تو وہ بادشاہ کے برے کاموں کی مذمت ہی کرتے رہتے۔

کچھ لوگوں نے حضرت یحییٰؑ کو سمجھایا "اے یحییٰ! بادشاہ نے اپنے سگے بھائی کی بیوی کو اس لیے چھین لیا کہ یہ عورت بادشاہ کو بہت پسند تھی۔ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ بادشاہ سلوم کو بھی پسند کرتا ہے اور وہ اس سے شادی کرلے گا۔ آپ نفس کے اس غلام کی مذمت کرتے رہتے ہیں جو آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا "میں جو کچھ بھی کرتا ہوں یا کہتا ہوں اس کی صداقت پر یقین ہوتا ہے اس لیے میں بادشاہ کو عام غریبوں کے مقابلے میں رعایت دوں یہ ناممکن ہے۔ بادشاہ بہت برا ہے اور اس کے مشیر اس سے بھی زیادہ برے ہیں کہ وہ سب کچھ سمجھتے بوجھتے ہوئے کہ بادشاہ غلط کار ہے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں' اس کی تائید کرتے ہیں۔"

یہ ساری خبریں بادشاہ ہیرودیس کو اور اس کی ناجائز بیوی ہیرودیاس کو پہنچ رہی تھیں۔

ہیرودیاس نے بادشاہ کو تخلئے میں بتایا کہ یحییٰؑ کسی کی بات نہیں مانتے اور ہم دونوں کی مذمت کرتے رہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا "مجھے اس کی گرفتاری سے خوشی نہیں ہوگی۔"

ہیرودیاس نے پوچھا "اور جو یحییٰؑ ہم دونوں پر برملا برا کہتا ہے تو کیا اس سے آپ کو خوشی ہوتی ہے۔"

بادشاہ نے کہا "نہیں! اس سے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔"

ہیرودیاس نے کہا "تب پھر آپ اس کو گرفتار کرکے قید کیوں نہیں کردیتے؟"

بادشاہ نے اتمام حجت کے لیے حضرت یحییٰؑ کے پاس اپنے چند آدمی بھیجے اور انہوں نے بھی حضرت یحییٰؑ سے چھیڑ خانی کی اور پوچھا "کیوں یحییٰ! بادشاہ نے تم سے بپتسمہ نہیں لیا۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا بادشاہ برائیاں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقت ور سمجھتا ہے اور گویا طاقت ور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اس لیے میں نے بادشاہ کو بپتسمہ دیے بغیر ہی بھگا دیا۔ اب وہ یہاں کبھی نہیں آئے گا۔"

یہ ساری خبریں بادشاہ ہیرودیس اور اس کی ناجائز بیوی ہیرودیاس کے پاس پہنچیں تو اس نے بادشاہ سے کہا "اب پانی سر سے اونچا ہوچکا ہے آپ یحییٰ کو قتل نہیں کرسکتے تو قید خانے میں ڈلوا دیں۔"

بادشاہ نے بدرجہ مجبوری حضرت یحییٰؑ کی گرفتاری کا فرمان جاری کردیا اور آپ فوراً قید خانے میں پہنچا دیے گئے۔

حضرت مسیحؑ کے ساتھیوں کو حضرت یحییٰؑ کی گرفتاری سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے یہ خبر حضرت مسیحؑ کو پہنچا دی۔

حضرت یحییٰؑ کے شاگرد قید خانے میں ان سے ملنے آتے تھے اور ان سے تعلیمات حاصل کرتے رہتے تھے۔

اس دوران میں حضرت یحییٰؑ کو جیسے خدا نے بتلا دیا تھا کہ اب تم اس قید خانے سے زندگی بھر نہیں نکل سکتے۔

حضرت یحییٰؑ نے اپنے شاگردوں سے کہا "تم دونوں مسیحؑ کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کیا تم ہی وہ شخص ہو' جس کا ہم انتظار کررہے ہیں اور میں لوگوں کو بشارت دے رہا ہوں۔"

دونوں شاگردوں نے کہا "آپ یہ بشارت جس شخص کے بارے میں دیتے رہے ہیں کیا اس سے مراد الیاسؑ کی واپسی سے ہے یا پھر آنے والے شخص سے مراد اس پیغمبر کی تشریف آوری ہے جس کا بنی اسرائیلی صدیوں سے انتظار کررہے ہیں۔ اگر مسیح وہی شخص ہیں تو ہم آنے والے کا انتظار نہیں کریں گے اور اگر یہ وہ نہیں ہیں تو ہم سب بدستور انتظار کرتے رہیں گے۔"

حضرت یحییٰؑ کے شاگرد حضرت مسیحؑ کے پاس گئے' وہاں بیماروں کا ہجوم تھا۔ کسی سے چلا نہیں جارہا تھا اور کوئی مجذوم تھا کسی کی بینائی چلی گئی تھی۔

دونوں شاگردوں نے حضرت یحییٰؑ کا سوال یہاں دہرایا۔

حضرت مسیحؑ نے ایک لنگڑے کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا اور کہا "اب تو چل کیونکہ تو چل سکتا ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے ایک نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی بحال ہوگئی۔

اب حضرت مسیحؑ نے مجذوم کو پانی چھڑک کے صحت یاب کردیا اور پھر بہرے کے کانوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس سے باتیں کیں۔

حضرت یحییٰؑ کے شاگرد یہ سب دیکھتے رہے اور حضرت مسیحؑ سے کہا "آپ نے ہماری بات کا جواب نہیں دیا۔"

حضرت مسیحؑ نے کہا "تم نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اسے یحییٰ کے سامنے بیان کردو یہی میرا جواب ہے۔"

ان شاگردوں نے حضرت یحییٰؑ کو قید خانے میں بتایا "استاد! ہم نے مسیح کے پاس لنگڑوں کو چلتے، بہروں کو سنتے اور بات کرتے دیکھا ہے۔ وہاں جذامی صحت یاب ہو رہے تھے اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ مسیح نے کئی مردوں کو زندہ بھی کیا ہے اس لیے آپ جس نبی کی بشارت دیتے رہے ہیں وہ پیدا ہوچکا ہے اور ہم میں موجود ہے۔"

ہیرودیاس، حضرت یحییٰؑ کے پیچھے پڑگئی تھی اور اسے اب کسی موقع کا انتظار تھا۔ اس دوران میں بادشاہ ہیرودیس کی سالگرہ کا دن آگیا اور اس کے لیے پورے شہر میں روشنی کا انتظام کیا گیا۔ دربار میں بھی جشن طرب اور رقص کا انتظام کیا گیا۔

سلوم نے اعلان کیا کہ بادشاہ کی سالگرہ کی تقریب میں وہ اپنا رقص پیش کرے گی۔

ہیرودیاس نے اپنی بیٹی کے رقص کی بڑی تعریفیں کیں اور بتایا "میری بیٹی جتنا اعلیٰ رقص کرتی ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

بادشاہ بھی ہیرودیاس کی تعریف سے یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ اپنی بیٹی کے بے جا تعریفیں کررہی ہے۔

دربار کے جشن کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ شراب کا دور چلا۔ درباری نشے میں وحشت ہوگئے، اسی میں سلوم نے اپنا رقص شروع کیا اور بہت جلد حاضرین کو مسحور کردیا۔ لوگ شراب کے نشے سے زیادہ سلوم کے رقص پر جھوم رہے تھے۔ بادشاہ بھی سلوم کے رقص سے حد درجہ لطف اندوز ہو رہا تھا اور اس نے اپنے دل میں اعتراف کیا کہ اس نے ایسا رقص اپنی زندگی میں نہیں دیکھا اور سلوم بھی بار بار رقص کرتی ہوئی بادشاہ کے پاس جاتی اور اسے بے چین کرکے پیچھے ہٹ جاتی۔ یہ رقص جتنی دیر جاری رہا کسی کو کسی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ آخر بادشاہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اور کہا "لوگو! تم سب نے سلوم کا رقص دیکھا اور اب تم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ کوئی رقاصہ سلوم سے بہتر رقص پیش کرسکتی ہے۔ کم از کم میں خود یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے سلوم سے بہتر رقاصہ نہیں دیکھی۔"

ہیرودیاس مصلحتاً اٹھ کر اندر چلی گئی۔ بادشاہ نے سلوم کو آغوش میں لے لیا اور کہا "آج میں تجھ

سے بہت خوش ہوں، بتا تو انعام میں کیا لینا پسند کرے گی؟"

سلوم نے جواب دیا "بادشاہ سلامت! آپ نے میرا رقص پسند فرمایا یہی میرے لیے کافی ہے۔"

بادشاہ ہیرودیس نے کہا "لڑکی! میں نے تجھے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے تو مجھ سے میری آدھی سلطنت مانگ سکتی ہے میں دے دوں گا۔"

سلوم نے کہا "مجھے سوچنے کے لیے تھوڑا سا وقت دیا جائے، اس کے بعد میں اپنا انعام مانگوں گی۔"

بادشاہ نے اسے کچھ وقت دے دیا اور وہ کچھ دیر کے لئے اپنی ماں کے پاس چلی گئی۔

اس نے اپنی ماں کو اس صورتحال سے آگاہ کیا تو ماں نے کہا "اگر تجھے آدھی سلطنت دے دی جائے تو وہ تیرے لیے دردِ سر بن جائے گی۔ ہم دونوں کا یہی ٹھکانا بہتر ہے کہ حکومت کرنے والے کے دل ودماغ پر قابض رہیں۔ تو بادشاہ سے بپتسمہ دینے والے یحییٰ کا سر مانگ لے۔"

سلوم بادشاہ کے پاس واپس پہنچ گئی اور کہا "میں بپتسمہ دینے والے یحییٰ کا سر انعام میں لوں گی۔"

بادشاہ کو سکتہ سا ہوگیا پوچھا "اس سر سے تجھ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔"

سلوم نے کہا "آپ نے انعام دینے کا وعدہ کیا ہے اور مجھے اجازت دی ہے کہ میرا انعام میری مرضی اور میری خواہش کے مطابق دیا جائے گا۔ اب آپ کا سوال یالیت ولعل کچھ عجیب لگتا ہے۔ مجھے یحییٰ کے سر کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔"

بادشاہ نے اپنے سیاف کو حکم دیا کہ سلوم کی خواہش پوری کی جائے۔

سیاف قید خانے میں حضرت یحییٰؑ سے ملا اور انہیں بتایا "افسوس کہ ہیرودیاس کی بیٹی سلوم نے بادشاہ سے انعام میں آپ کا سر مانگا ہے اور بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کا سر کاٹ کر ایک طشت میں رکھ کر سلوم کی خدمت میں پیش کروں۔"

حضرت یحییٰؑ نے کہا "اگر اللہ کا یہی حکم ہے تو تو اپنا کام کر۔ مجھے صابروں میں پائے گا۔"

سیاف نے ایک ہی وار میں حضرت یحییٰؑ کا سر جسم سے الگ کردیا۔

جب تک خون بہتا رہا، جلاد کھڑا دیکھتا رہا اس کے بعد سر اٹھایا اور ایک طشت میں رکھ کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کردیا۔

بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ کے سر سے مخاطب ہو کر کہا "کیا میں نے لوگوں کے ذریعے تجھ کو منع نہیں کیا تھا کہ تو شاہی معاملات میں دخل نہ دے لیکن تو باز نہیں آیا اور میں یہ ظالمانہ فرمان دینے پر مجبور ہوگیا۔"

بادشاہ نے طشت میں رکھا ہوا یہ سر سلوم کے پاس بھیج دیا۔ اس وقت سلوم اپنی ماں کے پاس بیٹھی تھی۔

اس نے سر کو طشت میں رکھا ہوا دیکھا تو انتہائی رعونت سے کہا "کیا میں نے تجھ کو منع نہیں کروایا تھا کہ ہمیں ذلیل و رسوا نہ کر مگر تو نہیں مانا اور مجھ میں جذبۂ انتقام پیدا ہوا اور پھر تجھے یہ دن دیکھنا پڑا۔"

حضرت مسیحؑ کو جیسے ہی یہ بتایا گیا کہ حضرت یحییٰؑ قتل کردیے گئے ہیں تو انہوں نے فوراً وہی کام علی الاعلان انجام دینا شروع کردیا۔ اب جب حضرت مسیحؑ بپتسمہ دیتے تھے اور اپنے حواریوں کے ساتھ گھوم پھر کے پیغمبرانہ تعلیم و تلقین کرنے لگے۔

جب بادشاہ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص اب بھی لوگوں کو بپتسمہ دیتا ہے اور اسی طرح باتیں کرتا ہے جس طرح حضرت یحییٰؑ کیا کرتے تھے' تو بادشاہ نے حیرت سے کہا "یہ کیا بات ہوئی میں نے تو یحییٰ کو قتل کروادیا اور پھر یہ دوسرا یحییٰ کہاں سے نمودار ہوگیا!"

ایک موقع پر معراج کے واقعے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "پس جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ یحییٰ اور عیسیٰ موجود ہیں اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل نے کہا یہ عیسیٰ اور یحییٰ ہیں' ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا تو ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر دونوں نے کہا آپ کا آنا مبارک ہو اے ہمارے نیک بھائی اور نیک پیغمبر۔"

حضرت مسیحؑ ہی کی طرح حضرت یحییٰؑ نے بھی شادی نہیں کی تھی اور یہ جس وقت شہید کیے گئے اس وقت ان کی عمر تیس سال چھ ماہ تھی۔

ان کے بارے میں حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں' ان میں یوحنا (یحییٰؑ) بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔"

سلوم کے واقعے کو آسکر وائلڈ نے اپنے ڈرامے (سلومی) میں بہت خوب صورتی سے بیان کیا ہے اور اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

○☆○

آپ نے سب سے پہلی بار ظہورِ مسیح کی بشارت دی تھی۔ ایک بیٹے کی خواہش میں آپ بوڑھے ہوگئے۔ بیوی بھی ضعیفی کی وجہ سے اولاد کی طرف سے مایوس ہوگئیں۔ پھر انہیں غیر موسمی پھلوں کی صورت میں بتایا گیا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس لئے وہ اولاد کی طرف سے مایوس نہ ہوں۔ اولاد ہوئی اور آپ نبوت کی ذمے داریاں پوری کرنے لگے۔ شیطان نے قوم کا ساتھ دیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے چروادیا۔

مضمون کے ماخذ

قصص القرآن	انبیائے قرآن	بلادِ فلسطین و شام	قصص القرآن	ترجمان القرآن	توریت
مولانا عبدالمنان	جمیل احمد	جی۔ ای استرنج	مولانا حفظ الرحمن	مولانا آزاد	(عہد نامہ عتیق)

حضرت زکریا علیہ السلام

(100ق م)

حضرت مسیحؑ سے تقریباً ایک سو سال پہلے حضرت داؤدؑ کی نسل سے بیت المقدس کے کاہنوں کے خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس کا نام زکریا رکھا گیا۔ اس بچے نے ابتدا ہی سے نیک نفسی کی زندگی گزاری۔ اس کی نیکی اور شرافت کا حوالہ دیا جاتا تھا۔

ہیکلِ سلیمانی میں جو لوگ خدمات انجام دیتے تھے' انہیں کاہن کہا جاتا تھا۔ ان میں کچھ جاروب کشی کرتے تھے' کچھ مذہبی رسوم ادا کرتے تھے۔ کسی کے ذمے عبادت تھی۔ یہودیوں میں نماز پڑھی جاتی تھی اور نماز کا امام بھی کاہن ہی ہوتا تھا اور یہ کاہن' ہیکل کے تمام کاہنوں کا سردار کہلاتا تھا۔

حضرت زکریاؑ کے زمانے میں عمران بن ناشی سب سے بڑے کاہن تھے۔ عمران کی شادی حنہ بنت فاقود سے ہوئی تھی' یہ خاتون بھی بہت نیک نفس' پارسا اور خدا شناس تھیں۔ بنی اسرائیل میں ان دونوں میاں بیوی کو بڑے احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

حنہ بن فاقود کی ایک بہن الی شبع تھیں۔ اس الی شبع کو مغرب میں الزبتھ ELIZABETH کہا جاتا ہے۔ یہ خاتون بھی نہایت نیک اور پارسا تھیں' ان کی شادی حضرت زکریاؑ سے کردی گئی۔

لیکن یہ قدرت کی ستم ظریفی تھی کہ دونوں ایک عرصے تک اولاد سے محروم رہے۔

عمران کو یہ دکھ پریشان کر رہا تھا کہ اگر ان کے گھر بیٹا نہ پیدا ہوا تو ان کی ... موروثی کہانت کا منصب کسے دیا جائے گا کیونکہ یہ منصب موروثی تھا اور صدیوں سے اسی طرح منتقل ہوتا چلا آرہا تھا۔

سالوں بعد اچانک امید کی ایک کرن نمودار ہوئی اور حنہ نے اپنے شوہر عمران کو بتایا کہ وہ امید سے ہے۔ اس خوش خبری نے عمران کو وہ خوشی بخشی کہ زندگی میں ایسی خوشی انہیں پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ایک طرف اولاد کی خواہش پوری ہو رہی تھی دوسری طرف زکریا اولاد سے محروم تھے اور اس کا کوئی بظاہر امکان نہیں تھا۔

حنہ اور الی شبع جب بھی ایک جگہ بیٹھتیں تو حنہ کے چہرے پر شادمانی ہوتی اور الی شبع کے چہرے پر محرومی اور مایوسی۔

حنہ نے اپنی بہن کو بتایا "میں نے تو یہ نذر مان رکھی ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ہیکل کے حوالے کردوں گی۔"

الی شبع نے کہا "بے شک تم ایسا کرسکتی ہو کیونکہ تمہارے یہاں ولادت کے اشارے موجود ہیں مگر مجھے خدا نے اولاد سے کیوں محروم رکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔"

حنہ نے کہا "ہم دونوں ایک عرصے سے مایوسی میں مبتلا تھے کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو یہ موروثی کہانت کا سلسلہ اپنے گھر سے نکل کر دوسرے خاندان میں چلا جائے گا لیکن خدا نے ہماری سن لی اور ہمارے گھر میں امید کا دیا روشن ہوگیا۔"

حضرت زکریاؑ نجاری کا پیشہ کرتے تھے۔ دن بھر کے تھکے ہارے گھر میں داخل ہوتے تو ایک سوہانِ روح کیفیت پورے ماحول پر طاری نظر آتی تھی۔"

جب سے عمران کے گھر میں اولاد کی امید پائی جا رہی تھی تو یہ دونوں میاں بیوی بھی وہی ذکر لے بیٹھتے۔

بیوی الی شبع اپنی بہن حنہ کا ذکر کرتیں اور اپنے شوہر حضرت زکریاؑ سے کہتیں "اللہ نے ان کی سن لی' اب دیکھیے ہم پر اس کی نظرِ کرم کب ہوتی ہے؟"

حضرت زکریاؑ کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہوتے تھے' انہیں یقین تھا کہ وہ مستجاب الدعواۃ ہیں اور انہیں اپنی دعاؤں کی قبولیابی پر بھروسا تھا۔ اپنی بیوی سے یہی کہتے رہتے تھے کہ ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' جس اللہ نے عمران اور حنہ کو اپنی رحمت سے نوازا ہے' وہی ہمیں بھی وقت آنے پر نواز دے گا۔

الی شبع نے سرد آہ بھری اور کہا "ہم دونوں جوانی کی حدوں سے گزرتے جا رہے ہیں' بڑھاپا ہمیں اپنی طرف بلا رہا ہے۔ کیا اللہ بڑھاپے میں اولاد دے گا۔"

حضرت زکریاؑ نے بیوی کو تسلی دی اور کہا "بیوی یہ تمہارے منہ سے مایوسی کی بات اچھی نہیں لگتی۔ تم تو اپنی بہن کی طرح نہایت نیک اور اللہ کی شاکر بندی ہو' لوگ سنیں گے کہ الی شبع اپنے رب کا شکوہ کر رہی تھی' تو کیا کہیں گے۔"

الی شبع خاموش ہوگئیں اور اب اپنا زیادہ وقت اپنی بہن حنہ کے پاس گزارتیں۔ آخر وہ دن آگیا کہ عمران اور حنہ کے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس خوشی نے بہت سے گھروں کو خوشی بخش دی۔

باہر کسی کو یہ نہیں معلوم کہ اندر حنہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے یا لڑکی لیکن حنہ کو لڑکی دیکھ کر بڑی مایوسی

ہوئی' وہ رہ رہ کر یہی سوچ رہی تھیں کہ اب وہ اپنی نذر کس طرح پوری کریں گی کیونکہ ہیکل میں لڑکے نذر کیے جاتے تھے جب کہ گھر میں خلافِ امید لڑکی پیدا ہو گئی تھی اور اسے ہیکل کی نذر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نہ تو پہلے کبھی لڑکی ہیکل میں بطور نذر داخل کی گئی تھی اور نہ ہی اب داخل کی جا سکتی تھی۔

باہر جب عمران کو یہ بتایا گیا کہ اندر لڑکی پیدا ہوئی ہے تو انہیں بھی بڑی مایوسی ہوئی اور وہ یہ سوچنے لگے کہ ان کی بیوی نے جو منت مانی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو ہیکل کی نذر کر دیں گی تو اب وہ منت کس طرح پوری ہوگی۔

لڑکی کا نام مریم رکھا گیا اور اللہ کے بھید اللہ ہی جانے' ابھی عمران کو یہ فکر لاحق تھی کہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ گویا ان کی مشکل حل ہو گئی اور وہ ذہنی کشمکش سے نجات پا گئے۔

اب حنہ اور ان کی بیٹی مریم کی کفالت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ خاندان میں دوسرے لوگ بھی تھے جو ان دونوں کی کفالت پر آمادہ تھے مگر حضرت زکریاؑ اور الی شبع کی خواہش تھی کہ حنہ ان کے پاس رہیں تاکہ ان کے گھر میں مریم کے دم قدم سے مسرت و شادمانی ان دونوں کو بھی میسر آ جائے۔

دونوں میاں بیوی آپس میں باتیں کرتے رہتے کہ حنہ کو اپنے گھر میں رکھ لیا جائے تاکہ مریم بھی ان کے گھر میں آ جائے۔ بیوی نے شوہر کو سمجھایا کہ خبردار جب تک خاندان کے دوسرے لوگ اور ہیکل کے جملہ کاہن یہ منظوری نہ دے دیں اس وقت تک ہم حنہ اور بھانجی مریم کو اپنے گھر نہیں لا سکتے۔

حضرت زکریاؑ نے بیوی کو یقین دلایا "بیوی! تم فکر نہ کرو' میں اس مسئلے کو اپنے خاندان والوں اور کاہنوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ اُن سے میں کہوں گا کہ ہماری ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اس لیے ہم ان دونوں کو اپنے ساتھ ...... رکھ لیتے ہیں۔"

الی شبع نے کہا "تم یہ بات کر کے دیکھو۔ مجھے یقین نہیں کہ یہ موذی ہمیں بہن حنہ اور بھانجی مریم کو اپنے گھر میں رکھنے دیں گے۔"

شام کو چراغ جلنے سے پہلے حضرت زکریاؑ نے قبیلے کے سرداروں اور کاہنوں کو ہیکل میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ لوگ ہیکل میں جمع ہونے لگے اور ان میں سے کسی کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ مسئلہ کون سا ہے' جس کے لیے ان سب کو جمع کیا گیا ہے۔

حضرت زکریاؑ نے حاضرین سے کہا "لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ میں لاولد ہوں اور فی الحال اپنے گھر میں اس کا کوئی امکان بھی نہیں پایا جاتا اس لیے اللہ نے ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ حنہ اور مریم کے دم قدم سے اپنی خوشیاں حاصل کریں۔"

یہیں الی شبع اور حنہ بھی موجود تھیں۔

الی شبع نے حاضرین سے کہا "میری بہن حنہ اور مریم میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہیں۔"

ایک کاہن نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا "صاحبان! ہم میں کئی ایسے موجود ہیں جو ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہیں پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان دونوں کو یہ دونوں دے دیے جائیں۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "تب ایسا کرو کہ ان کو اپنی مرضی کے مطابق کسی کے ساتھ جانے کا حق دے دو۔ حضرت زکریاؑ نے یہ تجویز اس لیے پیش کی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ جب بات ان دونوں پر ڈالی جائے گی تو وہ ان سب پر حضرت زکریاؑ اور الی شبع کو ترجیح دیں گی۔

ایک کاہن نے کہا "ہم یہ مسئلہ کسی ایک شخص پر یا تم سب پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ایسے معاملات ہمیشہ فال سے طے کیے جاتے ہیں' ہم سب کل صبح دریائے اردن کے کنارے جائیں گے اور فال ڈال کر دیکھیں گے کہ یہ کس کی تائید میں نکلتی ہے۔"

حاضرین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ کل صبح وہ سب اپنے اپنے قلم لے کر دریائے اردن کے کنارے پہنچ جائیں۔

اس رات سب ہی نے فال نکالنے کی تیاریاں شروع کر دی۔ زرگل یا بید مشک کی شاخیں عام قلم جتنی کاٹ لی گئیں اور ان سے قلم بنائے گئے اور ان قلموں پر فال میں حصے لینے والوں نے اپنے اپنے نام لکھ دیے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت زکریاؑ بھی قلم پر اپنا نام لکھ کر دریا کے کنارے پہنچ گئے' وہاں ایک ہجوم موجود تھا اور اس طرح بہت سے قلم جمع ہو گئے۔

ایک کاہن نے یہ قلم سب سے لے لیے اور کہا "اب میں ان قلموں کو دریا کے دھارے پر ڈالتا ہوں۔ بیشتر قلم دھارے میں بہہ جائیں گے مگر جسے اللہ کی طرف سے کفیل مقرر کیا گیا ہو گا' اس کا قلم مخالف سمت میں چلنا شروع کر دے گا' یہ ایک ایسی تائید ایزدی ہو گی کہ کسی کو نہ تو اس پر اعتراض ہو گا اور نہ شکایت۔"

یہ قلم کاہن نے سب کے ہاتھوں سے لے کر دریا میں پھینک دیے اور کنارے پر بیٹھ کر نظارہ کرنے لگا کہ دیکھیں کس کا قلم مخالف سمت میں بہنا شروع کرتا ہے۔"

حضرت زکریاؑ کو یہ یقین تھا کہ اللہ نے کبھی انہیں مایوس نہیں کیا اور وہ اس وقت بھی مایوس نہیں کرے گا۔

وہ قلم پہلے تو دھارے کی سمت میں بہتے رہے مگر پھر ایک قلم ان سے الگ ہو گیا اور دھارے کی مخالف سمت میں بہنے لگا۔

اس قلم کو دریا سے نکالا گیا کہ دیکھیں کہ یہ کس خوش قسمت کا قلم ہے۔ اس پر حضرت زکریاؑ کا نام درج تھا۔

چنانچہ جب لوگوں نے یہ دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مقدمے کا فیصلہ حضرت زکریاؑ کے حق میں ہوگیا ہے تو لوگوں نے ان کو مبارک باد دی اور کہا "بے شک، آپ دونوں سے زیادہ مستحق ان کی کفالت کے لیے کوئی اور نہیں تھا۔"

الی شبع نے اپنی بہن حنہ اور بھانجی مریم کو ساتھ لیا اور اپنے گھر پہنچیں۔

اس روز یہ گھرانا بستی میں سب سے زیادہ خوش و خرم نظر آرہا تھا۔ حضرت زکریاؑ نے بھی بھانجی کو گود میں اٹھالیا اور دیر تک پیار کرتے رہے جیسے ان کو ان کی بچھڑی ہوئی بیٹی مل گئی ہو۔

اب اس گھر میں حضرت مریمؑ کی شکل میں اگرچہ ایک بچی تو آگئی تھی مگر کچھ ہی عرصے بعد الی شبع کو اپنی اولاد کی کمی شدت سے محسوس ہونے لگی۔ ان کا دکھ حضرت زکریاؑ کا دکھ بن جاتا۔ یہ ہیکل میں جاکے گریہ وزاری کرتے کہ "اے اللہ تو ہمیں اولاد سے کب نوازے گا۔" گھر میں الی شبع اولاد کے لیے مناجاتیں کرتی رہتیں۔

ادھر حضرت مریمؑ بڑی ہو رہی تھیں اور اب یہ مسئلہ زیر غور تھا کہ حنہ نے مریم کی ولادت سے پہلے جو منت مانی تھی "اسے کس طرح پورا کیا جائے۔"

حضرت زکریاؑ کو بھی یہی فکر لاحق تھی کہ اگر منت مانی گئی ہے تو اسے پورا ضرور کیا جائے لیکن یہ بیٹی ہم زلف عمران اور سالی شبع کی تھی اور منت بھی انہی دونوں نے مانی تھی۔ اب عمران تو اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، حنہ موجود تھیں وہی اپنی منت کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتی تھیں۔

حضرت زکریاؑ نے اپنی بیوی الی شبع سے کہا "تم اپنی بہن حنہ سے پوچھو کہ انہوں نے مریم کی ولادت سے پہلے جو منت مانی تھی اس کا بظاہر بیٹے سے تعلق تھا مگر اللہ نے بیٹی دے دی اب وہ یہ بتائیں کہ اپنی منت وہ کس طرح پوری کریں گی؟"

الی شبع نے کہا "میں بہن سے بات تو کرلوں گی مگر لڑکی کو کس طرح ہمیشہ کے لیے ہیکل کے حوالے کیا جاسکتا ہے۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ جس لڑکے کو ہیکل کے حوالے کیا جاتا ہے، وہ پوری زندگی دنیاداری سے دور رہتا ہے وہ شادی بھی نہیں کرسکتا۔ لڑکا اتنی پابندیاں برداشت کرسکتا ہے مگر آج تک ہیکل میں کوئی لڑکی اس طرح نہیں کی گئی کہ وہ زندگی بھر کنواری رہے اور دنیا کو ترک کر دے۔"

اس موقع پر بھی دونوں کو اپنی اولاد کا خیال آیا اور الی شبع نے کہا "نہ جانے اللہ کو کیا منظور ہے کہ وہ تاخیر سے کام لے رہا ہے۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "حالانکہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے دعا مانگی ہو اور قبول نہ کی گئی ہو۔"

الی شبع نے کہا "میں تو اولاد کے لیے مسلسل دعا مانگتی ہوں کہ نہ جانے کب دریائے رحمت جوش میں آجائے اور باب اجابت کھل جائے۔ مجھے تو اس سعد ترین گھڑی کا انتظار ہے۔" اولاد کی خواہش اور تمنا ایسی حلاوت انگیز تھی کہ دونوں اس موضوع پر گھنٹوں باتیں کرتے رہتے۔

اسی دوران میں ایک دن حضرت مریمؑ مویشیوں کو چارہ کھلا کر اندر داخل ہوئیں تو حنہ کی بھرپور نظریں اپنی بیٹی پر پڑیں اور انہیں یاد آیا کہ منت والا مسئلہ ابھی تک التوا میں پڑا ہوا ہے۔ وہ اسی وقت اٹھیں اور اپنی بہن الی شبع کے پاس گئیں اور پوچھا "بھائی زکریا کہاں ہیں؟"

الی شبع نے جواب دیا "وہ دروازے پر باہر مکان کی چوکٹیں تیار کر رہے ہیں۔"

حنہ نے پوچھا "بھائی زکریا اندر کب آئیں گے؟"

الی شبع نے جواب دیا "معلوم نہیں، ویسے جب کام ختم ہو جائے گا وہ اندر آجائیں گے۔"

حنہ نے بے قراری سے کہا "بہن الی شبع! تم مریم کو دیکھ رہی ہو؟"

الی شبع نے جواب دیا "ہاں، دیکھ رہی ہوں، اللہ نظر بد سے بچائے، کیسا قد کاٹھ نکال رہی ہے۔"

حنہ نے کہا "بہن الی شبع! میری تو بھوک پیاس اور راتوں کی نیند اڑ گئی ہے کیونکہ میں نے اس کی ولادت سے پہلے ایک منت مانی تھی جو مستقل التوا میں پڑی ہوئی ہے۔"

باہر حضرت زکریاؑ کا کام خلافِ معمول جلدی ختم ہوگیا۔ وہ اندر داخل ہوئے اور دونوں بہنوں کو مصروفِ گفتگو دیکھا تو پوچھا "کیا کسی خاص موضوع پر بات ہو رہی ہے؟"

الی شبع نے اپنی بہن شبع کی طرف دیکھا اور حنہ نے بولنا شروع کردیا "بھائی زکریا! آپ تو جانتے ہیں کہ میں نے مریم کی ولادت سے پہلی ایک منت مانی تھی جس کے بعد مریم پیدا ہوئی اور اتنی بڑی ہوگئی۔ اب مجھے اس منت کی عدم ادائیگی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے، بتائیں کہ میں کیا کروں؟"

حضرت زکریاؑ نے کہا "حنہ بہن! آپ مریم کی ماں ہیں اور منت بھی آپ ہی نے مانی تھی اس لیے آپ ہی یہ فیصلہ کریں گی کہ کیا کیا جائے۔"

حنہ نے کہا "بے شک فیصلہ تو مجھی کو کرنا چاہئے مگر اللہ نے آپ کو ہم دونوں کا کفیل بنادیا ہے، آپ ہمارے سرپرست ہیں اس لیے یہ فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "اچھا پھر سوچنے دو کیونکہ یہ ہماری آزمائش کی گھڑی ہے اور ہم کوئی الٹا سیدھا فیصلہ کرکے اپنے رب کو ناراض نہیں کرسکتے۔"

اب حضرت زکریاؑ کام سے فارغ ہونے کے بعد جب ہیکل جاتے تو لوگ ان سے پوچھتے "عمران اور ان بیوی نے مریم کی ولادت سے پہلے جو منت مانی تھی اس کا کیا ہوا؟"

حضرت زکریاؑ نے کہا "تم لوگ ہیکل کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہو۔ صدیوں پرانے واقعات

تمہیں اس طرح یاد ہیں کہ جب چاہو کسی کتاب کی طرح فرفر پڑھ کر سنا دو۔ تم لوگ اپنے حافظے پر زور دو اور یاد کر کے بتاؤ کہ ہیکل میں کبھی کسی لڑکی کو نذر کے طور پر داخل کیا گیا تھا۔ مریم تو بیٹی ہے اسے کس طرح ہیکل میں زندگی بھر کے لیے داخل کیا جائے۔"

ہیکل کی اکثریت نے متفقہ طور پر کہا "ہم تو بس یہ جانتے ہیں کہ اللہ عمران کی بیوی اور آپ کا امتحان لے رہا ہے۔ نذر مانی گئی ہے تو اسے پورا بھی ہونا چاہیے۔"

حضرت زکریاؑ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا "میں خود بھی اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا۔ اب ہمیں صرف یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مریم کو اتنے بڑے ہیکل میں مردوں کے ساتھ کس طرح چھوڑا جائے۔"

کاہنوں نے کہا "بے شک ہمیں بھی آپ کی اس سوچ سے کوئی اختلاف نہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے اس سوال کا جواب بھی آپ سے بہتر کوئی اور نہیں دے سکتا۔"

حضرت زکریاؑ نے ان لوگوں سے کچھ وقت لیا مگر اب حضرت زکریاؑ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ مریم کے مسئلے کو التوا میں نہیں ڈالا جائے گا اور اسے ہر حال میں ہیکل کی نذر کر دیا جائے گا۔

حضرت زکریاؑ نے حنہ کو اپنی بیوی الی شبع کی موجودگی میں بتایا "حنہ بہن! مجھ سے کاہن پوچھ رہے تھے کہ تم نے مریم سے متعلق جو منت مانی تھی اس کا کیا ہوا تو میں نے ان سب کو یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ ہیکل کی امانت ہیکل کے حوالے کر دی جائے گی مگر ذرا سی بچ یہ ہے کہ مریم کو ہیکل میں مردوں کے ساتھ کس طرح چھوڑا جائے۔"

حنہ نے کہا "میں بھی یہی سوچتی رہتی ہوں جب کوئی حل نظر نہیں آتا تو سوچنا بند کر دیتی ہوں۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "میں نے اس کا حل تلاش کر لیا ہے۔ میں ہیکل سے ملحق ایک لکڑی کا حجرہ بنا دوں گا۔ مریم کو اسی حجرے میں پہنچا دیا جائے گا اور وہ اس حجرے سے نکل کر ہیکل کی خدمت کر لے گی اور پھر اپنے حجرے میں واپس آجائے گی۔ اس حجرے میں 'میں آتا جاتا رہوں گا۔"

حنہ کو حضرت زکریاؑ کے اس حل سے بڑی خوشی ہوئی اور اسے ایسا لگا جیسے وہ بہت ہلکی ہو گئی ہو۔

حضرت زکریاؑ نے ہیکل سے متصل لکڑی کا حجرہ بنانا شروع کر دیا۔ لوگ یہ منظر دیکھنے کے لیے آتے اور آپ کو داد دیتے کہ یہ کیسا دین دار شخص ہے جو اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔

لکڑی کا حجرہ تیار ہوتا رہا اور حضرت مریم خود کو اس میں رہنے اور مستقل آباد ہونے کے لیے تیار کرتی رہیں۔

جب یہ حجرہ تیار ہو گیا تو حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کو بتایا "بیٹی اب تجھے ہیکل سے متصل حجرے میں رہنا ہے کیونکہ تو ہمارے پاس ہیکل کی امانت ہے۔"

حضرت مریمؑ نے اللہ کی صابر اور شاکر بندی کی طرح کوئی اعتراض نہیں کیا اور کہا "میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں خوش ہوں۔"

حضرت زکریاؑ حنہ اور الی شبع یہ تینوں حضرت مریمؑ کو کاٹھ کے حجرے میں لے گئیں یہاں لکڑی کی کئی چیزیں موجود تھیں' ان کے لیے یہ برتن بھی پہنچا دیے گئے اور معمولی سا بستر بھی رکھ دیا گیا۔

حنہ نے حجرے کا بغور جائزہ لیا جہاں ان کی بیٹی کو زندگی بھر رہنا تھا تو انہیں کچھ عجیب سی پریشانی محسوس ہوئی اور انہوں نے کہا "اے اللہ! میں اپنی مریم کو تیرے سپرد کر رہی ہوں کیونکہ تو ارحم الرحمین اور سمیع و بصیر ہے تو ہی ستار العیوب اور حقیقی حفاظت کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی منت پوری کر دی' اب تو بھی میری مریم کے مرتبے' مقام اور درجے کو آخری حد تک پہنچا دے کہ پھر کوئی لڑکی یہ مقام حاصل نہ کر سکے۔"

حضرت زکریاؑ نے بھی حضرت مریمؑ کے سر پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا اور بھانجی کے حق میں دعا کی اور اسی حجرے میں انہوں نے اپنے لیے بھی دعا مانگی "اے اللہ! اب تو سر کے بال بھی سفید ہو گئے مگر میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں' مجھے زیادہ نہیں تو ایک ہی اولادِ نرینہ عطا فرما دے۔"

یہیں الی شبع نے بھی اس قسم کی دعا مانگی۔ اب ان کا گھر مریم کے یہاں چلے آنے کے بعد سنسان ہو گیا تھا۔ گو کہ حضرت مریمؑ اپنے حجرے میں منتقل ہو گئی تھیں مگر حضرت زکریاؑ نے ان کی دیکھ بھال جاری رکھی۔

اب یہ عجیب کرشمہ ظہور میں آیا کہ وہ جب بھی حضرت مریمؑ کے پاس حجرے میں پہنچتے تو انہیں وہاں رکھا ہوا کھانا بھی ملتا اور پھل اور میوے وغیرہ بھی۔ یہ پھل موسمی بھی ہوتے اور غیر موسمی بھی۔ یہ چیزیں ایسی نہیں تھیں کہ حضرت زکریاؑ انہیں نظر انداز کر دیتے۔ انہوں نے مریم سے شروع شروع میں تو کچھ نہیں پوچھا لیکن جب کئی بار اسی چیز کا مشاہدہ کیا تو آپ نے ازراہِ تعجب حضرت مریمؑ سے پوچھا "بیٹی مریم! میں یہ مسلسل دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے حجرے میں کھانا تو ہوتا ہی ہے لیکن موسمی اور غیر موسمی پھل اور میوے بھی موجود ہوتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آتی ہیں؟"

حضرت مریمؑ نے فرمایا "یہ چیزیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عطا فرماتا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

اس واقعے کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"زکریا جب کبھی حجرے میں آس پاس جاتے تو وہاں کھانا پاتے۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ ایک دن بولے کہ اے مریم! یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ وہ بولیں کہ خدا کے یہاں سے' بے شک خدا

جس کو چاہتا ہے' بے حساب رزق دیتا ہے۔" (سورہ آل عمران ۳۸)

مفسرین نے رزق سے مراد علمی صحیفے لیے ہیں جو ظاہری نہیں بلکہ روحانی غذا ہیں۔ حضرت زکریاؑ نے جو مشاہدات بار بار کیے تو انہیں مسلسل حیرت ہوتی رہی کہ موسمی پھل تو خیر کوئی بات نہیں مگر یہ جو غیر موسمی پھل مریم کے حجرے ملتے ہیں تو یقیناً یہ غیر معمولی واقعہ ہے اور اس کے پیچھے اللہ کی قدرت کاملہ کار فرما ہے' جو ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔

حضرت زکریاؑ نے اپنی بیوی الی شبع کو بتایا "بیوی! میں مریم کے حجرے میں جب بھی جاتا ہوں تو وہاں مجھے موسمی اور غیر موسمی پھل موجود ملتے ہیں' میں حیران ہوں کہ مریم پہ خدا کی کیسی نوازشیں ہیں۔"

بیوی نے اپنے شوہر اور اپنے بڑھاپے پر غور کیا تو بڑے کرب سے کہا "اب ہم دونوں بڑھاپے کی حد میں داخل ہو چکے ہیں اور دونوں نے ایک بیٹے کے لیے اپنے رب سے کتنی دعائیں مانگی مگر ابھی تک اس سے محروم رہے۔ جب جوانی تھی تو اولاد کی امیدیں تھیں' اب بڑھاپے میں ہم کیا اولاد کی امید کریں۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "تم اپنے رب کی طرف سے مایوس نہ ہو' ہم اب بھی اولاد کی امید کر سکتے ہیں۔"

الی شبع نے کہا "کس طرح؟ لوگ تو مجھے بانجھ کہتے ہیں' شاید اسی لیے میں اولاد سے محروم ہوں۔ جس جوان بانجھ عورت سے جوانی میں کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی تو اس سے بڑھاپے میں کیا امید کی جائے گی۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "بیوی! تم میری باتیں ذرا غور سے سنو' میں نے مریم کے حجرے میں غیر موسمی پھل دیکھے تو مجھے اچانک خیال آیا کہ اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اگر وہ مریم کو غیر موسمی پھل دے سکتا ہے تو ہم دونوں کو وہ غیر موسمی اولاد بھی دے سکتا ہے۔ آؤ ہم دونوں چپکے چپکے اللہ سے اولاد کے لیے دعا کریں' وہ ہر شے پر قادر ہے۔"

دونوں میاں بیوی خشوع و خضوع سے ایک اولاد کے لیے چپکے چپکے دعا مانگتے رہے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اللہ اب بھی انہیں اولاد دے سکتا ہے۔

دونوں اپنے رب سے کہہ رہے تھے "اے ہمارے پروردگار! ہماری ہڈیاں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہیں اور سر کے بال بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو چکے ہیں لیکن اے ہمارے پروردگار! ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تجھ سے مانگ کر ہم کبھی محروم نہیں رہے۔ مجھے تو اپنے بھائی بندوں سے ڈر لگتا ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ میری بیوی بانجھ ہے' وہ مجھے اس طرح تجھ سے اولاد مانگتے دیکھیں گے تو ہم پر ہنسیں گے اسی لیے ہم تجھ سے چپکے چپکے اولاد کی دعا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث

عطا فرما جو میری اور یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور اے پروردگار اسی اولاد کو خوش اطوار بنائیو۔"

دونوں دعا مانگ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ انہیں دل پر بوجھ نہیں محسوس ہوا۔ دونوں خود کو ہلکا محسوس کر رہے تھے اور دل دماغ بشاش اور خوش تھے۔ انہیں اچانک طمانیت قلب حاصل ہو گئی تھی۔

وہ حجرے سے دعا مانگ کر نکلے بھی نہیں تھے کہ انہیں کسی کی آواز سنائی دی "اے زکریا! اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔" حضرت زکریاؑ نے ادھر ادھر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی اور کسی نے نہ صرف اولاد کی بشارت دی بلکہ بیٹے کا نام بھی بتا دیا۔

جب کوئی نظر نہ آیا اور اپنے اور اپنی بیوی کے بڑھاپے کا خیال آیا اور یہ بھی کہ بیوی بانجھ ہے تو انہوں نے براہِ راست اللہ کو مخاطب کیا "اے میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہو گا کیونکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "اے زکریا! خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ہم نے تم کو ایک لڑکے کی بشارت دی' جس کا نام یحییٰ ہے اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔"

حضرت زکریاؑ نے دوبارہ عرض کیا "اے میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کس طرح پیدا ہو گا میرے بیوی تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "اسی طرح ہو گا' تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ آسان ہے اور میں پہلے تم کو بھی پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔"

اسی واقعے کو تحریف شدہ انجیل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"جب وہ خدا کے حضور اپنے فریق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو ایسا ہوا کہ کہانت کے دستور کے مطابق اسی کے نام کا قرعہ نکلا کہ خداوند کے مقدس میں جا کر خوشبو لگائے اور لوگوں کی ساری جماعت خوشبو جلاتے وقت باہر دعا کر رہی تھی کہ خداوند کا فرشتہ خوشبو کی مذبح کے داہنی طرف کھڑا ہوا اس کو دکھائی دیا اور زکریا دیکھ کر گھبرایا اور اس پر دہشت چھا گئی مگر فرشتے نے اس سے کہا کہ اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لیے تیری بیوی الی شبع کے بطن سے بیٹا پیدا ہو گا تو اس کا نام یوحنا رکھنا۔ زکریا نے فرشتے سے کہا میں اس بات کو کس طرح جانوں کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بھی عمر رسیدہ ہے۔ فرشتے نے جواب میں کہا کہ اے زکریا میں جبرائیل ہوں اور میں خدا کے حضور کھڑا رہتا ہوں یہاں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھ سے کلام کروں اور تجھے ان باتوں کی خوش خبری دوں۔" (انجیل الوقا باب ۸ تا ۱۱-۱۸ تا ۱۹) حضرت زکریاؑ کو اس بشارت پر خوشی ہو رہی تھی مگر حیرت اور استعجاب نے ان کا دامن پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی "اے اللہ! اس بشارت پر یقین ہے مگر چاہتا ہوں کہ اس عجیب غریب اور عظیم الشان واقعہ کی کوئی نشانی مقرر فرما دی

جائے۔"

انہیں دوسری طرف سے جواب ملا "اے زکریا! جب تم تین دن رات، بجز اشارے کے لوگوں سے کوئی کلام نہ کرسکو اور تمہاری زبان خالص ذکرِ الٰہی کے لیے واقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ استقرار حمل ہو گیا۔"

اس واقعے کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"عرض کیا پروردگار میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کرسکو گے تو ان دنوں میں تم اپنے پروردگار کو کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنا۔" (آل عمران ۴۱)

چنانچہ وہ وقت آگیا اور حضرت زکریاؑ سے لوگوں سے بات کرنے کی صلاحیت لے لی گئی۔ اب وہ کسی سے بات نہیں کرسکتے تھے لیکن جب وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے تو ان کی قوتِ گویائی بحال رہتی۔

اس واقعے کو محرف انجیل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"فرشتے نے کہا اور دیکھو جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں تو چپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا اس لیے کہ تو نے میری باتوں کو جب اپنے وقت پر پوری ہوں گی، یقین نہ کیا اور لوگ زکریا کی راہ دیکھتے اور تعجب کرتے تھے کہ اسے مقدس میں کیوں دیر لگی جب وہ باہر آیا تو ان سے بول نہ سکا۔ پس اس نے معلوم کیا کہ اس نے مقدس میں رویا دیکھی ہے اور وہاں سے اشارے کرتا تھا اور گونگا ہی رہا۔" (باانجیل لوقا باب۱، ۲۰ تا ۲۲)

اس واقعے کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ رائے دی ہے کہ بنی اسرائیل میں جب روزہ رکھا جاتا تو یہاں روزے کے اعمال میں خاموشی بھی ایک عمل تھی یعنی حضرت زکریاؑ نے اللہ کی ہدایات پر جب عبادت شروع کی تو انہوں نے روزہ رکھ لیا اور اس طرح وہ تین دن خاموش رہے اور اسی کو بات نہ کرسکنے کی علامت قرار دیا گیا۔

حضرت زکریاؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کے گھر میں ولادت ہونے والی ہے تو وہ بے حد خوش ہوئے کیونکہ یہ ایک نادر واقعہ تھا جس کی انہیں پہلے سے بشارت دے دی گئی تھی۔

الی شبع بھی اللہ کی اس مہربانی اور نوازش سے بے حد خوش تھیں اور وہ اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول تھیں۔

بنی اسرائیلی بھی حیران تھے کہ ناممکن شے ممکن ہوگئی تھی۔ انہوں نے حضرت مریمؑ کے حجرے میں جو موسمی اور غیر موسمی پھل اور میوے دیکھے تھے، وہی انہیں حیران کر رہے تھے تاکہ حضرت زکریاؑ اور الی

شبع کے بڑھاپے میں اولاد کی ولادت۔

الی شبع کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور حضرت زکریاؑ نے اپنے اس بیٹے کا نام یحییٰ رکھ دیا کیونکہ یہ نام اللہ کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا۔

بیٹے کی ولادت پر خوشی سے حضرت زکریاؑ نے بارگاہِ الٰہی میں حمد و ثنا کا جو نذرانہ پیش کیا، اسے انجیل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"اور اس کا باپ زکریا روح القدس سے بھر گیا اور نبوت کی راہ سے کہنے لگا۔
خداوند اسرائیل کے خدا کی حمد ہو۔
کیونکہ اس نے اپنی امت پر توجہ کر کے اسے چھٹکارا دیا۔
اور اپنے خادم داؤد کے گھرانے میں۔
ہمارے لیے نجات کا سینگ نکالا۔
(جیسا اس نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کہا تھا
جو کہ دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں)
یعنی ہم کو ہمارے دشمنوں سے۔
اور سب کینہ رکھنے والوں کے ہاتھ سے نجات بخش
تاکہ ہمارے باپ دادا پر رحم کرے
اور اپنے پاک عہد کو یاد فرمائے
یعنی اس قسم کو جو اس نے ہمارے باپ دادا ابراہیم سے کھائی تھی۔
کہ وہ ہمیں یہ عنایت کرے گا کہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر
اس کے حضور پاکیزگی اور راست بازی سے عمر بھر بے خوف اس کی عبادت کریں
اور اے لڑکے تو خدا تعالیٰ کا نبی کہلائے گا۔
کیونکہ تو خدا کی راہیں تیار کرنے کو اس کے آگے چلے گا۔
جو ان کو گناہوں کی معافی سے حاصل ہو۔
یہ ہمارے خدا کی عین رحمت سے ہوگا۔ جس کے سبب سے عالم بالا کا آفتاب ہم پر طلوع کرے گا۔
تاکہ ان کو جو اندھیرے اور موت کے سائے میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے اور ہمارے قدموں کو سلامتی کی راہ پر ڈالے۔" (انجیل لوقا باب۱، ۶۷ تا ۷۹)

اس حمد و شکر کے آخری حصے میں حضرت مسیحؑ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے جن کے مناد حضرت یحییٰ تھے۔ اس میں حضرت مسیحؑ کے لیے خداوند کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو یقیناً بعد کی نصرانی تحریف ہے

کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک برگزیدہ نبی کی زبان سے ایک اور نبی کے لیے جو اسی طرح اللہ کا بندہ اور انسان ہے اس قسم کا لفظ ادا ہو سکے۔

اب حضرت زکریاؑ نے بیٹے کے بعد کارِ نبوت انجام دینا شروع کیے وہ گمراہ بنی اسرائیلیوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے مگر ان کی قوم انہیں جھٹلاتی رہی۔ انہیں اس بات پر حیرت تھی کی جب تک حضرت زکریاؑ اولاد سے محروم تھے تو اپنی قوم کی طرف اس طرح متوجہ نہیں تھے' وہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت زکریاؑ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اس لیے انہیں اپنے ذاتی کاموں میں مشغول رہنا چاہیے مگر حضرت زکریاؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو برملا برائیوں سے روکنے لگے تھے' ان کی مخالف سب ہی لوگ تھے وہ تاجروں اور دکان داروں کو غلط سودا بیچنے' زیادہ نفع کمانے' غلط چیز دے کر اس کی قیمت وصول کرنے سے روک رہے تھے تو دوسری طرف وہ یہودی عالموں کو منع کر رہے تھے کہ دین میں تحریف نہ کریں اور کسی مسئلے کی تشریح میں اپنی طرف سے ردوبدل نہ کریں۔

ان کی یہ باتیں اب کسی کو بھی پسند نہیں آ رہی تھیں اسی لیے احبار دین یہود اور تاجر مل جل کر حضرت زکریاؑ کی مخالفت کرنے لگے۔ یہ سب حضرت زکریاؑ کو بالواسطہ دھمکیاں دینے لگے۔

حضرت زکریاؑ کے مزاج میں نبوت کی استقامت تھی اس لیے انہیں کسی کا ڈر نہ تھا۔ وہ کسی سے بھی خوف زدہ نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے تاجروں سے کہا "تمہارے دلوں سے ایمان نکل گیا ہے اس کی جگہ بے ایمانی نے لے لی۔ تمہارے دلوں سے اللہ کا خوف نکل گیا اس کی جگہ شیطان کے مکر اور ریا نے لے لی' میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اپنی اصلاح کر لو ورنہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو گا۔"

آپ عالموں سے کہتے "تم لوگ دینی مسائل کی غلط ترجمانی کرتے ہو۔ ایسا مت کرو ورنہ اللہ تمہیں بھی ذلیل و خوار کرے گا۔"

علمائے یہود نے حضرت زکریاؑ کی مخالفت شروع کر دی اور وہ ان سے پوچھتے تھے کہ تم تو ہم میں سے نہیں ہو۔ یعنی ہم اپنے دین کے عالم ہیں۔ سند دیتے ہیں' دینی معاملات کی تشریح ہم کرتے ہیں' اسے مستند سمجھا جاتا ہے۔ تم کس حیثیت سے بات کرتے ہو۔

حضرت زکریاؑ کہتے "میں اللہ کا نبی ہوں اور مجھے اسی لیے تم میں بھیجا گیا ہے کہ تم دینی مسائل کی غلط تشریح کرتے ہو۔ تم قوم کو صحیح راہ نہیں دکھاتے' اسے گمراہ کرتے ہو۔"

تاجروں نے علما سے اتحاد کر لیا تھا۔ انہیں کاروباری معاملات میں حضرت زکریاؑ کی مداخلت بہت بری لگتی تھی۔ وہ ان سے وہی پرانی باتیں کہتے تھے جو حضرت صالحؑ کی قوم ثمود ان سے کہا کرتی تھی۔ حضرت شعیبؑ کی قوم مدین میں بھی یہی کچھ کہتی رہی تھی۔ ان تاجروں نے حضرت زکریاؑ سے کہا "جب ہم اپنی چیزوں کے مالک ہیں اور ہمیں ان پر اچھا برا اختیار حاصل ہے تو ہم اسے مفت میں دے دیں یا

قیمتاً فروخت کریں کسی اور کو اس میں دخل نہیں دینا چاہیے پھر تم کیوں دخل دیتے ہو؟"

حضرت زکریاؑ نے کہا "لوگو! میں کب کہتا ہوں کہ تم اپنی چیزوں کے مالک اور مختار نہیں ہو۔ ہمیں اس پر بھی اعتراض نہیں کہ تم اپنی کوئی چیز کسی کو مفت کیوں دیتے ہو یا اس کی قیمت کیوں وصول کرتے ہو۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی عیب دار چیز پوری قیمت پر فروخت نہ کرو' میں یہ کہتا ہوں کہ تم بہت زیادہ منافع نہ لو اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم کسی کی احتیاج اور ضرورت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔"

تاجروں نے کہا "اب تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو اور شاید تم سے اپنی نجاری کا کام بھی صحیح طور پر نہیں ہوتا شاید اسی لیے تمہارے پاس باتیں کرنے کا بہت وقت ہے۔ اپنے اس فضول اور فالتو وقت کو اپنے بیٹے یحییٰ کی پرورش میں صرف کرو تو بہتر ہے۔"

ان تاجروں نے حضرت زکریاؑ کی شکایت اپنے علما سے کی اور کہا "آپ لوگ زکریا کو اپنے طور پر منع کریں کہ وہ ہمارے معاملات میں دخل دینے سے باز رہیں ورنہ ہم ان سے بہت بری طرح پیش آئیں گے۔"

علمائے یہود نے حضرت زکریاؑ کو سمجھایا "بزرگوار! ہم پہلے بھی آپ کو سمجھا چکے ہیں کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کریں۔ آپ نجار ہیں اور لکڑی سے چیزیں بناتے رہتے ہیں۔ سچ بتائیں کہ کسی تاجر یا عالم نے کبھی آپ کے کاموں میں دخل دیا کہ آپ دروازے کتنے میں بناتے ہیں یا چوکھٹ کتنے میں تیار کرتے ہیں پھر آپ تاجروں کے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہیں اس طرح تو آپ سب کو اپنا دشمن بنا لیں گے۔"

حضرت زکریاؑ نے عالموں کی عقل پر افسوس کیا "لوگو! تم کیسی عامیانہ بات کرتے ہو۔ میں نے اب تک کسی سے محنت کا زیادہ معاوضہ نہیں لیا اور اگر زیادہ معاوضہ لیتا تو میں ظالم کہلاتا اور تم لوگ میری بات ہرگز نہ سنتے لیکن میں جنہیں برائیوں سے روک رہا ہوں' وہ اس کے مستحق ہیں اور میں فریضۂ نبوت انجام دینے کا پابند ہوں۔"

عالموں نے کہا "زکریا تم نہیں جانتے کہ اگر قوم متحد ہو گئی اور انہوں نے تمہارے خلاف متحد کارروائیاں شروع کر دیں تو تم ضعیف اور کمزور شخص ہو ان کا مقابلہ کس طرح کرو گے؟"

حضرت زکریاؑ نے کہا "تم بھی کیسے سادہ دل اور نادان لوگ ہو تم بار بار میرے بڑھاپے کا ذکر کر کے مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو جب کہ میں تم سے بار بار یہ کہتا ہوں کہ میں نبی ہوں اور میں اپنے اللہ پر بھروسا کرتا ہوں۔ مجھے وہیں سے یہ قوت ملی ہے کہ مجھے نہ تاجروں سے ڈر لگتا ہے اور نہ تم عالموں سے اور نہ ہی تم دونوں کے اتحاد سے۔"

علما نے مایوسی سے کہا "ٹھیک ہے جناب' آپ ہماری بات نہیں مانیں گے تو مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ ہم تو آپ کے مہربان دوست' ہم وطن' ہم مذہب اور ہمدرد لوگ ہیں۔ ہمیں آپ کی ضعیفی کا احساس ہے اگر آپ پر کوئی ظلم کرے گا تو ہمیں افسوس ہو گا۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "تم ہم پر افسوس نہ کرو اور نہ ہمدردی رکھو۔ تم دینی مسائل کی صحیح تشریح کرتے رہو کیونکہ تمہاری گمراہی قوم کو گمراہ کردے گی اور تمہارے گناہ میں قوم کے دوسرے گناہ گاروں کے مقابلے میں زیادہ اضافہ ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ یوم الحساب میں تمہیں شرمندگی اٹھانی پڑے اور تم عذاب جھیلو۔"

علما نے کہا "ہم تو تمہاری بھلائی اسی دنیا میں چاہتے ہیں اور تم ہمیں آخرت کے عذاب سے ڈرا رہے ہو۔ اس آخرت کے عذاب سے جسے کسی نے نہیں دیکھا اور کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے یومُ الحساب دیکھا ہے۔ اب ہم دونوں کی راہیں الگ الگ ہو گئی ہیں۔ تم اپنا کام کرتے رہو' ہم اپنا کام کرتے رہیں گے مگر تم ایک نکتہ ضرور ذہن نشین کرلو کہ اس ماحول اور معاشرے میں تم تنہا ہو' اکیلے ہو' ایک چند سالہ بچہ تم سے اتفاق کر سکتا تھا مگر تمہاری طرح وہ بھی کمزور ہے اور تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ تمہارے مقابلے میں ہم سب ہیں' پوری قوم ہے' آخر تم کس کس سے لڑو گے' کس طرح لڑو گے اور کب تک لڑو گے۔"

حضرت زکریاؑ دیکھ رہے تھے کہ ان ظالموں کے دل پتھر کے ہیں یا ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ ان کے دماغ صحیح بات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انہیں اپنا فائدہ تو نظر آتا ہے مگر دوسرے کے نقصان پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔

آپ کی بیوی الی شبع آپ کو بہت پریشان دیکھ رہی تھیں' انہیں اپنے شوہر سے ہمدردی تھی' محبت تھی مگر انہیں ان کے کام سے روک نہیں سکتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ حضرت زکریاؑ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ کی طرف سے سونپی گئی نبوت کی ذمے داری ہے۔

حضرت زکریاؑ نے بیوی کو بتایا "ظالموں نے ایکا کرلیا ہے۔ تاجر اور عالم متحد ہو گئے ہیں' کاش ان کا یہ اتحاد نیکی کے لیے ہوتا مگر وہ سب برائیوں میں متحد الخیل ہیں' ان پر میری کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ بتاؤ میں کیا کروں۔"

بیوی نے سمجھایا "آپ کو جو کچھ کرنا ہے' کرتے رہیے نتیجے کو اللہ پر چھوڑ دیجیے۔"

حضرت زکریاؑ نے کہا "میں ان سے فرداً فرداً بات کرتا ہوں تو وہ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں اور میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ بتاؤ میں انہیں کس طرح سمجھاؤں اور انہیں کس طرح راہِ راست پر لاؤں۔"

بیوی نے کہا "آپ ہیکل کے سامنے کھڑے ہو جایا کریں وہاں لوگ اکٹھا ہوتے ہیں' آپ ان سب

کو مخاطب کیا کریں' اگر آپ کی باتوں کا چند افراد پر بھی اثر ہو جائے تو یہ آپ کی بہت بڑی کامیابی ہو گی اور وہ چند افراد دوسروں کو سدھارنے کی کوشش کریں گے اور آپ کے معاون مددگار بن جائیں گے اس لیے آپ مایوس نہ ہوں اور کارِ نبوت انجام دیتے رہیں۔"

حضرت زکریاؑ نے اب یہی طریقہ اختیار کیا کہ جہاں لوگوں کا ہجوم ہوتا وہیں وعظ شروع کر دیتے لیکن یہ کوشش بھی کارگر نہ ہوئی۔

ان کی سب سے زیادہ مخالفت تاجر کرتے تھے اور تاجروں کی حمایت میں علما آگے آجاتے تھے ان علما کو تاجروں کی طرف سے فائدے حاصل ہوتے رہتے تھے۔

رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت زکریاؑ نے وہاں بولنا شروع کر دیا جہاں برائیاں ہو رہی تھیں۔ یعنی وہ تاجروں اور گاہکوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ اگر تاجروں کی کسی چیز کا نقص ان کے علم میں آجاتا تو وہ اس نقص کو گاہک پر ظاہر کر دیتے اور سودا بگڑ جاتا۔

ایسے موقوں پر تاجروں کو بڑی تکلیف پہنچتی اور وہ مشتعل ہو کر کہتے "زکریا باز آجاؤ ورنہ ہم تمہارے ساتھ وہ سلوک کریں گے کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

حضرت زکریاؑ نے جواب دیا "تمہاری پہنچائی ہوئی تکلیف آخرت کے دردناک عذاب سے زیادہ نہیں ہو سکتی اس لیے میں اپنا کام جاری رکھوں گا اور دعا کروں گا کہ اللہ تمہیں صحیح راہ دکھائے اور اس پر چلائے۔"

ان تاجروں نے عالموں سے مدد کی درخواست کی اور کہا "یہ بوڑھا تو ہمیں کاروبار بھی نہیں کرنے دیتا' ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور ہمارے گاہکوں کو ورغلاتا ہے اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔"

عالموں کو حیرت تھی کہ ان شاطر اور چالاک لوگوں کا ایک بوڑھے پر بس نہیں چلتا۔

ایک عالم نے کہا "جب تم لوگ ہم سے مدد مانگتے ہو تو ہمیں بڑی حیرت ہوتی ہے کیونکہ تم دنیا بھر کے لوگوں کو قابو میں کر لیتے ہو مگر ایک بوڑھے آدمی پر قابو نہیں پاتے۔"

تاجروں نے کہا "جناب بات صرف اتنی ہی ہے کہ ہم بوڑھے کو وہ اذیت نہیں دینا چاہتے جس کا وہ اپنے برے کاموں کی وجہ سے مستحق ہے ورنہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

ایک عالم نے حضرت زکریاؑ کا مذاق اڑایا "وہ تو کہتا ہے کہ اس کے پاس روح القدس آتے ہیں اور اس میں سما جاتے ہیں اور وہ جو بات بھی کرتا ہے' من جانب اللہ ہوتی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اسے دنیا کی کوئی طاقت اس کے کام سے نہیں روک سکتی۔"

ایک انتہائی شریر تاجر نے کہا "اس کے لیے اکیلا میں کافی ہوں۔ تم لوگ مجھے اجازت دے دو۔ میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔"

ایک عالم نے کہا "تو ہمیں بہت زیادہ بھولا انسان لگتا ہے۔ میں سچ بتاتا ہوں کہ بظاہر تو یہ شخص بہت معصوم اور تنہا ہے اور غریب غربا اس کے ہم خیال ہونے کے باوجود اس کا ساتھ کیوں نہیں دیتے کہ وہ تم سے ڈرتے ہیں ورنہ یہ یقین رکھو کہ تم جب بھی زکریا کو کوئی سزا دو گے یا اسے تکلیف پہنچاؤ گے تو یہ غریب اس کا ساتھ ضرور دیں گے اور میں تم دونوں کے اس تصادم سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ کوشش کرو کہ یہ معاملہ باتوں سے سلجھ جائے۔"

تاجر نے عالم کو طعنہ دیا "تم خیالی لوگ ہو جو کچھ کتابوں میں پڑھتے ہو' اسی سے کم حد تک عملی میدان میں رہتے ہو مگر ہم پڑھتے کچھ نہیں مگر ہر وقت عملی میدان میں رہتے ہیں۔"

یہ تاجر' عالموں کو حضرت زکریاؑ کے خلاف اکساتے رہتے تھے اور چونکہ تاجروں کا مفاد عالموں کو راضی رکھنے سے تعلق رکھتا تھا اور عالموں کا مفاد تاجروں سے وابستہ تھا اس لیے دونوں ایک دوسرے کے ہم خیال رہتے تھے۔ جب صبح شام حضرت زکریاؑ کے وعظوں کا سلسلہ جاری رہا اور معاشرہ کے دونوں اہم طبقوں نے یہ محسوس کیا کہ حضرت زکریاؑ عام لوگوں کو عالموں کے ریا اور تاجروں کی کھوٹ سے آگاہ کریں گے اور یہ روش کسی بڑے انقلاب کا سبب بن جائے گی تو دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیا جائے لیکن یہ کام وہ اتفاقِ رائے سے کرنا چاہتے تھے۔

ان کے منصوبے کی خبر حضرت زکریاؑ کو بھی ہو گئی اور جنہیں حضرت زکریاؑ سے محبت تھی مگر کمزور تھے اور وہ مصلحتاً ان دونوں طبقوں کی مخالفت مول نہیں لے سکتے تھے انہوں نے حضرت زکریاؑ کو آگاہ کر دیا کہ آپ اپنے گھر میں نہ رہیں کیونکہ کچھ لوگ آپ کی جان کے پیاسے ہیں۔ کسی وقت بھی گھر میں گھس کر قتل کر دیں گے۔

حضرت زکریاؑ کا پیشہ نجاری تھا اس لیے انہیں جنگل میں پناہ لینے کی سوجھی لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ مخالف انہیں جنگل میں ڈھونڈ نکالیں گے تو اس جنگل میں بھی کوئی ایسی خفیہ جگہ ہونی چاہیے جہاں وہ تلاش کے باوجود نہ پا سکیں۔

حضرت زکریاؑ کو یاد آیا کہ جب وہ درختوں سے لکڑیاں کاٹ کر حاصل کرتے تھے تو ان میں ایک ایسا تناور درخت بھی تھا جو بیچ سے دیکھنے میں قد آور تنا رکھتا تھا مگر اوپر چڑھ کر دیکھا جاتا تو اس میں ایک کشادہ اور گہرا خلا تھا اگر کوئی شخص اس تنے میں اتر جاتا تو اسے کبھی بھی لوگ نہ پکڑ پاتے۔

حضرت زکریاؑ نے اس تنے میں رہنے کے لیے جگہ بنائی تاکہ اندر داخل ہونے اور نکلنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

حضرت زکریاؑ کچھ دن تو جنگل میں پناہ لیتے رہے اس کے بعد آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کام سے فارغ ہونے کے بعد گھر تو جاتے مگر وہاں سے نکل کر چپ چاپ تنے میں روپوش ہو جاتے۔

ان کی قوم کے لوگوں نے ان کے مکان کا گھیرا کیا تاکہ حضرت زکریاؑ کو گھر سے نکال کر قتل کر دیں مگر حضرت زکریاؑ گھر میں نہیں ملے۔

انہوں نے بیوی ایلی شبع سے پوچھا "آج کل زکریا کیا گھر پر نہیں رہتے۔"

ایلی شبع نے جواب دیا "وہ گھر پر بھی نہیں رہتے اور گھر کے باہر بھی ان کا کوئی ٹھکانا نہیں۔"

گھیراؤ کرنے والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ زکریا کو گھر پر نہ مارا جائے کیونکہ یہاں ان کے حامی بھی مقابلے پر آ سکتے ہیں اس لیے ان کا دوسرا ٹھکانا معلوم کیا جائے۔

حضرت زکریاؑ کے مخالفین نے اپنا ایک آدمی حضرت زکریاؑ کے تعاقب میں لگا دیا اور کہا "ان کا ٹھکانا دیکھ لو تاکہ ہم وہاں پہنچ کر خاموشی سے زکریا کا کام تمام کر دیں۔"

اس آدمی نے نہایت خاموشی سے حضرت زکریاؑ کا پیچھا کیا اور جنگل میں اس تنے تک پہنچ گیا جہاں حضرت زکریاؑ پناہ لیے ہوئے تھے۔

اس نے حضرت زکریاؑ کو ایک درخت کی آڑ میں جاتے دیکھا اور پھر حضرت زکریاؑ غائب ہو گئے۔ وہ دیر تک جنگل میں مارا مارا پھرتا رہا اور جب کہیں حضرت زکریاؑ نہ ملے تو اس نے آبادی میں آ کے یہ روداد سنا دی اور کہا "جناب وہ تو مجھے جادوگر لگتے ہیں کہ درخت کی آڑ میں گئے اور غائب ہو گئے۔"

یہودیوں کو اس شخص کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ درخت کی آڑ میں جا کے غائب ہو جانا بڑی عجیب بات تھی گویا زکریا کو جادو آتا تھا کہ جادو کے زور سے غائب ہو جاتے تھے۔

یہ چکر کچھ دنوں یونہی چلتا رہا حضرت زکریاؑ اب بھی وعظ و تلقین کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور لوگوں کے ہجوم میں انہیں قتل کر دینا ممکن نہیں تھا۔

آخر ان کی قوم کے شری اور مجرمانہ دماغ رکھنے والوں نے فیصلہ کیا کہ زکریا کا پیچھا کر کے ان کا ٹھکانا دیکھ لیا جائے۔ یہ چند سرکش اور فسادی صبح سے شام تک ان کے ساتھ لگے رہے۔

حضرت زکریاؑ گھر آ گئے تو یہ باہر چھپ کر ان کے نکلنے کے منتظر رہے یہاں تک کہ وہ جیسے ہی باہر نکلے' یہ دور سے ان کے پیچھے ہو لیے۔ چلتے چلتے جنگل آ گیا اور حضرت زکریاؑ اس جنگل میں کہیں غائب ہو گئے۔ اب ان کی نہایت شدومد سے تلاش شروع ہو گئی۔

ان سب کا بھی یہی کہنا تھا کہ انہوں نے حضرت زکریاؑ کو ایک درخت کے پیچھے جاتے دیکھا اور پھر انہیں زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آخر یہ مسئلہ دوسرے دن پر چھوڑ دیا گیا اور کہا "دوستو! اس بڑے تناور درخت کو یاد رکھو کل جب ہم زکریا کا پیچھا کریں گے تو اس درخت پر خصوصی توجہ رکھیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ زکریا یہاں سے کس طرح غائب ہو جاتے ہیں۔"

چنانچہ ایک بار پھر حضرت زکریاؑ کو لاعلم رکھ کر ان کا پیچھا کیا گیا۔ انہیں کئی بار یہ احساس ہوا کہ

جیسے کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے اور پیچھا کرنے والا کوئی ایک شخص نہیں کئی ہیں۔

وہ اس بار چھپتے چھپاتے بچتے بچاتے اس درخت تک پہنچ گئے اور تنے سے کہا "اے میری پناہ گاہ کھوکھلے تنے! میں تجھ میں پناہ مانگتا ہوں' میرے پیچھے لوگ لگے ہوئے ہیں تو مجھے چھپا لے تاکہ یہ لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں۔"

وہ ایک بار پھر تنے میں غائب ہو گئے اور لوگ انہیں دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

اب ان سب کو حیرت تھی کہ حضرت زکریاؑ آخر کہاں چلے جاتے ہیں۔

ان کی جستجو کے دوران میں ایک شخص پر ان کی نظر پڑ گئی' یہ شخص بس تنے کو گھورے جا رہا تھا۔

لوگوں نے پوچھا "تم اس تنے پر کیا دیکھ رہے ہو۔"

اس نے جواب دیا "جناب میں نے زکریا کو روپوش ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے؟"

کچھ لوگوں نے بے قراری سے پوچھا "ہمیں بھی ان کا راستہ بتاؤ تاکہ ہم بھی انہیں دیکھیں اور سزا دیں۔"

اس شخص نے کہا "اگر میں ان کا پتا بتا دوں تو تم زکریا کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

یہودیوں نے جواب دیا "ہم انہیں ہلاک کر دیں گے کیونکہ اس شخص نے ہم سب کو بے حد پریشان کر رکھا ہے۔"

چند یہودیوں کو اس اجنبی شخص پر حیرت تھی کہ یہ کون ہے جو اپنی بستی کا نہیں معلوم ہوتا مگر اسے زکریا کے مقابلے میں ان سے ہمدردی ہے۔

ایک یہودی نے پوچھا "تم کون ہو اور تمہیں زکریا کے بجائے ہم سے ہمدردی کیوں ہے؟"

اس شخص نے کہا "تمہیں میری جتنی مدد درکار ہے' میں کرنے کو تیار ہوں اب رہا۔۔۔ یہ سوال کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں' یہ وقت ضائع کرنے والے سوال ہیں۔ تم زکریا کا ٹھکانا دیکھ لو اور میں صرف اسی لیے یہاں آیا ہوں۔"

ایک یہودی نے حیرت سے کہا "جناب کمال تو یہ ہے کہ ہم صبح سے زکریا کا پیچھا کر رہے ہیں ہم چاہتے تو شہر میں بھی زکریا کو قتل کر دیتے مگر ہم اپنی بستی میں کوئی انتشار پسند نہیں کرتے اس لیے ہم نے کئی دن سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ زکریا کو بستی کے باہر ان کی پناہ گاہ میں قتل کیا جائے مگر مشکل یہ ہے کہ انہیں یہاں تک تو آتے ہوئے دیکھا جاتا ہے مگر پھر اچانک کہاں غائب ہو جاتے ہیں' کچھ علم نہیں ہوتا۔"

اس شخص نے درخت کے نیچے لے جا کے تنے کے اوپر اشارہ کیا "دیکھو وہاں تمہیں کچھ نظر آتا ہے۔"

یہودیوں نے اوپر دیکھا تو زکریا کے لباس کا کچھ حصہ اوپر تنے سے لٹکا ہوا دکھائی دیا۔

یہودیوں نے کہا "بے شک' زکریا نے اسی قسم کا اور اسی رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔"

اس شخص نے کہا "زکریا نے اس درخت کے تنے کے اندر پناہ لے رکھی ہے۔ تنے کا خلا باہر سے دکھائی نہیں دیتا اس وقت زکریا سے چوک ہو گئی کہ ان کے لباس کا کچھ حصہ باہر رہ گیا اور میں نے اسے دیکھ لیا۔"

یہودیوں کو اس شخص کی ایک ایک بات عجیب لگ رہی تھی۔

اس شخص نے مزید کہا "زکریا سے سہواً یہ بھول ہو گئی کہ انہوں نے اس مصیبت میں اس درخت کے تنے سے مدد مانگی حالانکہ انہیں اللہ کو یاد کرنا چاہئے تھا کیونکہ اللہ کی مخلوق' مخلوق کو کیا پناہ دے گی۔"

اب یہودیوں میں بحث چھڑ گئی کہ حضرت زکریاؑ کو کس طرح نکالا جائے۔

اس شخص نے مشورہ دیا "دیکھو میری مانو تم سب ابھی تک یہی چاہتے تھے کہ زکریا کو قتل کر دو مگر تم پر اس قتل کا الزام نہیں آئے۔ وہ نجار ہیں تم بھی ان کے پیشے کا فائدہ اٹھاؤ درخت کو کاٹنے والا آرا لے آؤ اور اس تنے کو کاٹ دو۔ زکریا تنے کے ساتھ خود بہ خود کٹ جائیں گے۔"

یہودی حیران تھے کہ اس جیسا شخص ان کے پورے شہر میں نہیں ملے گا۔ اتنا ذہین' اتنا چالاک اور اتنا کینہ پرور۔ ان کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی تھی کہ اس شخص کو زکریا سے اتنا عناد کیوں ہے۔

ایک یہودی نے خوشامدانہ لہجے میں پوچھا "دوست تم نے ہمارا کسی لالچ کے بغیر اتنا ساتھ دیا' اب تو اپنا تعارف کروا دو۔"

اس شخص نے کہا "تم نے عزازیل کا نام تو سنا ہوگا وہی جو کبھی معلم الملکوت ہوا کرتا تھا مگر آدم کو سجدہ نہ کرنے کی نافرمانی کی سزا میں راندہ درگاہ خداوندی ہوا اور اب تم لوگ اسے ابلیس اور شیطان کہتے ہو' میں زکریا جیسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا اور فوری طور پر یہودیوں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کون تھا اور یہ جو اپنا تفصیلی تعارف کروا گیا ہے وہ کیا ہے۔

بالآخر ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ شیطان تھا جو ان کے شیطانی افعال میں ان کا مددگار بنا ہوا تھا۔

یہودی ایک بڑے آرے کی تلاش میں بستی میں گئے اور وہاں سے آرا لیا پھر یہ درخت کے تنے پر چلنے لگا۔

اندر حضرت زکریاؑ نے محسوس کر لیا کہ تنے کو آرے سے کاٹا جا رہا ہے۔

حضرت زکریاؑ نے اللہ سے مدد چاہی تو انہیں اپنے سامنے وہی شخص نظر آیا جس نے یحییٰ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور بتایا تھا کہ میں جبرائیل ہوں۔

حضرت زکریاؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے کہا "جبرائیل! تم دیکھ رہے ہو کہ میری قوم میرے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے؟"

حضرت جبرائیلؑ نے کہا "اے زکریا! اب آپ خاموش رہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے' اسے ہو جانے دیں' صبر کریں اور اس مصیبت کو جھیل جائیں آپ نے اس تنے سے پناہ مانگی تھی سو اس نے دے دی۔ مگر اب جو اس تنے پر آرا چل رہا ہے' یہ تنا اس آرے سے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اللہ کو آپ کی یہ بات اچھی نہیں لگی کہ آپ اللہ کے بجائے تنے سے پناہ مانگیں۔"

آرے نے تنے کے ساتھ حضرت زکریاؑ کو بھی چیر ڈالا۔

اس واقعے کو مشہور یہودی عالم وہب بن منبہ نے اسی طرح تفصیل سے بیان کیا تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے اور اس قسم کی تفصیلات کو اپنی آبائی یہودی کتابوں کے حوالے سے بیان کیا کرتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کو آرے سے نہیں چیرا گیا تھا مگر حضرت مسیحؑ نے اپنی تقریروں اور خطابوں میں حضرت زکریاؑ کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔

یہودیوں نے حضرت زکریاؑ سے پہلے بھی اپنے نیک اور اچھے رہنماؤں کو شہید کیا تھا مگر بعد میں ان کے اخلاف نے شہید ہونے والوں کے مزار بنوائے اور ان کی بے پناہ عزت و تکریم کی جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہودیوں نے حضرت زکریاؑ کو واقعی شہید کیا تھا۔

انجیل متی میں حضرت مسیحؑ نے یہودیوں کو مخاطب فرمایا۔

"اے ریاکار فقیہو! تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے ہو اور راست بازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں ان کے شریک نہ ہوتے اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو' غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے اس لیے دیکھو میں نبیوں اور داناؤں اور فقیہوں کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ ان میں سے تم بعض کو قتل کرو گے اور صلیب پر چڑھاؤ گے اور بعض کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بہ شہر ستاتے پھرو گے تاکہ سب راست بازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے۔ راست باز' ہابیل کے خون سے لے کر برکیاہ کے بیٹے زکریاؑ کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا ہے' میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانے کے لوگوں پر آئے گا۔" (انجیل متی باب ۲۳۔ ۲۹ تا ۳۶)

○☆○